ماہنامہ
# دلیل راہ
لاہور

دسمبر 2010ء۔ ذی الحجہ 1431ھ/محرم الحرام 1432ھ

# میرے احساس کے دریا میں روانی تجھ سے

میرے احساس کے دریا میں روانی تجھ سے
اے گُلِ جاں! مرے ہونے کی نشانی تجھ سے

موسمِ گل بھی ترا فصلِ خزاں بھی تیری
میری آواز کے صحراؤں میں پانی تجھ سے

تجھ سے ہی میری تمناؤں نے وسعت پائی
آنکھ کے رنگ، سماعت کے معانی تجھ سے

تجھ سے آنکھوں نے لیا رنگ پرکھنے کا ہنر
لفظ کی جادوگری نطق نے جانی تجھ سے

تو جو چاہے تو سمندر کو کنارا کر دے
خاک کے بخت میں پیدا ہو گرانی تجھ سے

امجد اسلام امجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# وقت کی زخم فروشیاں نس نس اجاڑے ہیں

اسلام دین حق ہے۔ اس کا روحانی اور دعوتی مقصد انسانی معاشروں کو الوہی محبتوں کی روشنی میں اصلاح کی طرف لانا ہے۔ دین حق اسلام جن تربیتی اقدار کو متعارف کرواتا ہے ان میں اہم ترین قدر انسانوں کا امن وآشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے۔

قرآن حکیم حکم دیتا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ (البقرہ:195)

''اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

ہمارے دور کی پوری دنیا میں معاشرے دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ بے خدا معاشرے جہاں عالم، پادری، پوپ، جوگی سب برابر ہو چکے ہیں۔ وہاں سوچیں حیوانی ہیں کھاؤ، پیو اور عیاشی کرو۔ کسی چیز میں نہ تحدید ہو اور نہ کسی فعل پر قدغن لگائی جائے، البتہ وہاں کے فکری ایوان ان معاشروں کے درپے ہیں جہاں مذاہب کی اقدار اخلاق اور تقویٰ کا واضح مفہوم متعارف کرواتی ہیں۔

ایک دوسرا معاشرہ زمین پر موجود ہے اس معاشرے میں لوگوں کے ہاں دنیا کو ناپائیدار سمجھا جاتا ہے۔ آخرت کی لامتناہی زندگی کے واضح تصورات موجود ہیں، ان سوسائٹیز میں ایمان، اخلاق، تقویٰ اور خدا خوفی کے سائے میں زندگی گزاری جاتی ہے۔ خوفناک بات یہ ہے کہ لادینیت کے طوفاں ان ایوانوں کو بھی جڑ سے اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ قرآن وسنت سے دوری نے لوگوں کو ایسی راہ پر ڈال دیا ہے جو ہلاکت کا راستہ ہے، بربادی کا راستہ ہے اور نسلیں اجاڑنے کا راستہ ہے۔

ہارون الرشید کے دور میں ایک سید زادے امام کو قید خانے سے نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہارون رشید نے پوچھا:

سنائیے! کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا:

الحمدللہ ایک تمہارا حال ہے اور ایک ہمارا حال ہے

ہم ہر حال میں خوش ہیں

ثنا اور کبریائی اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ اکبر!!!

ہارون رشید نے کہا تو فرمائیے آپ کا حال کیا ہے اور ہمارا حال کیا ہے؟

سید پاک نے ارشاد فرمایا:

تم دنیا بناتے رہتے ہو اور آخرت اجاڑتے رہے ہو۔ الحمدللہ ہم قید خانہ میں آخرت بناتے رہے ہیں اور دنیا اجاڑے رکھی ہے۔

ہارون رشید نے کہا آپ کو تنہائی میں صبر کس چیز نے دلایا؟

آپ فرمانے لگے:

''تنہا وہ ہوتا ہے جس کا ایمان اللہ پر نہیں ہوتا، جو شہ رگ سے قریب ہے میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ رہا۔ تنہائی نہیں تھی محبت تھی، بڑے میٹھے لمحے تھے جو زنداں میں گزارے۔''

سید کی للکار نے خلیفہ کو لرزا دیا۔

شیطانوں کے محاصرے میں زندگی گزارنا چھوڑ دو۔ یہ دنیا میں تمہیں توڑتے اور اُجاڑتے ہیں اور آخرت میں ان کی معیت تمہیں دوزخ کی آگ میں پہنچا دے گی۔

ہارون الرشید بے ہوش ہونے سے قریب ہوگیا اور کہا آج کی نصیحت کافی ہے۔

ہمارا معاشرہ شیطانوں کے محاصرے میں جکڑ دیا گیا ہے۔ ذہنی سکون اور امن و امان مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ شیطانوں نے مظلوم مسلمانوں پر دردناک اور خوفناک مظالم ڈھانے شروع کر دئے ہیں۔ دہشت گردی کی لہریں یہودیت کے طوفانوں سے بپھری چلی آ رہی ہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ دہشت گردی ختم ہو اور فضا پر امن ہو تو ہمیں دہشت گردی کی جڑیں تلاش کرنی ہوں گی۔

ایک حدیث ملاحظہ ہو:

عدی بن حاتم فرماتے ہیں:

ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے آکر آپ کی خدمت میں راستوں میں بدامنی کے بارے میں شکایت کی۔

آپ نے فرمایا:

اے عدی!

کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟

میں نے عرض کی دیکھا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا:

لئن طالت بک حیوۃ

لترین الظعینۃ

ترتحل من الحیرۃ

حتی تطوف بالکعبه
لا تخاف احدًا الا الله
اگر تو نے تھوڑی طویل زندگی پائی
تو تو ضرور ایک عورت کو دیکھے گا
جو ہودج میں سوار ہو کر حیرہ سے تنہا نکلے گی
اور کعبہ کا طواف کرے گی
اسے ایک اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔
حضرت عدی کہتے ہیں:
میں نے دل میں خیال کیا اس وقت قبیلہ طے کے دہشت گرد ڈاکو کہاں چلے جائیں گے؟
عدی بن حاتم یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرماتے ہیں:
''میں نے دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے تنہا چل کر آئی اور کعبہ کا طواف کیا، اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔''

عربوں کی دہشت گردیاں، ڈکیتیاں اور راہ زنیاں حضور ﷺ نے اپنے پاک نظام کے نفاذ کے ساتھ ختم فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ مبارک عادت تھی کہ آپ دہشت گردوں کو عبرتناک سزا سناتے باوجودیکہ آپ رحمۃ اللعالمین تھے۔

آج بھی ہماری حکومتیں نظام مصطفٰے کا نفاذ اگر خلوص سے کر دیں تو اسلام کی تعزیرات اور حدود سے دہشت گردوں کو سبق سکھایا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ محفوظ رکھے اگر حکومتیں خود دہشت گردی کی پناہ گاہیں بن جائیں تو پھر شہر کے غریبوں کو امن کون مہیا کرے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
حضور ﷺ نے بنو جزیمہ کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فوجی دستے کا سالار بنا کر بھیجا
حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس پر وہ لوگ صبأنا صبأنا کہنے لگے۔
اس لفظ کا ایک معنی ہے، ہم صابی ہو گئے اور دوسرا معنی ہے، ہم ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو گئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جملے کا معنٰی پہلی لغت کے مطابق سمجھا اور ان لوگوں کو قتل کرنے لگے اور جن لوگوں کو گرفتار کیا مسلمان لشکریوں کو حکم دیا ہر شخص اپنا قیدی ہاتھ سے ذبح کرے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنا قیدی ذبح نہیں کرتا اور نہ ہی میں اپنے ساتھیوں کو ایسے کرنے دیتا ہوں۔
ہم جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوری بات عرض کی:
آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے:
اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد
''اے اللہ میں، خالد نے جو کچھ کیا اس سے بری الذمہ ہوں۔''

سید عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے بعد بابا فرید کی درگاہ پر جن لوگوں نے مسلمانوں کو شہید کیا اور دھماکوں سے انسانی جانیں بھون دیں۔ اگر مسلمان حکمران قرآن پڑھتے ہوتے تو فیصلہ کرنے کے لئے راہنمائی موجود تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ
يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ
الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ
تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٤﴾

(المائدہ :33-34)

’’تحقیق جزا ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں یہ ہے کہ وہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں ایک طرف سے ہاتھ تو دوسری طرف سے پاؤں یا ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے اور آخرت میں انہیں عذاب عظیم ہوگا، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اس سے پہلے کہ آپ لوگ ان پر غلبہ پالیں سو جان لو اللہ بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہمارے وطن سے دہشت گردی کو اسی طرف پلٹائے جدھر سے اس کی لہریں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے درپے ہوئی ہیں۔

آمین یا رب العالمین

دعاؤں کا طالب

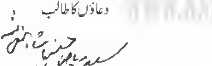

سید ریاض حسین شاہ

# حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ اعلیٰ کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ
فَسَوّٰى ۙ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ۝٣ وَالَّذِيْٓ
اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ۝٦ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ
يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝٧ وَنُيَسِّرُكَ
لِلْيُسْرٰى ۝٨ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩
سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ۝١١
الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا
وَلَا يَحْيٰى ۝١٣ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ۝١٤ وَ
ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧ اِنَّ هٰذَا لَفِي
الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ۝١٨ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩

اپنے برتر رب کے نام کی تسبیح فرمایئے (۱) جس نے پیدا کیا پھر درست فرمایا (۲) اور جس نے ایک ایک چیز کو اندازہ پر رکھ کر پھر رہنمائی فرمائی (۳) اور جس نے چارہ پیدا فرمایا (۴) پھر اسے بنا دیا سیاہ خشک (۵) ہم عنقریب ہی آپ کو پڑھائیں گے سو آپ بھولیں گے نہیں (۶) مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ جانتا ہے ہر آشکار کو اور اُسے جو چھپا (۷) اور ہم آپ کے لئے آسان زندگی کی آسانیاں پیدا کریں گے (۸) تو آپ نصیحت فرمایئے اگر نصیحت نفع دے (۹) سمجھ جائے گا جو ڈرے گا (۱۰) اور محروم انسان اُس سے دور رہے گا (۱۱) جو بڑی آگ میں جا لے گا (۱۲) پھر اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا (۱۳) بے شک کامیابی اُس نے پائی جس نے تزکیہ کیا (۱۴) اور اپنے رب کے نام کو یاد کیا پھر اُس نے نماز قائم کی (۱۵) بلکہ تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو (۱۶) اور آخرت بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے (۱۷) بے شک یہ اگلی مقدس تحریروں میں ثبت ہے (۱۸) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں (۱۹)

"خدائی طاقتوں کے مظہر اور فضیلتوں اور عظمتوں کی معراج پانے والے رفیع المرتبت رسول کے سینہ پر مکی زندگی میں نازل ہونے والی عظیم سورت ہے۔ اس کی آیات انیس ہیں اور ہر حرف "سبوح قدوس" کی صدائے ایمان افروز ہے۔

سورہ اعلیٰ کے چار حصے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا اپنا تفسیری عمود اور محور ہے۔

پہلا حصہ علم التوحید کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہاں قاریٔ قرآن کے وجدان میں صفات باری کا نور انڈیل دیا جاتا ہے۔ وہ معرفت کا پہلا زینہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو رب اور اعلیٰ ماننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی تشریح میں پانچ اور صفات بتائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تخلیق فرمانے والا ہے۔ تسویہ کرنا بھی اسی کی شان ہے۔ نظام تکوین کو منظم کرنے کے ساتھ وہی تقدیر مقرر کرنے والا ہے اور ہدایت بھی اسی کی طرف سے ہوتی ہے!!

توحید اور صفات توحید کے مطالعے کے بعد سورہ اعلیٰ کا مرکزی عنوان اور دعوت اسلام کا نظام تذکیر ہے۔ نظری اور عملی قوتوں کی بیداری اور احیا ہے۔ یہ سورت بڑی خوبصورتی کے ساتھ اعتقاد و عمل کے نتائج کو اس زندگی اور آخرت کی زندگی کے ساتھ مربوط کرتی دکھائی دیتی ہے!!

سورت کا تیسرا حصہ شقاوت اور سعادت کے ابدی اصولوں کا گہرا مطالعہ ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر بیان میں اختصار ہے لیکن سعید اور شقی ہونے کے لئے عوامل اور اسباب کا تجزیہ عمیق اور خوبصورت ہے!!

سورت کا چوتھا حصہ نظام فلاح کے اصول و فروع سے قاریٔ قرآن کو آشنا کرتا ہے اور وہ ہیں (۱) تزکیہ (۲) اسم باری کا ذکر (۳) قیام صلوٰۃ اور (۴) دنیا کی حیات پر آخرت کی ترجیح!!

سورہ اعلیٰ کے آخری اور پانچویں حصہ میں کتب سماوی سے صداقت قرآن پر استدلال ہے کہ قرآنی حقیقتیں صحف موسیٰ اور صحف ابراہیم میں بھی موجود ہیں۔ اتنی تاکیدیں رکھنے والے حقائق سے قاریٔ قرآن کو اعراض نہیں برتنا چاہئے!!

سورت کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں یہ سورہ اعلیٰ کثرت بلکہ تسلسل کے ساتھ تلاوت فرماتے۔

سورہ اعلیٰ کی اصل خوبصورتی یہ ہے کہ اس کا پہلا بیان ہی کارگاہ حیات کو عبادت خانہ بنا دیتا ہے اور اس کی تسبیح سو بہ سو اور کو بہ کو گونجتی سنائی دیتی ہے۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے، دل آویز موسموں کی پربہار روشیں، طیور اور پرندوں کے نشاط پرور نغمے، ستاروں کی جھلملاہٹ اور لب جو پیلے نیلے پھولوں کی اٹکھیلیاں کائنات کے مالک کی تسبیح میں سننے والی روحوں کے لئے رطب اللسان نظر آتی ہیں۔ سو بہ سو، کو بہ کو، جو بہ جو ایک سہانے کلمے کا تغلب اور تسلط ہے اور وہ کلمہ یہ ہے:

سبحان اللہ

سبحان اللہ

سورہ اعلیٰ کی دعوت فکر کا راز بھی یہی کلمہ ہے

سبحان اللہ

آیئے! نور کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ توحید کا یہ جرعہ رحمت کس قدر لذیذ اور نشاط پرور ہے سبحان اللہ!

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ﴿١﴾

"اپنے برتر رب کی تسبیح فرمایئے"۔

اپنے اعلیٰ رب کے نام کی تسبیح کرو۔ اس کو عیوب سے پاک جانو۔ تعظیم اور احترام سے اس کا نام لو۔ اس کو اسی نام سے پکارو جو اس نے خود کتاب میں ارشاد فرمائے ہیں یا رسول اکرم ﷺ کی مبارک زبان پر جاری ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے وہ لوگ جو باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں ان سے اپنے رب کا پاک ہونا بیان کرو۔

یہ آیت انسانی وجدان پر ایک خاص کیفیت طاری کر دیتی ہے۔ شعور قرب کے جس حرم میں ان پاکیزہ کلمات کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے ان کا کماحقہ بیان ممکن نہیں۔

خطاب کا حضور ﷺ کے لئے ہونا غیر متناہی اور غیر محدود کائنات کو تسبیح میں سمو دینے کے لئے ہے۔ خطاب کی لطافتیں ہی آیت کے حروف میں فیض کے سوتے جاری کرتی ہیں۔

ربوبیت پر اعتقاد اللہ کی ذات سے قرب کا ذریعہ بنتا ہے لیکن جس وقت حضور ﷺ کو کہا جائے آپ اپنے رب کی تسبیح کریں جو پاک اور برتر ہے اس سے حقیقی مربی نگران اور پالن ہار کی وہ عطائیں جن سے حضور ﷺ اپنی مصطفائی میں لا شریک لہ ہیں، کی عظمت حریم کبریا

میں تسلیم اور اعتراف کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ آیت میں بیان ربوبیت کے بعد اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ صفت لانا اس حقیقت کو آشکار کرنا ہے کہ تصور میں آنے والی ہر چیز ہر خیال، ہر گمان اور ہر قیاس سے وہ بالا ہے اور برتر ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول مبارک تھا کہ وہ جب یہ سورت پڑھتے تو شروع کرنے سے پہلے الله الاعلیٰ کے لئے تسبیح کرتے۔ حضور ﷺ نے بھی سورہ اعلیٰ کی پہلی آیت کے بارے میں فرمایا کہ اسے اپنے سجدوں میں رکھو اسی لئے سجدہ کی حالت میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہا جاتا ہے(1)۔

الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ۪ۙ﴿۲﴾

''جس نے پیدا کیا اور پھر درست کیا''۔

انسانی نگاہوں میں رہنے والی خوبصورت کائنات اور نظروں سے اوجھل رہنے والی فطری حقیقتیں تخلیق کرنے والا اللہ ہی ہے۔ نرالی شان رکھنے والا آکاش اور زمین کا مالک ہر لحظ اور ہر آن نئی نئی چیزیں تخلیق فرما رہا ہے۔ پہاڑوں سے دریا اُمڈ رہے ہیں۔ وادیوں میں بل کھاتی ندیاں خلاق کائنات کی تعریف میں نغمے گنگنا رہی ہیں۔ نالوں نہروں کا پانی دریاؤں سے ہم آغوش ہو کر سمندروں سے ہمکنار ہو رہا ہے۔ آسمان سے برستا مینہ ہواؤں کی دوش پر سوار ہو کر فصلوں کی آبیاری کر رہا ہے۔ فضاؤں میں پرندے جمال فطرت کا طواف کر رہے ہیں۔ سمندروں میں نہاتی تیرتی مچھلیاں غور و فکر کے ساز کی دمساز بنی ہوئی ہیں۔ زمین کے پیٹ پر کہیں نار ہے اور کہیں گلزار ہے۔ سورہ اعلیٰ کی یہ آیت بتلاتی ہے کہ ہر ایک کے اندر محرم اسرار کی جلوہ گری ہے۔ بنانے والے نے بنایا ہے اور خوب بنایا ہے۔ سجایا ہے اور خوب سجایا ہے۔ تخلیق کائنات کا ظاہر دیکھیں تو جمال اور وقار کے نئے نئے جہاں نظر آئیں گے اور کائنات کے باطن میں جھانک کر تخلیق کی نیرنگیاں دیکھنے کی سعی کریں ایسے لگے گا ہر پر اسرار نظارے پر نقاش فطرت نے چادر ڈال دی ہے۔ کچھ یہی معاملہ انسان کے ظاہر اور باطن کا ہے خالق کائنات کی تخلیقی حکمتیں معارف اور سربستہ رازوں کی معلم بنی ہوئی ہیں۔ کہیں کُن کی جلوہ گری ہے اور کہیں فیکون کی کارفرمائی ہے۔ آیت کا اصل سبق یہ ہے کہ خالق کائنات سے قرب کا رابطہ بنانے کی راہ تلاش کی جائے اور وہ حضور ﷺ کا وسیلہ اور ذکر و تسبیح ہے۔

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۪ۙ﴿۳﴾

''اور جس نے ایک ایک چیز کو اندازہ پر رکھ کر پھر رہنمائی فرمائی''۔

سورہ اعلیٰ کا یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی جن صفات کی بات کر رہا ہے ملاحظہ ہو:

اسی نے تخلیق فرمائی
اسی نے تسویہ کیا
تقدیر اسی نے مقرر کی
ہدایت بھی اسی نے دی

تخلیق میں اعتدال، تکوینی حکمتیں، تکامل اور تناسب کی طرف بلیغ اشارے موجود ہیں۔

''تسویہ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق میں جو مصالح اور منافع، مقاصد اور حکمتیں رکھنے کا ارادہ فرمایا اسے متناسب اور متوازن تخلیق فرمایا۔ جو تقاضا تھا اس کے مطابق تخلیق ہوئی۔ کہیں ابہام نہیں، کمی نہیں۔ ہر چیز افراط اور تفریط سے پاک ہے۔

کائنات کی ہر چیز خواہ وہ بڑی ہے یا چھوٹی ہے، اہم ہے یا حقیر ہے اس میں تسویہ اور تناسب موجود ہے۔ مچھر کی تخلیق دیکھئے اور پھر ہاتھی کی بناوٹ دیکھئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مچھر کی چھوٹی سی بال برابر سونڈ میں سوراخ کس ذات نے پیدا فرمایا۔ پھولوں سے رس نچوڑتی مکھیوں سے آسمان کی آغوش میں ہرنوں کی چال چلتے ستاروں تک جس ذات نے تخلیق و تسویہ کی جلوہ فرمائیاں کی ہیں یہ سب تسبیح و ذکر کی روحانی دعوتیں ہیں۔

سید قطب ٹھیک لکھتے ہیں کہ ایک اکیلے ایٹم کو دیکھیے پروٹون اور الیکٹرون کی برقی رفتار کے اندر اس قدر توازن رکھتا ہے جس طرح ایک کہکشاں اپنے سورج اور اس کے تابع ستاروں کے درمیان توازن رکھتی ہے۔ ایک ناقابل دید ذرہ اپنے فرائض اسی طرح سرانجام دیتا ہے جیسے ایک بڑی کہکشاں اپنا فریضہ پورا کر رہی ہوتی ہے۔ دونوں کے سامنے اپنا مقصد واضح ہے(2)۔

تقدیر اور ہدایت پر شاہ عبدالقادر کے الفاظ اچھے لگے ہیں:

اول تقدیر لکھی پھر اس کے موافق دنیا میں لایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوبصورت وضاحت فرمائی:

ہر شخص کے لئے کمال کا ایک اندازہ ٹھہرایا پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتلائی (3)۔

کسی چیز میں فائدہ اور نقصان، خوبی اور عیب، قائم رہنے کے سلیقے اور طریقے فنا ہونے کے اسباب اور علتیں سب تقدیریں ہیں۔ منافع حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے کی صلاحیت یا صلاحیت پیدا کرتے کے وسائل ہدایت ہیں اور یہ سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ بندہ کو جستجو اور حصول کی تقدیر اپنانی چاہئے۔

وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ۝

''اور جس نے چارہ پیدا فرمایا پھر اسے بنا دیا سیاہ خشک''۔

قرآن مجید ان آیات میں اپنے قاری کو زندگی کی ایک عجیب لیکن لطیف تجربہ گاہ میں اتار دیتا ہے۔ قرآن مجید کا مقصد انسان کو اس دنیا کی بے ثبات زندگی سے آگاہ کرنا ہے اس کے اندر اس شعور اور فکر کو بیدار کرنا ہے کہ وہ حیات دنیا کے زوال کو سمجھ سکے اور اخروی زندگی کے لازوال عذاب پر وہ پر یقین ہو جائے۔

انسان کی آنکھوں کے سامنے نباتات اگتے ہیں لگتا ہے جیسے کسی نے زمین پر فرش زمرد بچھا دیا ہو۔ نگاہیں حریر سے زیادہ نرم سرسبز گھاس کے بوسے لینے لگ جاتی ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہرا گنے والا پودا، پیدا ہونے والا درخت اور زمین پھاڑ کر نکلنے والا پیڑ پژمردہ ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے۔ تخلیق، تسویہ اور تقدیر و تھر پر کی منزلیں طے کر کے آغوش موت میں ڈھیر ہو جاتے والے نباتات انسانی نگاہوں کو کھول دینے والے ہوتے ہیں۔ یہ ہوتا ہے وہ موقع جس پر قرآن حکیم اپنے قاری کو مشاہدہ کے بعد ٹھہرنے نہیں دیتا اسے اللہ کی شان خلاقی اور قدرت کے قبول کرنے پر آمادہ کر لیتا ہے۔

''غثا'' خشک گھاس کو کہتے ہیں اور وہ جھاگ جو دیگ کے جوش کھانے سے پیدا ہوتی ہے اسے بھی ''غثاء'' کہتے ہیں۔ دراصل یہ ضائع ہو جانے کے معنوں کے لئے کنایہ ہے۔ اس کا تفسیری عمود تو انسان کا فانی ہو کر ڈھیر ہو جانا اور پھر اس میں مراجعت کا تحت القدرت ہونا ہے لیکن آیات اگر محل مدح اور محل نعمت میں واقع ہوتی ہیں تو پھر اس کی تین علتیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی علت تو دنیا کی ناپائیداری کا بیان ہے۔

دوسری علت گھاس کی کھاد بن کر مزید نفع بخش ہوتا ہے جو زمین کی تقویت کا باعث ہوتی ہے۔

اور تیسری علت چارے کا سیاہ ہو کر کوئلہ بن جانا ہے اور کوئلہ کا صنعتی زندگی میں نفع بخش ہونا اظہر ہے واللہ اعلم۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَــهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝

''ہم عنقریب ہی آپ کو پڑھائیں گے سو آپ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے بے شک وہ جانتا ہے ہر آشکار کو اور اس سے جو چھپا''۔

اس آیت کی تفہیم میں تمہیداً یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اعلیٰ میں اپنی جن صفات کا ذکر کیا ہے ان کی ترتیب یہ ہے:

(ا) اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ رب ہے۔

(ج) اللہ خالق ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق میں حکمتیں مضمر رکھی ہیں۔

(ہ) اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں تناسب اور توازن رکھا ہے اور امور کو انجام تک پہنچانے کی ایک تقدیر متعین کی ہے۔

(ط) ہر چیز میں اس کی رہبری کا جلوہ کارفرما ہے۔

اشیائے عامہ میں رب تعالیٰ کی ان عطاؤں کا نور اگر تکامل کے مراحل طے کرانے میں مددگار ثابت ہو رہا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جس محبوب کو آفاق کی رہنمائی کے لئے منتخب کیا ہے اسے وہ اکیلا اور تنہا چھوڑ دے گا اور رب کریم کا پالا، والا نگران اور پاسبان ہونا حضور ﷺ کے وظیفہ نبوت ادا کرنے میں مددگار نہ ہوگا؟ اس کی ربوبیت اس قائد کائنات کی تعلیم و تربیت کی بنیاد نہیں بنے گی؟ جس ذات نے گل و بلبل کو حسن و نغمگی سے نوازا کیسے ممکن ہے کہ وہ اشرف الانبیاء کو جمال و کمال کا خلق عطا نہیں کرے گا بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت کا نقطہ انتہا دیکھنا ہو وہ حضور انور ﷺ کو دیکھ لے لفظوں کو سمجھنے میں بے سمجھی کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ جلووں کے ارتکاز میں وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔

اب پڑھئے یہ آیت کہ
''محبوب ہم آپ کو پڑھا دیں گے سو آپ بھولو گے نہیں۔''
اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو قرآن کی حفاظت، تعلیم اور تدریس کی جانب سے مطمئن اور بے غم کر دیا۔ جبرائیل امین قرآن مجید لاتے تو آپ ﷺ سننے کے ساتھ تکرار فرماتے، اس پر آپ کو بشارت دی گئی اور آپ کو قرآن حکیم پڑھنے کے بارے میں مطمئن کر دیا گیا۔
حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بشارت دی کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا ہوگی اور یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اتنی بڑی کتاب بغیر محنت ومشقت اور بغیر تکرار اور دور کے آپ کو حفظ ہو گئی (4)۔
ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے منزہ ہے۔ صرف حکماتی لطافت کا جلوہ ملاحظہ ہو کہ اس آیت میں اپنے محبوب کو کہا کہ ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ بھولیں گے نہیں۔ ''مـا نـنـسـخ'' والی آیت میں اللہ نے نسیان کو اپنی طرف منسوب کیا لیکن یہاں اس آیت میں بھولنے کی نسبت حضور ﷺ کی طرف نہ فرمائی یہ سب کچھ اس لئے کہا کہ کوئی فکری سرقہ کا متوالا شان رسالت میں تنقیص کی راہ نہ سوچ لے اللہ تعالیٰ کے لئے ''ننسها'' میں انسا کا معنی متعین کرنے کے لئے تعبیراتی تنوع سے مدد لینی ہوگی۔
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ
اس جملے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ کچھ بھول بھی سکتے ہیں یا اطمینان اور دلجمعی جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی ہے اسے وہ واپس کرے گا۔ استثنا سے مقصود اللہ تعالیٰ کی مشیت، حاکمیت اور ارادہ کا اثبات ہے۔ کوئی بھی مخلوق ہو ابتداء، انتہا، بقا اور استمرار میں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مربوط ہے۔
حضور ﷺ نہ بھولے ہیں اور نہ ہی حضور ﷺ کو بھولنے والا کہا جا سکتا ہے بات اللہ تعالیٰ کی مشیت بے قید ہونے کی ہے۔ مقصود اللہ تعالیٰ، حضور ﷺ اور قرآن کی شان کا تسلیم کرنا ہے۔
قرآن کی یہی شان ہے کہ عقیدہ رکھا جائے کہ وحی محفوظ طریق ادا ہے۔ زبر، زیر بلکہ شد مد ہر جہت سے محفوظ کتاب ہے
اور
حضور ﷺ اللہ کے وہ عظیم رسول ہیں جن کے پڑھانے والا خود اللہ ہے جس دل کو محفوظ کرنے کی قوت اللہ عطا کرے اسے بھولنے والا کیسے کہا جا سکتا ہے
اور
اللہ تعالیٰ قادر و حاکم ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ کی مشیت ہی سے ہوا وہ جو چاہے اس کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔
انه يعلم الجهر وما يخفىٰ
''بے شک وہ جانتا ہے ہر آشکار کو اور اس سے جو چھپا''۔
وہ ہر آشکار اور مخفی کا جاننے والا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ قافلہ انسانیت کی روحانی، ساجی، معاشرتی اور معاشی احتیاج کیا ہے۔ چونکہ اللہ کو اپنی مخلوق کی بہتری مقصود ہے اس لئے وہ وحی کے ذریعے اپنے نبی کو ہر علم سے آگاہی بخشتا ہے تاکہ اللہ کا محبوب فریضہ نبوت آسانی سے پورا کر سکے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت سے اشارہ اس طرف کرنا مقصود و مطلوب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ معاملات کے تمام پہلوؤں کا جاننے والا وہی ہے۔ جب مخفی جہر کا علم اس کے پاس ہے تو اس بنا پر اس کے ہر فیصلے میں حکمتیں ضوفگن ہوتی ہیں۔ رسول کو علم پڑھا دینا، کتاب کو محفوظ بنا دینا اور نبی کو بھولنے سے پاک بنانا بھی ایک حکمت رکھتا ہے کہ انسانوں کا اصلاح نامہ ضائع نہ ہو جائے۔ قافلہ بشریت کا ازلی، ابدی، اصلاحی دستور ہر جہت سے کامل، مکمل، محفوظ اور آسان ہو۔
وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝
''اور ہم آپ کے لئے آسان زندگی میں آسانیاں پیدا کریں گے''۔
اس آیت میں آسانیوں کا پیغام ہے۔ یسر کی خوشخبری ہے۔ توفیق کی رحمت عامہ کا ذکر ہے۔ دینی مزاج کی پر جمال عکاسی ہے۔ کتنا زبردست لائحہ عمل ہے جس میں کوئی مشکل نہیں۔ عسرت کا نام ونشان نہیں۔ اگر آیت میں خطاب حضور انور ﷺ کو ہو تو مفہوم یہ ہے کہ ہم نے آسانی کے لئے آپ کو آسان بنایا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات ہو یا آپ کا پیغام وہ یبوست اور خشکی رکھنے والے فلسفے پر مبنی نہیں۔ مزاج میں

سہولت ہے، خطاب میں آسانی ہے، رویہ میں نرمی ہے، جیسے پوری کائنات کو اللہ نے سہل، متناسب اور توازن عطا فرمایا ہے، ہر ایک کا رخ بڑی آسانی کے ساتھ اسی کی طرف ہے۔ حضور ﷺ کی دینی دعوت بھی آسانی سے احساسات، جذبات اور اعمال کا رخ اللہ کی طرف پھیر دینے والی ہے۔

حضور ﷺ جب دو کاموں میں ایک کو منتخب کرنا ہوتا تو آسان کام کو اختیار فرماتے۔

رسول اللہ ﷺ کے سب طریقے آسان تھے۔ افکار، اعمال اور معاملات سب میں سہولت تھی۔ دین اسلام اللہ کا نور ہے۔ سب کے لئے آسان اور سب کے لئے آسانیاں پیدا کرنے والا۔ اس کا سیکھنا بھی آسان اور سکھانا بھی آسان۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ دین آسان ہے جو شخص اس کے ساتھ
کشتی کرے گا وہ شکست کھائے گا''۔

ایک دوسری حدیث کا متن ہے ''آسانیاں کرو سختی نہ کرو''۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩

''تو آپ نصیحت فرمایئے! اگر نصیحت نفع دے''۔

نصیحت فرمایئے اگر نصیحت نافع ہو۔ جملہ میں ''ان'' شرطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں اپنی موہبت اور نعمت کا ذکر فرمایا۔ یہ ضمانت دی کہ آپ کو پڑھائیں گے سو آپ بھولیں گے نہیں، آپ کے مزاج میں سہولت رکھیں گے تاکہ آپ بار امانت آسانی سے اٹھائیں اور ادا فرمائیں۔ آپ کا طریقہ آسان اور سہل ہو گا تاکہ لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھنچے لے آئیں۔ اب فرمایا آپ نصیحت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح سے تیار کر دیا ہے، آپ کی تذکیر میں نفع کے تمام پہلو موجود ہیں۔ آیت میں ان شرطیہ بہر حال اس طرف مشیر ہوتا ہے کہ شاید بعض جگہیں ایسی ہوں جہاں تذکیر نافع نہ ہو تو ممکن ہے اس سے مراد وہ پتھریلے مزاج لوگ ہوں جن میں قبولیت دعوت کی استعداد بالکل مفقود ہو گئی ہو۔ ایسے دلوں میں دعوت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ بھی امکان ہے یہاں حرف شرط قید غالب کے قبیل سے ہو کہ دعوت چند مستثنیٰ صورتوں کے علاوہ ہر حالت میں نفع دیتی ہے آپ یاد دہانی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔

مفسرین نے یہ بھی لکھا کہ ''لذکری'' کے بعد عبارت محذوف ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ تذکیر فائدہ دے یا نہ دے آپ ہر حالت میں تذکیر فرماتے رہیے ہو سکتا ہے دعوت سے ایک نسل مستفید نہ ہو اور دوسری آنے والی نسل استفادہ کر لے اس لئے یہ نصیحت کا عمل ہر حال میں جاری رہنا چاہیے (5)۔

مفسرین نے یہ احتمال بھی لکھا کہ اس آیت میں ان ''قد'' کے معنوں میں وارد ہوا ہے جو تاکید کے لیے ہے۔ مفہوم آیت یہ ہو گا کہ آپ نصیحت کریں اس لئے کہ یہ مفید چیز ہے اور اس کی منفعت بہر حال انسانی ضرورت ہے جس کی تکمیل ہر صورت میں ہونی چاہیے۔ یہ قول مقاتل کا ہے (6)۔

علامہ ماوردی نے لکھا کہ ان آیت میں ''ما'' کے معنوں میں لایا گیا ہے۔ مفہوم ہو گا نفع دینے والی نصیحت فرمایئے (7)۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١٠

''سمجھ جائے گا جو ڈرے گا''۔

دوا کو قبول کرنے والا بدن ہی دوا کے اثر سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ تخم کو قبول نہ کرنے والی زمین لہلہاتی فصل کی نقیب نہیں ہو سکتی۔ نصیحت، یاد دہانی اور تذکیر کو وہ ہی طبیعتیں قبول کرتی ہیں جن میں خشیت ہو۔ جس دل میں اللہ کا خوف نہ ہو نصیحتوں اور عبرتوں کے سبق اس میں انقلاب کا احساس پیدا نہیں کرتے۔ حق کا انقلاب دیکھنے کے لئے روح میں حق طلبی ہونی چاہیے۔ یہ آیت دراصل ذمہ داری کا احساس رکھنے والوں کے لئے پیشین گوئی کا درجہ رکھتی ہے کہ ڈرنے والے لوگ عنقریب قرآنی انداز اور تذکیر سے مستفید ہوں گے۔

تذکیر اگر وظیفہ نبوت ہے تو خشیت اس وظیفہ کا سرنامہ ہے۔ برائی صرف برے لوگوں کو ہی اپنی طرف کھینچتی ہے جبکہ خشیت، تقویٰ اور خوف الٰہیہ نیک لوگوں کی توجہ کا محور بنا دینے والی خصلتیں ہیں۔ دانا لوگ ہی اپنے دل، ذہن اور روح کے دریچے اچھی نصیحتوں کے لئے وا کر دیتے ہیں۔ حماقت کے حصار میں رہنے والے لوگ اچھے اور بڑے لوگوں کے تجربات سے مستفید ہونے سے ہمیشہ اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١١ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٢

''اور محروم انسان اس سے دور رہے گا جو بڑی آگ میں جا ملے''۔

علامہ قرطبی نے لکھا(8) یہ آیات ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ نصیحت سے پہلوتہی کرنے والے لوگ وہی ہوتے ہیں ڈھٹائی جن کے دماغ اور دل میں جم جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے رہنے میں داعی کی شفقت اور رحمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ہاں سیادت کا ظرف کس قدر وسیع ہے۔ حضور ﷺ ایسے لوگوں کو بھی فہمائش کرتے رہتے اس لئے کہ آپ ﷺ رحمت عالمیاں ہونے کا منصب رکھتے تھے۔ آپ نے ہر ایک کو نوازنا چاہا لیکن یہ لوگوں کی اپنی محرومیاں تھیں کہ وہ حق دشمنی پر تلے رہے۔

نصیحت سے محروم لوگوں کے لئے قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک بڑی آگ ہوگی جس میں وہ جھونک دیئے جائیں گے۔ یقیناً مراد وہ بدبخت ہیں جنہیں قرآن حکیم الاشقٰی کہتا ہے۔ یہ معاندین اور دشمنان دین ہی ہوسکتے ہیں۔ آگ دنیا کی بھی ہو جلانے میں بلائے عظیم ہوتی ہے آخرت کی آگ تو اس آگ سے ستر گنا زیادہ اشد اور سوزاں ہوگی۔ بڑی آگ کا اطلاق اس طرف بھی اشارہ کررہا ہے کہ آتش جہنم کے بھی مختلف درجے ہوں گے۔ جو سب سے زیادہ جلانے والا، تڑپانے والا اور اذیت دینے والا ہوگا کافروں کو اس بڑی، گہری اور سب سے نیچے سے بھڑکنے والی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾

''پھر اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا''۔

قرآن مجید نے بدبخت منکرین کو ایک بڑی آگ میں جھونک دینے کی وعید سنائی۔ اب اس آیت میں آتش جہنم میں بدبختوں کی حالت اور کیفیت بیان کی گئی۔ علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں(9) کہ دوزخ کی بڑی آگ میں ان کا نہ مرنا اور نہ جینا عذاب اور جلنے کی تکلیف سے نہ بچنے کے لئے کنایہ ہے۔ آیت اپنی روح کے ساتھ اس طرف اشارہ کررہی ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ دوزخ کے اندر موت اور زندگی کے درمیان ہاتھ پاؤں مارتے رہیں گے۔ فخر الدین رازی لکھتے ہیں(10) کہ ان کی روحیں گلے میں اٹک جائیں گی باہر نہ نکلیں گی تاکہ وہ آسودہ نہ ہوں اور اندر کی طرف بھی نہیں لوٹیں گی کہ یہ مکمل زندگی سے ہمکنار ہوسکیں۔

آلوسی نے تفصیلاً اس بات کا بھی ذکر کیا(11) کہ دوزخ میں نہ مرنا اور نہ جینا کافروں کے لئے ہے یہ جہنم میں دخول سے زیادہ اشد عذاب ہے۔ آپ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور انور ﷺ کا ایک ارشاد نقل کیا کہ اس کیفیت سے دوچار وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے وہ لوگ جنہیں گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا ان کی فوراً موت واقع ہوجائے گی۔ انہیں شفاعت کی برکات سے دوزخ سے نکال کر دوبارہ زندگی کی نعمت سے نوازا جائے گا اور جنت کی نہروں کا پانی ان پر ڈالا جائے گا تو جیسے نباتات اگتے ہیں وہ بھی صحیح سالم ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان لوگوں میں سے اٹھائے جو آتش جہنم سے دور کیے گئے ہوں گے اور شفاعت کی برکت پاکر پہلے ہی مرحلے پر جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ﴿١٤﴾

''بے شک کامیابی اس نے پائی جس نے تزکیہ کیا''۔

قرآن مجید کی اس آیت میں کامیابی، کامرانی اور فلاح کا قابل عمل فارمولا دیا گیا ہے۔ بڑی آگ کے بیان کے بعد قرآن مجید نجات کی راہیں متعین کرتا ہے۔ اصل کامیابی یہی ہے۔ ایک مفکر نے کہا تھا کہ کامیابی ایک خوبصورت تتلی ہے جس کے تعاقب میں انسان بہت دور نکل جاتا ہے۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اندھی عقل وخرد کے سہارے تتلیاں پکڑنے والے ڈسنے والے بھنبھوروں پر جا ہاتھ ڈالتے ہیں۔ فلاح وکامیابی کا جامع دستور وہی دے سکتا ہے جس نے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ کامیابی وہ نہیں ہوتی جو لوگوں کی نظر میں آنے جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ فلاح اور کامیابی ملکوتی عطیے اور ہدیے ہیں جو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کامیابیوں اور کامرانیوں کی معراج پانے کے لئے قرآن حکیم کہتا ہے کہ عظمتوں کی چھت کو وہی چھو سکتا ہے جو پاکیزہ زندگی اختیار کرتا ہے۔ تزکیہ فکری، اعتقادی اور عملی گندگیوں سے خود کو محفوظ بنالینا ہوتا ہے۔ لطیف تر بات یہ ہے کہ قرآن حکیم نے کامیابی کے لئے فلاح لفظ استعمال کیا ہے۔ فلاح عربی زبان میں کسان کو کہتے ہیں۔ ایک کسان کے لئے یہ فیصلہ کہ اس نے کس موسم میں کون سا بیج بونا ہے۔ کھیت کو موسم کے مطابق تیار کرتا ہے۔ دنیا بھر کے مشاغل سے منہ موڑ کر ہل کندھے پر اٹھائے زمین میں فصل کاشت کرنے کے لئے محنت اٹھاتی ہے گویا فلاح میں سچی آرزوؤں سے لے کر موسموں کے بابصیرت مطالعے تک اور عملی کوششوں سے لے کر اللہ کی ذات پر توکل اور اعتماد تک پر خلوص عمل کی عکاسی ہوتی ہے۔ قرآن مجید افلح کا لفظ استعمال کرکے کامیابیوں کی ایک نئی تعریف سے روشناس کراتا ہے۔

فلاح کے بعد تزکیہ میں معانی اور مفاہیم کا ایک سمندر سمو دیا گیا ہے۔

علمائے تفسیر کی اکثریت نے لکھا کہ تزکیہ سے مراد روح اور دماغ کو شرک کی نجاست سے بچانا ہے (12)۔

آلوسی نے لکھا کہ تزکیہ زندگی میں تقویٰ کا انجذاب اور حصول ہے۔ تقویٰ کی مراعات جس قدر حیات اسلامی میں چھا جاتی ہیں پاکیزگی کا عمل اسی قدر زندگی میں بڑھ جاتا ہے۔

ابوالاحوص کہتے تھے کہ تزکیہ نشوونما کا نام ہے۔ خشیت باری سے نیک اعمال کا ایک سچا جذبہ مسلمان کے بدن میں ڈیرے جما لیتا ہے۔ یہ جذبہ اعمال صالحہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اس خلوص عمل، اعتقاد اور کوشش سے دنیا میں برکات نشوونما پاتی ہیں اور آخرت میں یہ درجوں میں اضافہ کا سبب بن جانے والی چیزیں ہوتی ہیں۔

بعض مفسرین نے تزکیہ کو مالی صدقہ دینے کے معنوں میں بھی لیا ہے۔ یہ مفہوم بھی بعید از تسلیم نہیں اس لئے کہ قرآن مجید نے اکثر مقامات پر روحانی معمولات میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو نماز کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ رازی نے اگرچہ زور اسی پر دیا ہے کہ تزکیہ سے مراد دل کو کفر و شرک کی گندگیوں سے محفوظ رکھنا ہے جبکہ مقاتل وغیرہ مفسرین نے عید کے روز فطرانہ کی ادائیگی تزکیہ سے مراد لی ہے (13)۔ قرآن مجید کی آیت میں وسعت ہے اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ کامیابی مالی اور بدنی قربانیوں کے دیے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم

**وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى**

”اور اپنے رب کے نام کو یاد کیا پھر اس نے نماز قائم کی“۔

اللہ تعالیٰ نے کامیاب انسان کی نشانیاں بیان کیں۔ اس کی سہانی زندگی کی خود تصویر کشی فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ وہ شخص جس نے اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔ خوش بختی اور کامیابی کو قرآن حکیم نے یکجا کر کے ایک ہی سورت میں آگے پیچھے بیان کیا گویا غافل انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فانی یادوں، خوابوں اور سرابوں کے جزیروں سے نکال کر اس وظیفہ عمل کی طرف متحرک کیا جس سے تقدیر کے بند دریچوں کے قفل ٹوٹ جاتے ہیں اور کامیابیوں کی جنتیں اپنے تمام دروازے صاحب ذکر کے لئے کھول دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنی تمام کائنات کے نظام کو لوح محفوظ میں سمو دیا ہے اس نے انسان کو بھی دل اور دماغ کی ایک لوح محفوظ دی ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ اپنے رب کی دی ہوئی اس نعمت کو اس کی یادوں اور اس کی باتوں کے لئے وقف کرے اور اس میں وہ اپنے رب کا جلال بسائے۔ اس کے نام کی خوشبو سے اسے معطر رکھے، دم دم اس کے نام کی مالا جپے۔ پاکیزہ رہنے اور اس کے نام کے ذکر سے بڑھ کر کوئی اور راستہ نہیں جو فلاح کی طرف جاتا ہو۔ دل کو اپنے مالک سے جوڑ کر رکھنا، زبان کو اپنے مالک کے ذکر کے لئے خاص کر دینا، آنکھوں کو امید کی تڑپ لے کر اسی کی طرف دیکھنا، اسی کے لئے اٹھنا اسی کے لئے بیٹھنا ضمیر میں اسی کی ہیبت اتارے رکھنا بڑی میٹھی اور منور منزلیں ہیں۔ اگر پاکیزہ افکار، مطہر اعمال اور لازوال تقدیروں کا حسن یکجا اور یک رنگ دیکھنا چاہے، پانا چاہے اور اپنانا چاہے تو اس کے لئے نماز ہے۔ یہ عملی اقدام بھی ہے، روحانی عمل بھی ہے۔ عقیدہ کا خوبصورت اظہار بھی ہے۔ سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جس کی روحانی برودت ہر نمازی کی آنکھ میں سرمہ بنا کر ڈال دی جاتی ہے۔ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف میں روحانی معراج کا منہاج یہی خوبصورت باتیں نقل فرمائی ہیں (14):

ا۔ توبہ اور امانت پاکیزگی اور طہارت کی اصل یہی ہے

ب۔ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اپنی روح اور دل میں سموئے رکھنا۔

ج۔ نماز کا قیام مشاہدہ کے دوام کا ذریعہ یہی ہے۔

د۔ پہلی تین چیزیں اس وقت تک کوئی روحانی معنی نہیں رکھتیں جب تک ان کے پس منظر اور پیش نظر میں عقیدہ صالحہ کی حقیقت موجود نہ ہو۔

مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا کہ اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے مراد نماز کے اندر تکبیر تحریمہ میں اس کا ذکر کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ تزکیہ سے مراد فطرانہ اور اللہ کے نام کا ذکر کرنے سے اشارہ تکبیرات عید اور نماز پڑھنے سے عید کی نماز مراد ہے (15)۔

اصل بات جو قابل توجہ ہے کہ نماز کو کامیابی کا زینہ قرار دیا گیا اور ذکر اللہ کو نماز کی روح بنا دیا گیا۔ نمازیں وہی نمازیں ہوتی ہیں جن کے اندر، جن سے پہلے اور جن کے بعد اللہ کی یاد موجود ہو۔

آیت میں ”اپنے رب کے نام کا ذکر“ ایک اچھوتی ترکیب ہے۔ روحانیت ساری تو یہی ہے کہ بندہ رب کو اپنا رب روح اور دل کی

گہرائیوں سے تسلیم کرنے لگ جائے۔ بڑی آگ کے بیان کے بعد یہ آیت نجات کا منظر پیش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آگ سے بچنے اور نجات کی راہ چلنا نصیب فرمائیے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

''بلکہ تم لوگ دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے''۔

اس آیت پر گہرے غور و فکر کی ضرورت ہے یہ کائنات بھر کے عظیم لوگوں کی سوچوں کی عکاس ہے۔ اس فکر کی اصل پیغمبرانہ عطائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسانی قافلہ کے امام کے نام یہ نصیحت اتاری تھی لیکن عمومی انسان اس پیغام کو ہر وقت نہ سمجھ سکے یہ آیت علم ترجیحات کی روح ہے۔ اس نکتہ کو پلے باندھ لیا جائے کہ زندگی کا حسن ترجیح طے کر لینے اور ترجیح کا فلسفہ جان لینے میں ہے۔ آپ نے کس وقت کیا کام کرنا ہے؟ اور کس کو کس پر ترجیح دینی ہے۔ علم سارا اسی نکتہ میں مضمر ہے اور حکمت ترجیحات کو جان لینے کا نام ہے۔ بات بڑی آسان ہے کہ انسان اکثر اوقات ادنیٰ چیزوں کو اعلیٰ پر ترجیح دے کر خود کو خود ہی برباد کر دیتا ہے۔ اس کی عمر مختصر رہتی ہے اور اس کی پیٹھ کا بوجھ بڑھتا رہتا ہے اور وہ شخص جو اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دیتا ہے اس کی عمر تقدیر کے دھارے پر چلتی رہتی ہے لیکن اس کی پیٹھ کا بوجھ ہلکا ہوتا رہتا ہے۔ قرآن مجید اس آیت میں دو ٹوک اور واشگاف اعلان کرتا ہے کہ تم لوگ دنیا کے طالب بن گئے ہو اور اس کو آخرت پر ترجیح دینے لگ گئے ہو، حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ کامیاب زندگی کے قرآنی منہاج میں اصل دعوت یہی ہے کہ انسان اپنے مالک، اپنے خالق اور اپنے پیدا کرنے والے کی یاد کو پہلی ترجیح قرار دے۔ اس کی زندگی کا الہامی دستور کا یہ نکتہ از بر کر لے کہ دنیا سرائے فانی ہے اور اس کی ہر لذت اپنے دامن میں کچھ درد اور رنج چھپائے ہوئے ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ آخرت کی جاودانی اور نشاط آفرین نعمتوں کو دنیا اور دنیا کی لذتوں پر ترجیح دے اس لئے کہ بقا تو آخرت میں ہے دنیا تو سرائے فانی ہے۔ اس کی بھول بھلیوں میں گم نہیں ہونا چاہئے۔ فخر الدین رازی کی تفسیر کا خلاصہ یہی ہے (16)۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان دیا اے لوگو! تم باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو (17)''۔

علامہ بقاعی نے اچھا لکھا کہ دنیا میں دناءت ہے کمینگی ہے اور ختم ہو جانے کا پیغام ہے جبکہ آخرت میں خیر ہے اور ہر نعمت کی بقا کا پیغام ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کیسے ہو کہ دناءت اور فنا والی چیز کو خیر اور بقا والی چیز پر ترجیح دیتے ہو (18)۔ واللہ اعلم

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝

''بے شک یہ اگلی مقدس تحریروں میں ثبت ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں''۔

سورہ اعلیٰ کی آخری آیات میں چار چیزیں قابل غور ہیں۔

پہلی یہ کہ ھذا کا مشار الیہ کیا ہے؟

دوسری یہ کہ صحف ابراھیم اور صحف موسیٰ میں کیا بیان ہوا؟

تیسری یہ کہ '' صحف الاولیٰ'' سے مراد کون سے صحیفے ہیں؟

اور

چوتھی یہ کہ آیات قرآنی کا تفسیری عمود کیا ہے۔ اس سے قاریٔ قرآن کو کیا پیغام دیا جا رہا ہے۔ اس کی تحریکی اور عملی زندگی سے اس کا کیا تعلق ہے۔

علامہ قرطبی نے جو کچھ لکھا کسی حد تک ان تمام سوالات کے جوابات ان کے تفسیری آثار میں موجود ہیں۔ جہاں تک پہلے سوال کا جواب ہے (19)۔ ابن جریر طبری نے اس پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے (20)۔

عکرمہ کے نزدیک اس سورت کے آغاز میں جو حقائق بیان ہوئے ھذا سے ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات توحید پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہیں اور ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی موجود ہیں۔

ابو عالیہ کہتے تھے اس سورت کے جملہ مضامین کی طرف یہ اشارہ کیا گیا ہے۔

قتادہ کہتے تھے تخلیق آدم اور تربیت آدم زاد کا جو مواد اس سورت میں بیان ہوا پہلی کتابوں میں مذکور ہے۔

ابن زید نے کہا آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے یہ حقیقت پہلے صحیفوں میں بیان ہوئی ہے اور اسی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے کہ یہ تعلیم پہلے صحیفوں میں موجود ہے (21)۔

''ابن جریر طبری نے کہا کہ سب سے قوی قول یہ ہے:

صحیفہ کی اصل صاد، حا اور فا ہے۔ الصحف روئے زمین کو کہتے ہیں۔ ابن فارس نے اس مادہ کے بنیادی مطلب وسعت اور کشادگی کے بتائے ہیں۔ لکھے ہوئے کاغذ کو بھی صحیفہ کہہ دیتے ہیں۔ ایسی لکھی ہوئی کتاب جو اسقام اور نقائص سے پاک ہو صحیفہ ہوتی ہے۔ صحف اس کی جمع ہے(22)۔

حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے روایت ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

حضور انور ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی انبیاء کی تعداد کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ''ایک لاکھ چوبیس ہزار''

عرض کی

ان میں سے رسولوں کی تعداد کیا تھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا'' تین سو تیرہ باقی، سب نبی تھے''

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابوذر!

انبیاء میں سے چار افراد عرب تھے

ہود، صالح، شعیب اور تیرے پیغمبر ﷺ

عرض کی

اللہ نے کتابیں کتنی تعداد میں اتاریں؟

فرمایا!

ایک سو چار کتابیں

دس صحیفے آدم پر

پچاس شیث پر

تیس کتابیں اخنوخ پر'' جو ادریس ہیں سب سے پہلے قلم سے لکھنے والے بھی یہی ہیں

ابراہیم پر دس صحیفے

تورات موسیٰ پر

زبور داؤد پر

انجیل عیسیٰ پر

اور

قرآن تیرے نبی پر(23)۔

مسند امام احمد بن حنبل کے مطابق انبیاء کی تعداد ایک سو چالیس اور ان میں سے رسولوں کی تعداد تین سے پندرہ آئی (24)۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی تعداد تیس بھی آئی ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ابوذر غفاری ﷺ نے حضور انور ﷺ سے پوچھا صحف ابراہیم میں کیا لکھا تھا۔۔۔۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ان میں عبرت کے لئے امثال بیان ہوئیں ایک مثال میں ہے کہ ظالم بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے لوگوں پر مسلط ہو جانے والے!

مغرور اور متکبر!

میں نے تجھے حکومت اس لئے نہیں دی تھی
کہ
تو دنیا میں مال پر مال جمع کرتا
بلکہ اقتدار تجھے اس لئے دیا تھا کہ مظلوم کی بد دعا مجھ تک نہ پہنچنے دے۔
"میرا قانون ہے میں مظلوم کی بد دعا رد نہیں کرتا۔"
ایک مثال میں کہا گیا۔
عقلمند آدمی کو چاہئے کہ اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کرے:
ایک عبادت اور مناجات کے لئے
دوسرا اعمال کے محاسبے کے لئے
اور تیسرا معاش اور طبعی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے۔
حضرت ابوذر غفاری ﷜ فرماتے ہیں:
میں نے عرض کی
صحف موسیٰ میں کیا تھا
آپ ﷺ نے فرمایا:
مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے موت پر یقین ہو کہ اس نے آنا ہے پھر کیسے وہ خوش رہتا ہے۔۔۔۔۔!!
مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہو پھر عاجز، غمگین اور درماندہ بھی ہو۔۔۔۔!!
اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا میں عروج و زوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر دنیا پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔۔۔!!
اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اور اس کے باوجود عمل چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔۔۔!!
اے میرے رب!
اپنے بندے کی طرف سے تسبیح قبول فرمالے
**سبحان اللہ وبحمدہ**
**سبحان اللہ العظیم**
اے میرے مالک
قطرۂ آب سے تخلیق کے جلوے نکھارنے والے!
رب تو ہی ہے
پروردگار ہونا تیری صفت ہے
موزوں اندازوں کا حسن تو ہی نے نکھارا ہے!
تقدیر کی راہیں تو ہی متعین کرنے والا ہے۔
حریم محبت میں گستاخی نہ ہو
تو بے نیاز کی تمہید حرف بے نیازی سے عرض کروں
مٹی کی چٹکی کو اتنی عزت بخشی ہے
تو اسے دوزخ سے بچا آخر تیری جنت میں جانے والا کوئی میرے انسانی قبیلے ہی سے ہوگا۔
استغفر اللہ! مجھے ہمیشہ کے لئے معاف فرمادے۔
ہر جی جان رکھنے والے کی غذا زمین سے نکالنے والے قادر مطلق!
جب قبر میں پراگندہ خاک سے پھر زندگی کو ابھارے تو زبان پر تسبیح وتحمید جاری فرمادینا
تیری محبت کا ترانہ میری اور میری اس زندگی کی معراج ہے

ہمیں بھی کچھ پڑھا دے

اپنے پیارے نبی کو پڑھانے والے!

اس کی نبوت کے صدقے کچھ روشنی ہمیں بھی عطا ہو جائے

جو آسان ہے اسے بھی آسان فرما

اور

جو مشکل ہے اس میں سہولت مرحمت فرما!

قرآن کی نصیحتیں

اور

رسولِ رحمٰن کی باتیں

دل میں اتار دے اور روح میں سمو

تزکیہ کی دولت بخش!

اپنا نام دے دے!

اپنے نام کا ذکر دے دے!

اپنے نام کے انوار برسا دے!

اپنے نام کا جلوہ آنسو بنا کر آنکھوں کی پتلیوں سے برسا دے

ایسے آنسو جو درد محبت کی کہانیاں لکھیں

سوہنے اور پیارے نام والے

ہمیں ہمارے ناموں سے بے نیاز کر

ہمارا کام تیرے نام کے لئے ہو جائے

اللہ۔۔۔۔۔اللہ۔۔۔۔۔اللہ

تیرے قرآن کی ہر بات سچی ہے

اور اس کی سچائیوں کی کہانیاں

صحف ابراہیم میں بھی ہیں اور صحف موسیٰ میں بھی

کیا اچھا ہو

زندگی اور قرآن دونوں ایک ہو جائیں

میری آرزوؤں اور تمناؤں کو اگر شرفِ قبولیت بخش دے تو میرے حرفوں کے قارئین کی جھولیاں بھی بھر دینا۔

امین یا رب العلمین!

☆☆☆

## حوالہ جات

(۱) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی ایضاً ابن کثیر

(2) فی ظلال القرآن: سید قطب

(3) تفسیر عزیزی: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(4) خزائن العرفان: نعیم الدین مرادآبادی

(5) زاد المسیر: ابن جوزی ایضاً تاویلات اہل سنت: ماتریدی ایضاً حاشیہ شیخ زادہ ایضاً فی ظلال القرآن ایضاً تفسیر نمونہ

(6) زاد المسیر: ابن جوزی

(7) تفسیر ماوردی: ماوردی ایضاً زاد المسیر

(8) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی ایضاً فخر الدین رازی ایضاً آلوسی
(9) روح المعانی: آلوسی
(10) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(11) روح المعانی: آلوسی
(12) روح المعانی: آلوسی ایضاً رازی ایضاً ابن کثیر ایضاً مظہری ایضاً ابن عاشور
(13) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی ایضاً ابن عاشور ایضاً جامع البیان ایضاً قرطبی ایضاً ابن جوزی
(14) تفسیر مظہریؒ: ثناء اللہ پانی پتی
(15) روح المعانی: آلوسی فخر الدین رازی ایضاً ابن کثیر ایضاً قرطبی ایضاً روح المعانی ایضاً ماتریدی ایضاً شیخ زادہ
(16) تفسیر کبیر: فخر الدین رزای
(17) تفسیر مظہری: ثناء اللہ پانی پتی ایضاً مسند امام احمد بن حنبل
(18) نظم الدرر: بقاعی
(19) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی ایضاً رازی ایضاً طبرانی ایضاً طبری
(20) جامع البیان: ابن جریر طبری ایضاً زاد المسیر ایضاً آلوسی ایضاً اسماعیل حقی
(21) تفسیر بحر العلوم: سمرقندی ایضاً طبری ایضاً مواہب ایضاً جامع العلوم
(22) تاج العروس: زبیدی حنفی ایضاً غرائب القرآن: نظام الدین نیشاپوری
(23) مجمع البیان: طبری ایضاً نمونہ ایضاً جامع العلوم
(24) مسند امام احمد بن حنبل: احمد بن حنبل ایضاً جامع العلوم ایضاً خطبات ڈاکٹر حمید اللہ
(25) الجامع لاحکام القرآن قرطبی ایضاً گلدستہ تفاسیر ایضاً جامع البیان

☆☆☆

# تین کاموں میں تاخیر نہ کی جائے

**عن علی بن ابی طالب ؓ ان النبی ﷺ قال له یا علی ثلاث لا توخرها الصلوٰة اذاانت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا۔**

(جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل جلد اول ص ۱۳۸)

(امیر المومنین) حضرت علی ابن ابی طالب ؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا اے علی ؓ تین کاموں میں تاخیر نہ کرو نماز کا جب وقت ہو جائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور خاوند کے بغیر عورت کے لئے جب ہمسر (خاوند) حاصل ہو جائے۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی

لفظ انت ،حانت کی طرح ہے اس کا معنیٰ وقت کا پایا جانا ہے الایم (یا کی شد کے ساتھ) وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو چاہے وہ بیوہ ہو یا مطلقہ یا کنواری ہے۔

اس حدیث کے راوی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جن کو شرف صحابیت بھی حاصل ہے اور خلفاء راشدین میں سے خلیفۂ راشد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے خاندان میں سے ہوئے یعنی اپنی ہاشمی ہونے کی فضیلت بھی حاصل ہے رسول اکرم ﷺ کے چچا اور بھائی اور آپ کے داماد ہونے کے شرف سے بھی مشرف ہیں۔ بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور رسول اکرم ﷺ کی تربیت کا فیضان بھی حاصل ہے اور میدان کربلا کے دولہا حضرت امام حسین ؓ کے والد گرامی ہونے کا سہرا بھی آپ کے سر سجتا ہے، پھر علم وفضل ،فہم وفراست ، معاملہ فہمی اور بہترین قاضی ہونا بھی حضرت شیر خدا علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا طرۂ امتیاز ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا طریقہ مبارک تھا کہ بعض اوقات کوئی بات کسی صحابی کو خاص طور پر مخاطب کرکے ارشاد فرماتے تھے جس طرح حضرت ابوذر غفاری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو خطاب کرکے بعض امور کا حکم دیا یہاں بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خطاب فرما کر تین کاموں میں تاخیر سے منع فرمایا گویا ان کاموں میں جلدی کا حکم دیا۔

ایسی اور روایات میں اگرچہ خطاب کسی ایک شخصیت کو ہوتا ہے لیکن اس حکم میں عموم پایا جاتا ہے یعنی قیامت تک آنے والی امت کو تعلیم دی جاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات مبارکہ حکمت پر مبنی اور مقتضائے حال کے مطابق ہوتے تھے اور یہی بلاغت کا تقاضا ہے، اسی لئے آپ بعض امور میں جلدی کرنے سے منع کرتے تھے یعنی جہاں جلدی کرنا زیادہ مفید نہ ہو اور تاخیر میں غور وفکر کرنے یا ضروری انتظامات پیش نظر ہوتے تو آپ جلدی کرنے سے منع فرماتے کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جلد بازی کی وجہ سے آدمی کو ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے کسی نے بتایا کہ فلاں شخص نے تمہارے خلاف یہ بات کی ہے اب اگر چھان بین نہ کی جائے اور فوراً ردعمل ظاہر کیا جائے تو ہوسکتا ہے وہ خبر غلط ہو اور اس فوری ردعمل کی وجہ سے پشیمانی اور ندامت اٹھانا پڑے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے عبدالقیس (قبیلہ) کے سردار الشیخ منذر بن عائذ سے فرمایا:

ان فیك لخصلتین یحبھما اللہ الحلم والا ناۃ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ باب الحذوم والتانی)

بے شک تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں:

(۱) بردباری (ٹھہراؤ) اور (۲) وقار

عبدالقیس کا وفد جب مدینہ طیبہ پہنچا تو (بارگاہ نبوی میں حاضری کے شوق کی وجہ سے) وہ لوگ جلدی جلدی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور ان کے رئیس الشیخ ان کے سامان کے پاس رہے، انہوں نے وہ سامان اکٹھا کیا اور اپنی اونٹنی کو باندھا اور نہایت عمدہ لباس پہنا پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ (اشعۃ اللمعات حاشیہ مشکوٰۃ)

لیکن جہاں جلدی مطلوب ہوتی تو رسول اکرم ﷺ تاخیر سے روک دیتے کیونکہ ایسے مسائل میں جلدی کرنا بہتری کا ذریعہ ہوتا تھا۔

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے تین کاموں میں تاخیر سے منع کرکے جلدی کرنے کا اشارہ دیا:

پہلی بات یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تاخیر نہ کی جائے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ نماز عبادت خداوندی اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، ہوسکتا ہے تاخیر کی صورت میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے اور بندہ اس اعزاز اور سعادت سے محروم ہو جائے۔

یہاں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے: پہلی بات یہ کہ نماز کا سبب وقت ہے جب تک کسی نماز کا وقت نہ ہو جائے اس نماز کا پڑھنا جائز نہیں اور وہ نماز کی ادائیگی شمار نہیں ہوتی لہٰذا وقت سے پہلے نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس بات کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ آپ نے فرمایا: الصلوۃ اذا انت جب نماز کا وقت ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ احناف کے نزدیک یہاں وقت سے مراد مستحب وقت ہے۔ رسول کریم ﷺ نے جب نماز کے اوقات بیان کئے تو اس کے ساتھ ساتھ مستحب وقت بھی بیان فرمایا مثلاً صبح کے بارے میں فرمایا اسے سفید کرکے پڑھو (یعنی روشنی میں پڑھو)، ظہر کی نماز کے بارے میں فرمایا ان شدۃ الحر من فیح جھنم فابردوا عن الصلوۃ (جامع ترمذی جلد اول ص ۱۳۸) بے شک گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے پس نماز (ظہر) کو ٹھنڈا کرو۔ نماز عشاء کی رات کی پہلی تہائی تک مؤخر کرنے کو پسند کیا (تفصیل احادیث اور فقہ کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں)۔

لہٰذا یہاں وقت سے مراد مستحب وقت ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس حدیث میں عموم ہے اور مستحب اوقات سے متعلق احادیث کی وجہ سے یہ عام مخصوص البعض ہو گیا یعنی عام کے حکم سے بعض کو خاص کر دیا۔

دوسری بات جنازہ کے حاضر ہونے پر اس میں تاخیر سے منع فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو اس دنیا سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور اب وہ عالم برزخ کا باسی ہو جاتا ہے اس لئے اسے فوراً اس کے مقام تک پہنچانا چاہئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

**اسرعوا بالجنازة فان تك صالحة فخير تقدمونها اليه وان تك سوىٰ ذلك فشر تضعونه عن رقابكم۔**
(مشکوٰۃ المصابیح ص۱۴۴ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہ)

''جنازہ جلدی لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی جس کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ ہے تو وہ برا ہے اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو''۔

یہی وجہ ہے کہ تین اوقات طلوع آفتاب، دوپہر اور غروب آفتاب کے وقت کوئی نماز اور سجدہ تلاوت جائز نہیں لیکن اگر ان اوقات میں جنازہ آ جائے تو اس کی نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح اگر اس وقت آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کا سجدہ کرنا بھی جائز ہے۔

ہمارے ہاں خاص طور پر شہروں میں دیکھا گیا کہ جب کسی میت کا جنازہ جنازہ گاہ میں پہنچایا جاتا ہے تو وضو کے بہانے سے بہت تاخیر کی جاتی ہے اور آوازیں دی جاتی ہے کہ ٹھہر جاؤ نمازی وضو کر رہے ہیں، اس لئے ہمیں پہلے سے وضو کر کے تیار رہنا چاہئے اور یوں اس کی نماز جنازہ میں تاخیر کے گناہ سے بچنا چاہئے۔

تیسری بات جس میں تاخیر سے منع فرمایا ایسی عورت کا نکاح ہے جو خاوند کے بغیر ہے چاہے وہ کنواری یا مطلقہ یا بیوہ۔

رسول اللہ کریم ﷺ نے اس سلسلے میں اس وقت تک تاخیر کو عذر قرار دیا جب تک اس کا کفو (یعنی ہم پلہ) رشتہ نہیں ملتا اگر اس کا کفو مل جائے یعنی نیک صالح اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے محنت مزدوری کرنے والا لڑکا مل جائے تو دنیوی لالچ اور طرح طرح کی ناجائز فرمائشوں کی وجہ سے تاخیر نہ کی جائے اور لڑکے والوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکی کے والدین ہر ان کی طاقت سے جہیز کا بوجھ نہ ڈالیں اور لڑکی والے بھی ناجائز مطالبات کے ذریعے تاخیر کے جرم کا شکار نہ ہوں۔

مناسب رشتہ نہ ملنا ایک مجبوری اور عذر ہے لیکن رشتہ حاصل ہونے کے بعد تاخیر کی وجہ سے خدانخواستہ کوئی غیر شرعی حرکت ہونے کی صورت میں ماں باپ ذمہ دار ہوتے ہیں اور اس تاخیر سے باز رکھنے کی حکمت بھی یہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تعجلوه تكن فتنه في الارض وفساد عريض** (مشکوٰۃ المصابیح ص۲۶۷ کتاب النکاح)

''جب تمہیں ایسا شخص منگنی کا پیغام دے جس کے دین (دیانت داری) اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو گا''۔

رسول اکرم ﷺ نے لڑکے میں دو صفات (دیانت داری اور اخلاق) کا ذکر فرمایا اور فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ جب لڑکا اپنی بیوی کو حق مہر اور نفقہ اور رہائش دے سکتا ہو اور وہ کوئی گھٹیا کام نہ کرتا ہو تو وہ لڑکی کا کفو ہے لہٰذا یہ دیکھنا کہ وہ کوئی آفیسر ہو، اور اس انتظار میں کسی مناسب شخص کو رشتہ نہ دینا بے شمار معاشرتی خرابیوں کا باعث ہوتا ہے، اس لئے رسول اکرم ﷺ کے اس حکم عالی کی تکمیل امت مسلمہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو تعلیمات نبویہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین!

☆☆☆

# عہد جدید میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی اہمیت

## (حصہ اول)

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

عہد جدید میں مادیت اور بہیمیت کے فروغ نے بالآخر انسان کی باطنی شخصیت کو شکست و ریخت کا شکار بنا دیا ہے۔ کھوکھلی شخصیت، پریشان ذہن، مضطرب روح، غیر متوازن کردار، مفلوج احساس اور مکدر طبیعت: یہ ہے عصر حاضر کے انسان کی کل کائنات۔ ہر طرف انتشار، انحراف، کجروی اور بے راہروی کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ امت مسلمہ مشرق سے مغرب تک ہمہ گیر زوال سیرت میں مبتلا ہے اور اس سب کچھ کا بنیادی سبب اور اصلی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے مشرق پر اپنی ثقافتی یلغار کے تسلسل میں اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے اور امت مسلمہ کو اپنے وجود و تشخص سے محروم کر دینے کے لئے ابلیسی سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا جو تانا بانا بنا تھا اس کا مرکزی نقطہ یہ قرار پایا کہ:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

چنانچہ عصر جدید کے استعمار نے اپنے ابلیسی ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے مرکز و محور، ذات مصطفیٰ ﷺ سے بیگانہ کرنے اور نسبت محمدی علیٰ صاحبہا التحیہ کے روحانی و تہذیبی حوالوں سے منقطع کرنے کے لئے عقیدہ اور عمل کے ہر محاذ پر اپنی تمام تر استعماری و استنفرابی قوتیں صرف کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ حکیم مشرق علامہ اقبال کے الفاظ میں،

عصر ما، مارا زما بیگانہ کرد
از جمال مصطفیٰ ﷺ بیگانہ کرد

بنا بریں اس وقت مسلمان جس ذلت و پستی کے عمیق غار میں گرے ہوئے ہیں اس سے نکلنے اور عالمی سطح پر امت مسلمہ کا منفرد تہذیبی تشخص بحال کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ مسلمانوں کا روحانی اور جذباتی تعلق پوری طرح استوار کیا جائے۔ اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی حرارت سے سرشار ہو۔ ہر مسلمان اپنی جان و مال اور کل کائنات سے بڑھ کر حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت رکھے۔ معاشرہ کو ایسے تمام منفی عوامل و اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جو محبت رسول ﷺ کے ان سرچشموں کو خشک اور مطالعہ و اتباع سیرت کے شغف کو کمزور کریں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ قلبی وابستگی اور گرویدگی کا یہی وہ محکم رشتہ ہے جو قومیت اسلام کی بنیادیں استوار کرتا اور ہر فرد ملت کو بقاء و استحکام بخشتا ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے مازنام مصطفیٰ ﷺ است

الغرض ذہنی انتشار اور روحانی اضطراب کے اس دور میں ہماری کشتئ حیات کے لئے قابل اعتماد لنگر حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ہی ہے جس نے بڑے بڑے طوفانوں اور آندھیوں میں ہمیشہ مسلمانوں کو سہارا دیا اور ہماری شناخت، ہماری عظمتوں، ہماری تاریخ اور ہماری سرخروئی کی ضمانت فراہم کی۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کا لافانی جذبہ ماضی کے ہر فتنہ کے مقابلہ میں امت مسلمہ کے لئے آہنی حصار کا کام دیتا رہا اور ہر آزمائش میں پورا اترنے کا حوصلہ بخشتا رہا۔ آج تک امت مسلمہ کا روحانی وجود نسبت محمدی ﷺ کی برکتوں ہی سے قائم ہے۔ آئندہ بھی اگر مسلمان اس رشتہ حیات کو پختہ رکھیں تو نہ صرف بقا، دوام ان کا مقدر ہوگی بلکہ کون و مکاں کی سب قوتیں اور بحر و بر کے سب خزانے ان کے زیر تصرف و تابع فرماں ہوں گے۔

ہر کہ عشق مصطفیٰ ﷺ سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

بنا بریں یہ واضح ہے کہ عصر حاضر میں انسانیت کی استواری اور ہمواری کے لئے مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی جارہی ہے۔ اس ضرورت کے چند اہم پہلوؤں کی نشاندہی سطور ذیل میں کی جارہی ہے۔

**مطالعۂ سیرت النبی ﷺ قرب الٰہی کا جادۂ نور ہے**

اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ وہ اپنے جلووں کی فراوانی میں بے پناہ ظہور رکھتا ہے اور اپنی ذات کے حجابات میں بے انتہا بطون لئے ہوئے ہے۔ بندے نگاہ اٹھائیں تو کائنات میں ہر سو اسی کا جلوہ ہے اور اس تک پہنچنا چاہیں تو وصال محال ہے۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا۔ وہ حد ادراک سے ماورا ہے۔ ایسی مخفی اور باطن ذات تک پہنچنے کے لئے مخلوق کسی وسیلے اور علامت کی محتاج ہے۔ ایسی علامت جو اللہ کی ذات پر دلالت کرے۔ ایسا وجود جو رہنمائی کرے مخلوق کی خدا تک؛ اور ایسی ہستی جو ذریعہ ہو اس تک وصال کا۔ یہ دلیل، یہ علامت اور یہ ہستی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

آپ ﷺ تمام مخلوق کے لئے جو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی، دلیل ہیں خدا کے وجود کی۔ حضور اکرم ﷺ کے سوا کوئی دوسرا تمام مخلوق کے لئے براہ راست خدا کی دلیل نہیں ہے۔ آپ ﷺ علی الاطلاق پوری کائنات کے لئے خدا تک رسائی کا وسیلہ ہیں۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ سے کسی نے پوچھا: مخلوق کے لئے خدا تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے۔ انہوں نے جواب دیا:

''مخلوق کے لئے خدا تک رسائی کے سب راستے بند ہیں: صرف ایک ہی راستہ کھلا ہے: محمد رسول اللہ ﷺ کی دہلیز غلامی کا راستہ۔ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کو پالے وہی خدا کو پا سکتا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ رب ذوالجلال نے آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو پوری کائنات کے لئے آئیڈیل نمونہ اور اسوۂ حسنہ قرار دیا۔ پس آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اور اسوۂ حسنہ کی اتباع نسل انسانی کے لئے مدارج کمال کی طرف بڑھنے کا راستہ ہے۔

انسان کی زندگی کے دو حصے ہیں: ایک فطرت و واقعیت کی حدود سے متعلق اور دوسرا ماورائے حواس و فطرت۔ پہلے حصے کے لئے حضور نبی مکرم ﷺ کی سیرت اطہر کا وہ پہلو ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے جو سراسر واقعیت و عملیت پر مبنی ہے جبکہ انسانی زندگی کے دوسرے پہلو کے لئے حضور سید عالم ﷺ کی روحانیت کا فیضان ارشاد باری تعالیٰ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ سے عبارت ہے۔ صوفیاء کرام اس لئے اتباع رسول میں درجۂ کمال پر فائز ہوتے ہیں کہ صوفیانہ مشاہدے کا آغاز ہی اتباع رسول ﷺ سے ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی کامل اتباع و پیروی کے بغیر ولایت، مشاہدہ، صوفیانہ واردات اور روحانی ارتقاء ممکن نہیں ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ سے ہمارا تعلق و رشتہ اتباع کے حوالے سے ایک زندہ عملی رشتہ ہے جس میں منصب رسالت کے چار فرائض (تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت) ایک فعال عملی قوت کے طور سے متصرف ہیں۔

جس شخص کا دل نور مصطفوی سے مستنیر نہ ہو، وہ حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر رہتا ہے اور اس لئے توحید پر ایمان سے ہی محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں، خدا کی توحید خالص کا تصور آج صرف اسلام ہی میں باقی ہے۔ باقی ہر جگہ، ہر مذہب میں یہ تصور مسخ ہو چکا ہے۔ پس توحید خالص کا تصور نوع انسانی کے لئے عطیہ ہے شعور مصطفیٰ ﷺ کا۔ اسی لئے دین حق اسلام میں رسالت کو کلمۂ توحید کا جزو بنا دیا گیا ہے۔

توحید کے ساتھ انسانوں کا رشتہ رسالت ہی کے واسطے سے جڑتا ہے۔ معروف نومسلم مغربی محقق حسن عبدالحکیم (گائی ایٹن) کے الفاظ میں:

"The first shahadah---or first part of the confession of faith, would remain as abstraction if it had no sequel. It could be said that the second shahadah brings the first down to earth, and to deny the second would be to sever all connection with the first.--- The prophet is the link between creator and creature."
*(Islam and the destiny of man, p.62)*

یعنی کلمہ طیبہ کا پہلا حصہ محض تصور ہے دوسرے جزو کے بغیر۔ یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو ہی پہلے جزو کا تعلق اس دنیا سے قائم کرتا ہے۔ اگر اس دوسرے جزو (رسالت) کا انکار کر دیا جائے تو پہلے جزو (توحید) سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات ہی خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے۔

اس سے کھلا کہ توحید الٰہی پر ایمان معتبر نہیں، رسالت محمدی ﷺ پر ایمان کے بغیر۔ اسلام میں خدا کو صرف یکتا ماننا ہی مطلوب نہیں بلکہ اُسے ربّ محمد ﷺ کی حیثیت میں ماننا درکار ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین مانے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا چاہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل ایمان ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

چلے نہ ایمان اک قدم بھی اگر ترا ہمسفر نہ ٹھہرے
ترا حوالہ دیا نہ جائے تو زندگی معتبر نہ ٹھہرے

توحید، انسانی شعور کی باطنی پہنائیوں میں روحانی واردات ہی کی راہ سے جذب ہوتی ہے۔ یہ فیضان ہے معراج مصطفیٰ ﷺ کا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں قرآن حکیم کی مکی آیات میں باطنی احوال و واردات کا عنصر اس درجہ نمایاں نظر نہیں آتا جیسا معراج کے بعد نازل ہونے والے حصے میں نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت مطلقہ یعنی ذات الٰہیہ کا براہ راست، بغیر واسطہ حواس کے خالص باطنی ادراک حضور اقدس ﷺ کو معراج ہی سے نصیب ہوا۔ حضور سید عالم ﷺ کا یہی مشاہدۂ ذات اور رویت باطنی ہے جس نے نوع انسانی کو براہ راست بذریعہ قلب و وجدان ادراک الٰہیہ کی روشنی اور فیضان بانٹا ہے۔ یہ ادراک نوع انسانی کے لئے معراج مصطفیٰ ﷺ کا ارمغان ہے۔ پس سیرت مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ اس جہت سے وہ واحد ذریعہ قرار پاتا ہے جس سے نوع انسانی قرب الٰہی کی داخلی وجدانی راہوں پر جادہ پیما ہو سکتی ہیں۔ علامہ اقبال

نے مذہبی مشاہدات کی نوعیت پر گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر ھاکنگ (Hocking) کا یہ تجزیہ نقل کیا ہے:

"If ever upon the day-length time-span of any self or saint either, some vision breaks to roll his life and ours into new channels, it can only be because that vision admits into his soul some trooping invasion of the concrete fullness of eternity. *(Iqbal: The Reconstrucion of Religious Thoughts in Islam, P-21)*

اگر کسی ولی یا عامی کو اپنے محدود اور بے بصیرت نفس زمانی میں کوئی ایسا جلوہ نظر آتا ہے جس سے ہماری اور اس کی زندگی کی کایا پلٹ جائے تو اس کا سبب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ حقیقت سرمدیہ تمام وکمال محسوسیت کے ساتھ اس کی روح پر چھا گئی۔

اس اقتباس میں حقیقت سرمدیہ کی جس تجلی کی بات کی گئی ہے یہ دراصل مظہر ذات الٰہیہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ اور اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کی عمیق معرفت اور اسوۂ حسنہ کی کامل اتباع ہی کے ذریعے ایک ولی اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں حقیقت مطلقہ اس کی طرف متوجہ ہوتی اور اس کے شعور پر حاوی ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے بندے کی تمنا اور آرزو کا جواب (Response) اس کے جس اندرونی شعور کے مقابل اترتا ہے وہ دراصل اس کے باطن میں پنہاں تصور مصطفیٰ ﷺ ہی کا شعور واحساس ہے۔ جو شخص تصور مصطفیٰ ﷺ کی پہنائیوں میں گم ہوا اور اتباع رسالت مآب ﷺ میں ڈوبا ہو وہ ذات الٰہیہ کے غیر معمولی التفات، عنایات خسروانہ اور توجہات کریمانہ کے احاطے میں آ جاتا ہے۔ پس کیا اہل ایمان کا شیوہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خود کو ہر آن سیرت مصطفیٰ ﷺ سے جوڑے رکھیں۔ قرآن پڑھیں تو سیرت مصطفیٰ ﷺ کے الوہی بیان کی رعنائیوں میں کھو جائیں۔ احادیث طیبہ میں اتریں تو کلام رسول ﷺ کی نورانی شعاعوں سے اپنے تن من کی پہنائیاں اجالیں۔ احکام شریعت پر عمل پیرا ہوں تو ہر ہر حکم کے اندر جھلملاتی ادائے مصطفیٰ ﷺ کی تجلیوں سے بہرہ ور ہوں۔ تصوف وطریقت کی راہوں پر جادہ پیما ہوں تو قدم قدم مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت کے جگمگاتے نقوش کی پیروی میں خدا کے قرب ورضا کی اعلیٰ منزلیں ڈھونڈیں۔

مطالعہ سیرت.....آئیڈیل لائف سٹائل کی مہکار

آسمان سے جتنے مذاہب اترے وہ سب تدریجاً نوع انسانی کو آئیڈیل لائف سٹائل کی طرف لے کر چلتے رہے تا آنکہ فاران کی چوٹی سے خدا کا نور آخری بار دنیا والوں کے لئے چمکا اور سید کائنات محمد عربی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی شکل میں قیامت تک کے لئے آئیڈیل لائف سٹائل (Ideal Life Style) ہمیں دے دیا گیا۔ ایک ایسا لائف سٹائل جو ندرتوں کا ایک جہاں اور عظمتوں کی کہکشاں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو زندگی کے ہر دائرے، فکر ونظر کے ہر گوشے اور حسن کردار کے ہر زاویے سے متعلق رہنمائی کا سامان اپنی آغوش میں سمیٹے ہوئے ہے اور کیوں نہ ہو کہ جو ہستی اپنے وجود کی رعنائیوں میں یہ لائف سٹائل پرو کر لائی ہے وہ خود پوری کائنات کی آئیڈیل ہے۔ سب سے بلند اور سب سے جدا، وحی الٰہی کے سانچے میں ڈھلی اور عرش بریں سے ہو کر اتری۔ لیجئے مشہور نومسلم مفکر ابوبکر سراج (مارٹن لنگز) سے سنئے:

" The Messenger (Rasul) is not only the recipient of the Revealed Message but he also, like the Revelation, is 'Sent' into this world from the beyond. Just as the Quran embraces every aspect of human life, so it was the destiny of Muhammad ﷺ to penetrate with exceptional versatility into the domain of human experience, both public and private."*(What is sufism, p.33-34)*

یعنی پیغمبر علیہ السلام کی ذات نہ صرف مہبط وحی الٰہی ہے بلکہ وہ خود بھی وحی الٰہی کی طرح ماورائی دنیا سے اس زمین پر بھیجے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح وحی قرآنی اپنی وسعت وعموم میں انسانی زندگی کے تمام دائروں پر محیط ہے۔ اسی طرح محمد عربی ﷺ کا اسوۂ حسنہ غیر معمولی تنوع اور جامعیت کے ساتھ انسانی شعور کی سب انفرادی پہنائیوں اور اجتماعی وسعتوں میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اب نوع انسانی کے تمام آزاروں کا مداوا اسی آئیڈیل لائف سٹائل کی پیروی میں مضمر ہے۔ یہی سلامتی کا راستہ اور نجات کا دروازہ ہے۔ یہی انسان کا مقصد حیات اور خدا کی مشیت کا تقاضا ہے۔ زندگی کا مقصد یہ ہے کہ انسان مشیت الٰہی کے سانچے میں ڈھل جائے۔ زندگی دینے والا جیسا چاہے انسان ویسا ہی بن جائے۔ وہ جو کچھ کہے انسان وہی کرے۔ وہ جس سے روکے یہ اس سے رک جائے۔ اُس کی پسند انسان کی چاہت ہو اور اُس کی رضا انسان کی خواہش۔ اُس کی مرضی پر انسان فدا ہو جائے اور اُس کی محبت میں فنا۔ وہ جہاں بندے کو دیکھنا چاہتا ہے وہاں سے غائب نہ ہو اور جہاں سے منع کردے وہاں کبھی جانے نہ پائے۔ امام شاطبی نے مقاصد شرعیہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

المقصد الشرعي هو اخراج المكلف عن داعية هواه حتى يكون عبدالله اختيارا كما هو عبدالله اضطرار (الموافقات:۲/۱۲۸)

''یعنی شریعت کا مقصد یہ ہے کہ بندے کو اس کی خواہش نفس کے چنگل سے چھڑا دیا جائے تا کہ وہ اپنے اختیار سے خدا کا بندہ بن جائے جیسے کہ وہ فطری طور پر اضطراراً خدا کا بندہ ہے''۔

یہی تقویٰ ہے۔یہی عبدیت اور یہی ایمان کا تقاضا۔قرآن اسی کو مقصد تخلیق کہتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان مشیت الٰہی کے سانچے میں کیسے ڈھلے اور اپنے مقصد حیات کو کیونکر پائے۔خدا کی پسند و ناپسند کا معیار کیا ہے؟ اور اس تک پہنچنے کا راستہ کون سا۔خدا کی رضا کس چیز میں ہے؛ اور حسن عمل کا نمونہ کہاں۔غرض سوال بہت سے ہیں، پر جواب صرف ایک: یعنی ''حضور سید کونین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ''۔بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لئے انبیاء کرام کی بعثت اور آسمانی کتابوں کا جو سلسلہ شروع فرمایا وہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی پر آ کر منتہائے کمال کو پہنچ گیا۔آپ ﷺ کی بعثت سے تخلیق کائنات کی غایت اور نبوت و رسالت کی غایت دونوں پوری ہو گئیں۔علم، عمل اور روحانیت کی دنیا میں جتنے بھی مراتب کمال ممکن تھے وہ سب آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی میں جمع ہو گئے ہیں۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے الفاظ میں:

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خداشد برو تمام

یعنی ہر مرتبہ کمال جو مخلوق کے لئے ممکن تھا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہے اور ہر نعمت جو خدا کے خزانہ قدرت میں موجود تھی اس نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو دے دی۔

بناء بریں آنحضرت ﷺ کی بعثت شریفہ کے بعد انسانیت کے لئے ہدایت، سعادت اور فلاح کا راستہ ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔آپ ﷺ کی ذات اقدس مشیت الٰہی کا جلوہ ہے اور آپ ﷺ کی سیرت معیار زیست۔اب رہتی دنیا جس کو جو کچھ ملے گا اسی بارگہ کرم سے ملے گا۔قرب الٰہی کی راہ پر جادہ پیمائی کا پہلا قدم بھی اسی نقش پا کی اتباع میں اٹھے گا اور حاصل منزل بھی اس درگاہ حبیب ﷺ کی باریابی ہو گی۔ آپ ﷺ سے ہٹ کر ایمان و عمل کا کوئی تصور از روئے اسلام پیدا نہیں ہوتا۔آپ ﷺ ہی مرکز کائنات ہیں اور آپ ﷺ ہی مقصد حیات۔اس لئے کہ نبوت کی ابتداء سے لے کر آخر تک جس قدر بھی کمالات دنیا میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے اور طبقۂ انبیاء میں سے کسی کو ملتے رہے، وہ سب کے سب ذات محمدی میں آ کر جمع ہو گئے اور اس طرح جمع ہونے کہ اس سے پہلے نہ کوئی ایک کمال اس رفعت و عظمت کے ساتھ اور نہ وہ تمام کمالات اس جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع ہوئے تھے۔اس لئے حضور اقدس ﷺ کا اسوۂ حسنہ بلا امتیاز کائنات کے آغاز سے انجام تک ہر ایک کے لئے آئیڈیل لائف سٹائل قرار پایا۔

قارئین محترم! یاد رکھئے، خدا کی نظر میں اسوۂ مصطفیٰ ﷺ سے بہتر کوئی لائف سٹائل ہو ہی نہیں سکتا؛ اور دنیا اپنے تہذیبی شعور کے نقطۂ کمال پر پہنچ کر جب دم لے گی تو انتہائی عقیدت و محبت کے ساتھ دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر اپنی جبین نیاز جھکا دے گی۔

اب یہ بات تو بے غبار ہو گئی کہ انسان اپنے مقصد حیات کو پانے کے لئے جو بھی تدبیر، جو بھی راستہ اور جو بھی ذریعہ اپنائے بہرآئینہ اسے حضور نبی رحمت سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے جڑ کر رہنا ہو گا اور آپ ﷺ کی سیرت اطہر کے سائے میں جینا ہو گا۔مقصد حیات کسی کو سیرت مصطفیٰ ﷺ سے جڑے بغیر مل نہیں سکتا۔نہ عقائد اور اعمال کی وادیوں سے، نہ جذبوں اور ولولوں کی دنیا سے، نہ تزکیہ روح اور تعمیر شخصیت کی راہوں سے۔مقصد حیات کے بغیر زندگی محض حیوانیت ہے اور مقصد حیات کو پانے کا ذریعہ صرف اور صرف ایک: ''سیرت وسنت مصطفیٰ ﷺ سے پختہ اور والہانہ تعلق''۔ایسا تعلق جو دن کے اجالے اور رات کی تاریکی دونوں پر حاوی ہو۔جو زندگی اور موت دونوں کو ذات مصطفیٰ ﷺ سے جوڑ دے۔قدم قدم ہمیں جادۂ مصطفیٰ ﷺ پر چلائے اور نفس نفس ان کی یاد میں پگھلائے۔جو ہماری دھڑکنوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی تڑپ جگا دے اور ہماری سانسوں میں یاد مصطفیٰ ﷺ کی مہک بسا دے۔سیرت رسول ﷺ سے ہمارا یہ پختہ اور والہانہ تعلق دو چار دنوں میں استوار نہیں ہوتا؛ اس کے لئے ہمیں مسلسل اور متواتر ایک عمل جاری رکھنا ہو گا۔''مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا عمل''۔ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کا پیہم اپنا شیوۂ حیات اور اسلوب زیست بنانا ہو گا۔ہم زندگی کے جس بھی شعبے میں سرگرم عمل ہوں بہرآئینہ مطالعۂ سیرت ہمارے مستقل معمول کا ایک حصہ بن جائے۔ہماری دائمی روش اور شعار زیست۔سو آیئے ہم مطالعہ سیرت کو اپنا کر نور و نکہت کے اس راستے پر پہلا قدم بڑھائیں۔

اس تمنا کے ساتھ

لوٹ جا عہد نبی ﷺ کی سمت رفتار جہاں
پھر مری پسماندگی کو ارتقاء درکار ہے

**مطالعۂ سیرت... انسانی فطرت کی رعنائیوں کا سراغ**

قرآن حکیم نے حضور نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی کا تعارف مختلف حوالوں سے کرایا ہے لیکن آپ ﷺ کے منصب، آپ ﷺ کے مشن، آپ ﷺ کے مقاصد، آپ ﷺ کی دعوت اور آپ ﷺ کے پروگرام کا تعارف جس ایک لفظ میں سمیٹ کر رکھ دیا گیا ہے وہ ہے:

يُزَكِّيهِمْ (آل عمران:۱۶۴)

''یعنی حضور نبی کریم ﷺ اِس لئے دنیا میں مبعوث فرمائے گئے تاکہ آپ ﷺ نسل انسانی کا تزکیہ نفس فرمائیں''

چونکہ حضور سید عالم ﷺ کی بعثت شریفہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ نسل انسانی کا تزکیہ فرمائیں، اس لئے آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کا ایک ایک نقش پوری طرح محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات، آپ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایات، آپ ﷺ کا دیا ہوا نظام، آپ ﷺ کی شریعت سبھی تزکیۂ نفس کے ذرائع ہیں لیکن اصل منبع ہے ذات مصطفیٰ ﷺ۔ نبی اکرم ﷺ کی شخصیت بالذات سب سے مؤثر، سب سے طاقتور ذریعہ ہے تزکیۂ نفس کا اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے ہمیشہ آپ ﷺ کی شخصیت انتہائی فعال عامل رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں دین و شریعت، نظام و ادارت، اخلاق و اقدار اور تہذیب و تمدن سب تابع ہیں حضور اقدس ﷺ کی سیرت و شخصیت کے۔ سارا دین ایک پرتو ہے نبی کریم ﷺ کی اداؤں کا۔ اصل اور بالذات مقصود حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت مقدسہ اسلام کی جملہ تعلیمات کا محور ہے۔ سورۂ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱)

''اے دنیا والو! تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی ذات میں اسوہ حسنہ ہے''۔

سورۂ احزاب پانچ، چھ ہجری کے آس پاس نازل ہوئی ہے اور سورۂ مائدہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی اس میں احکام کا زیادہ حصہ ہے تو گویا سورۂ احزاب جب نازل ہوئی اُس وقت تک احکام کا تقریباً 1/6 حصہ ہی نازل ہوا ہوگا اور قرآن سورۂ احزاب میں کہتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں، ہر ضرورت، ہر حاجت میں، ہر مسئلے، ہر معاملے میں تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مکمل نمونہ ہے۔ اب ذرا غور کیجئے: سورۂ مائدہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی اُس میں وضو کا حکم ملا ہے تو بھلا ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے نماز فرض ہونے سے لے کر ہجرت کے ۷ (سات) سال بعد تک مسلمان نماز کے لئے کس طرح طہارت کیا کرتے تھے۔ کیا بغیر وضو کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ نہیں۔ پھر بھلا وضو کا طریقہ کہاں سے آیا تھا۔ یہ دراصل حضور محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی کا اختیار فرمایا ہوا طریقہ تھا۔

یہ بات تو اکثر ہم سنتے ہیں کہ نماز کے ارکان، اوقات، اعمال کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ یہ تفصیلات ہمیں صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ملتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ قرآن پاک میں وضو کا طریقہ سات ہجری کے بعد عطا کیا جارہا ہے اور اس سے پہلے نماز فرض ہونے سے لے کر آٹھ یا نو برس تک، بلکہ نماز تو روز اول ہی سے پڑھی جارہی تھی، لہٰذا تقریباً ۱۹ سال تک مومنین وضو کر کے نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ اور آپ ﷺ کا طرز عمل اُن کے لئے دین کی حیثیت رکھتا تھا اور قرآن پاک نے بعد میں سورۂ مائدہ کی وضو سے متعلق آیت کے ذریعے آپ ﷺ کی سیرت مطہرہ کے اُس پہلو کو بین الدفتین محفوظ کر دیا۔ ذرا سوچئے! انیس سال تک جس عمل کو مسلمان اختیار کئے ہوئے ہیں انیس سال بعد اسے قرآن پاک میں اتارنے کا مقصد کیا ہے؟ کوئی نیا حکم تو دیا نہیں جارہا بلکہ صرف آنے والی نسلوں کو تحفظ سیرت کے لئے بتایا جارہا ہے۔ پس کھلا کہ اہل ایمان کے نفوس کا تزکیہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کے نفوذ سے ہوا تھا۔ یہی وہ بات ہے جو اس آیۂ مقدسہ میں فرمائی گئی ہے:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (بقرہ:۱۲۹)

یہاں صیغہ ایسا برتا گیا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو فعال عامل (Operating Factor) بنا دیا۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی تزکیہ کرتی ہے۔ جب زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِمْ بِهَا (توبہ:۱۰۳)

''اے نبی کریم ﷺ آپ ان اہل ایمان کے مال میں سے صدقہ یعنی زکوٰۃ وصول فرمایئے تاکہ آپ ﷺ اس صدقے کے ذریعے ان کو پاک کریں''۔

عام طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ ہماراز کوۃ ادا کرنے کا عمل ہمیں پاک کرتا ہے یعنی زکوۃ کی ادائیگی ہمارے مال کو پاک کرتی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس قرآن پاک سے یہ ابھر کر سامنے آئی کہ زکوۃ کی ادائیگی خود بخود ہمارے مال اور ہمارے دل کو پاک نہیں کرتی بلکہ وہ محبوب خدا ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوتی ہے اور اُس ذات گرامی ﷺ سے ہمیں پاکیزگی ملتی ہے۔ جس طرح استاد اپنے شاگردوں میں نفوذ علم کا ذریعہ ہے، بلا تمثیل اسی طرح تزکیۂ نفوس کا سرچشمہ ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ روزہ، نماز، حج، جہاد وغیرہ تمام احکام دین کی حیثیت ان تدابیر کی ہے جو آپ ﷺ کے نفوذ وتاثیر کے ذرائع بنتے ہیں۔ آپ ﷺ ان ذرائع اور تدابیر کے محتاج نہیں ہیں۔ پاکیزگی کونین میں براہ راست نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ سے بٹتی ہے۔

قرآن پاک کی رو سے نبوت و رسالت محض ایک دعوتی ادارہ نہیں جس کا کام صرف نسل انسانی تک خدا کا پیغام پہنچا دینا ہو اور بس! بلکہ وہ انسانی وجود میں حرکی طور پر متصرف ایک انتہائی فعال قوت ہے جو اپنے فرائض منصبی یعنی تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفوس کے ذریعے افراد کونشوونمائے ذات اور ملت کو تعمیر و استحکام کی لامتناہی منزلیں طے کرا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب: ۶)

''نبی کریم ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں''

اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی اور سیرت طیبہ مومن کے لئے خود اس کے اپنے وجود کی گہرائی اور گیرائی سے بھی زیادہ محیط، زیادہ قریب اور زیادہ عزیز ہے۔ آفاقی ہدایت اور ابدی سعادت کا یہی وہ سرچشمہ ہے جس کے ذریعے انسان اپنے وجود کا داخلی مرکز دریافت کرسکتا ہے اور حیات وکائنات کی آخری منزل تک سفر کرسکتا ہے۔ معروف نومسلم مفکر حسن عبدالحکیم (گائی ایٹن) کے الفاظ میں:

"Prophet Muhammad ﷺ being the perfection and splendour of creation represents the human norm and is therefore the Model for every one. A Muslim has no choice but to model himself upon this "perfect exemplar," imitating Muhammed ﷺ so for as he is able, both in his character and in his mode of action.The sunnah of the prophet provides not only a frame-work but also, as it were, a network of channels into which the believer's will enters and through which it flows smoothly both guided and guarded."

*(Islam and the destiny of man, p.62, 186,187)*

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کے حسن تخلیق کا شاہکار ہونے کے ناطے نوع انسانی کے لئے بہترین نمونہ اور کامل ترین رہنما ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اپنے کردار اور شخصیت کو آنحضرت ﷺ کے اسوۂ کامل پر ڈھالنے کی کوشش کرے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت نہ صرف ایک لائحہ عمل مہیا کرتی ہے بلکہ یوں لگتا ہے جیسے وہ نہروں کا ایسا شاخ در شاخ جال ہو جس میں اہل ایمان کا منشا وارادہ داخل ہوکر محفوظ اور ہدایت یافتہ طریقہ پر نہایت پرسکون اور سہل انداز میں مثل آب رواں دواں رہتا ہے۔

ان تصریحات سے آشکار ہے کہ انسان اگر اپنے وجود کی داخلی رعنائیوں کو اجاگر کرنا چاہتا ہے اور نفس امارہ کی آلائشوں سے خود کو پاک کر کے ایک اجلا، سندر اور البیلا جیون حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے خود کو ذات رسالتمآب ﷺ سے جوڑنا ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کی سیرت مطہرہ کا مطالعہ نفس اپنا شیوہ بنانا ہوگا۔ مطالعۂ سیرت ہی وہ پہلا قدم ہے جو انسان کو تزکیۂ روح اور تعمیر باطن کی راہ پر جادہ پیمائی کے لئے اٹھانا ہوگا۔ جب تک سیرت طیبہ کا مطالعہ اور صحیح فہم انسان کو میسر نہ آئے وہ اپنی شخصیت، اپنے باطن اور اپنی روح کی سندرتا کو پانے کے لئے کوئی عمل، کوئی جدوجہد اور کوئی طریقہ بار آور ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔

انسانی وجود کی داخلی رعنائیوں کو پانے کا سفر جن راستوں سے گزر کر اپنی منزل تک پہنچتا ہے ان راستوں پر چلنے کے لئے قدم قدم ہمیں ایک سہارا، ایک اجالا، ایک رہبری درکار ہے۔ یہ سہارا مصطفیٰ ﷺ کی رحمتوں کا ہے، یہ اجالا ان کے نور ذات کا اور یہ رہبری ان کے نقوش پا کی ہے۔ اور اس سب کچھ کو پانے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے: ''مطالعۂ سیرت طیبہ'' مسلسل اور متواتر مطالعہ۔ دل اور روح کی کامل بیداری کے ساتھ۔ ذہن وشعور کی پوری آگہی کے ساتھ اور جذبۂ اخلاص کی ساری تابانی کے ساتھ۔

### مطالعہ سیرت..... نفس نفس آگہی سے جینا سکھائے

انسان آج کل جس انداز کی زندگی گزار رہا ہے رفتہ رفتہ وہ اس کے لئے اپنی معنویت اور کشش کھونے لگی ہے۔ اس میں ایک میکانکیت اور وضعیت (بناوٹ) ابھر آئی ہے۔ ایک ٹھہراؤ اور جماؤ۔ ایک تکلف اور ظاہرداری۔ کہنے کو آدمی جی تو رہا ہے مگر جینے کے لطف سے محروم۔ وہ دین پر عمل تو کر رہا ہے لیکن دین کی روح سے عاری۔ بس ایک جینا۔ بدل دیں اپنا میکانگی طرز حیات۔ ڈھل جائیں ایک نئے وجود میں۔

سنوار لیں اپنی زندگی۔ سدھار لیں اپنا ظاہر و باطن۔ لیکن کیسے؟۔ دین ہمارے جذبوں میں کیونکر اترے، اور عمل میں کیسے ڈھلے؟۔ یہی اس عہد کا سب سے بڑا سوال ہے؛ اور اس کا جواب ہمیں رب ذوالجلال کی بارگاہ سے یہ ملتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:۲۱)

یعنی بے شک تمہارے لئے خدا کے رسول ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے۔

اس آیت کریم میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: اے مسلمانو! زندگی میں جو چھوٹا بڑا عمل بھی کرو، اسے ہو بہو میرے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دو۔ زندگی گزارنے کے طریقے بے شمار ہیں، لیکن ان میں سے جو طریقہ خدا کو سب سے زیادہ پسند تھا وہ طریقہ اس نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سکھا دیا اور ہمیں کہا کہ جو کوئی خدا کے پسندیدہ طریقہ سے جینا چاہتا ہے وہ رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کرلے۔ خدا کو اپنے رسول ﷺ کی سنت پیاری ہے۔ اور وہ سب دنیا والوں کو سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں۔ ہر عمل، ہر حالت میں۔ سونے جاگنے میں۔ گویائی خاموشی میں۔ چلنے ٹھہرنے میں۔ اٹھنے بیٹھنے میں۔ غرض ہر نفس، ہر لحظہ، ہر قدم، ہر سانس پوری دنیا خدا کے رسول ﷺ کی پاکیزہ اداؤں کی پیروی میں لگی رہے۔ یہی انسان کا مقصد حیات ہے۔ یہی خدا کی مرضی اور یہی اس کا حکم۔ اسی کا نام شریعت ہے اور اسی کا نام دین۔ سچ کہا ہے شاعر نے۔

اسلام کیا ہے ، تیری ﷺ اداؤں کا نام
قرآن کیا ہے ، تیری ﷺ ثنا سر سے پاؤں تک

اتباع سنت ہمارے دین کا سب سے پہلا تقاضا بھی ہے، اور ہماری شخصیت کی تعمیر کا سب سے بڑا ذریعہ بھی۔ انسانی وجود کے سارے بگاڑ سنت رسول ﷺ کی پیروی ہی سے مٹتے ہیں۔ اتباع سنت سے انسان کی عادات واطوار کے لئے ایک سانچہ مہیا ہو جاتا ہے اور ہر شخص ایسی زندگی بسر کرتا ہے جس میں شعور کارفرما ہے، بیداری جلوہ گر ہے اور ضبط نفس نمایاں ہے۔ وہ کام اور وہ اعمال جن کی تہہ میں کوئی قاعدہ، ترتیب اور نظم و ضبط نہ پایا جائے، فکر وعمل کی ترقی میں رکاوٹ ثابت ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ ان سے قلب وروح کا ارتکاز تباہ ہو جاتا ہے اور انسان اس قابل نہیں رہتا کہ ان صلاحیتوں کو کسی ایک مرکز پر مجتمع کر سکے۔ اس لئے ہم جو قدم بھی اٹھائیں اور جو کام بھی کریں اسے ہمارے شعور وارادہ کے مطابق اور نظم وترتیب کا پابند ہونا چاہیے۔ اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم اپنے فکر وشعور کی سب موجوں اور قول وعمل کی تمام جنبشوں کا محاسبہ اور نگرانی کرنا نہ سیکھیں۔ اس محاسبہ وضبط نفس کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم اپنے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی سنت رسول ﷺ کی پیروی کا خیال رکھیں۔ اسطرح مسلسل محاسبہ، ضبط نفس اور پیہم نگرانی کے ذریعہ ہمارے ذہن ودماغ اور فکر وشعور ہمیشہ بیدار رہتے ہیں۔

بظاہر اس بات میں کوئی اہمیت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم کس ہاتھ سے کھاتے ہیں، کس کروٹ سوتے ہیں، اور کس طرح چلتے ہیں؛ لیکن اگر ہمارے اعمال میں ایک تنظیم رونما ہے اور ہم ایک خاص سانچہ میں اپنی عادات کو ڈھالنے کے عادی ہیں تو چھوٹی چھوٹی باتوں کی اہمیت اور تاثیر بہت بڑھ جاتی ہے۔ مسلسل ضابطہ وترتیب کا خیال رکھنا اور ہمیشہ اپنے آپ کو قواعد و پابندیوں میں بندھا ہوا محسوس کرنا انسان کی ذہنی وجسمانی کسل مندی اور غفلت وبے اتفاقی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ جب ہم اس طرح مسلسل مشق وتمرین سے اپنے تمام اعمال وتصرفات کو سنت رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھال دیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے نفس وشعور میں ضبط وانقیاد کے دواعی راسخ ہو جائیں گے۔ زندگی کا یہ پہلو طبیعت ثانیہ بن جائے گا۔ ہم فکری وعملی کسل مندیوں سے نجات پالیں گے اور ادب واخلاق کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہو جائیں گے۔

اس ضمن میں انتہائی قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اتباع سنت پرمبنی اعمال کی تہہ میں شعور وادراک اور ارادہ واحساس کا جذبہ ہمیشہ کارفرما رہنا چاہیے کیونکہ اگر سنت کے مطابق عمل اس سطح پر آگرے کہ ہماری تمام زندگی میکانکی ہو کر رہ جائے اور بے جان مشینری کی طرح اوامر ونواہی پر عمل کا تسلسل جاری رہے تو اس کا یہ معنی ہوگا کہ سنت نے اپنی قدر وقیمت کھو دی اور اسکی روح ختم ہوگئی جبکہ روح سنت کی پیروی ہی عمل کا مقصود اصلی ہے۔

سنت جیسا کہ مغرب زدہ معاندین اسلام سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی کوششوں سے ہم تک نہیں پہنچی جو فریسیوں کی طرح محض الفاظ پرست اور جامد مطلق ہوں بلکہ یہ ان لوگوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے جو بلا کا شعور رکھتے تھے۔ جن میں غضب کی عزیمت اور گہری بصیرت کے ساتھ عمل کے پرجوش دواعی موجزن تھے۔ اس کا صحیح اندازہ صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ سے ہوتا ہے۔ ان کی پیروی سنت مجرد ظواہر پرستی سے کلیۃً بالاتر تھی۔ انہوں نے پورے شعور وادراک سے مالا مال ہو کر اور کامل عزم وارادہ کے ساتھ اپنے آپ کو ایک ہادی ورہنما ﷺ کے سپرد کر دیا تھا تاکہ وہ ان کے اعمال کو اپنی پاکیزہ سیرت وسنت کے سانچے میں ڈھال دے۔ ان کا ذہنی شعور ہمیشہ زندہ رہا۔ سنت رسول ﷺ کی ایک ایک

جزئی میں جو حکمت عمل پوشیدہ ہے وہ اس سے پوری طرح باخبر رہے اور کامل شعور و احساس کے ساتھ اتباع سنت کے جادۂ نور پر گامزن رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سنت کی پیروی سے تاریخ میں لازوال فوائد اور بے مثال کامیابیاں حاصل کیں۔

سنت مطہرہ کی پیروی اللہ تعالیٰ ہم سے صرف اور صرف اس لئے چاہتا ہے کہ ہم جو عمل بھی کریں اور جس حالت میں بھی ہوں ہر وقت ہر آن، ہر نفس ہر سانس محبوب خدا ﷺ کی یاد میں ڈوبے رہیں۔ خدا کو اپنے رسول ﷺ کے اعمال و افعال کی مجرد نقل نہیں چاہیے۔ اصل مقصود ان اعمال کی انجام دہی میں رسول اللہ ﷺ کی طرف توجہ، دھیان اور آپ ﷺ کے تصور کی حرارت ہے۔ ہم پانی پئیں تو حضور ﷺ کو یاد کریں۔ کھانا کھائیں تو ان کی طرف توجہ رہے۔ بیٹھیں تو انہیں دیکھیں۔ اٹھیں تو انہیں سوچیں۔ گفتگو کسی سے ہو ان کی طرف دھیان رہے۔ سوئیں تو ان کے تصور میں اور جاگیں تو دل ان کی محبت میں ڈوبا ہو۔ یہی ہے اتباع سنت اور یہی ہے عشق رسول اور عشق و اتباع کی اسی حرارت کا نام ایمان ہے۔

زندگی کچھ نہیں، تیری اطاعت کے بغیر

اور بے روح اطاعت ہے، محبت کے بغیر

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے محض عادتاً میکانکی انداز میں سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنے کی بجائے جیتی جاگتی، محبت رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی اور تصور مصطفیٰ ﷺ کی حرارت سے بھری ہوئی اتباع سنت کے پیکر بن جائیں۔ ایسی اتباع جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پھوٹے۔ جذبوں کی ساری تپش جس میں گندھی ہوئی ہو۔ یاد رسول ﷺ کے ولولے جس میں انگڑائیاں لے رہے ہوں اور جو ہمارے وجود کے روئیں روئیں میں بجلیاں سی بھر دے۔ یہ منزل اتباع رسول ﷺ میں پہلے ہی دن میسر نہیں آجاتی۔ اس کے لئے پیہم ریاضت اور مسلسل مجاہدہ درکار ہے۔ یہ مجاہدہ عملی بھی ہوگا، ذہنی اور جذباتی بھی۔ عملی مجاہدہ مسلسل اتباع کا نام ہے اور ذہنی و جذباتی ریاضت پیہم مطالعہ سیرت سے عبارت ہے۔

مطالعۂ سیرت لگاتار جاری رہے تو اثر پذیری دن بہ دن بڑھتی چلی جاتی ہے تا آنکہ عمل کی ظاہری سطحوں سے لے کر وجود کی داخلی پہنائیوں تک پہ ایک ہی چھاپ لگ جاتی ہے: ''اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کی چھاپ''۔ مطالعۂ سیرت انسان کے وجود سے کاہلی کھرچ کر نکال دیتا ہے اور اس کی جگہ تازگی، بیداری اور نشاط سارے بدن میں انڈیل دیتا ہے۔ سیرت طیبہ کا مطالعہ خود ایک فعالیت ہے اور زندگی کے ہر گوشے، ہر روپ میں فعالیت بھر دیتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں دنیا بھر کے نفسی، کرداری اور روحانی علوم مل کر انسان میں ارتکاز، توجہ (Concentration)، اعتماد (Confidence) اور ماورائی مراقبہ (Transcendental meditation) کی اس قدر عملی قوت، ریاضت اور فعالیت پیدا نہیں کر سکتے، جس قدر تنہا مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا ایک ہی عمل اسے ان تمام صلاحیتوں سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔

**مطالعہ سیرت ..... حریم قدس میں باریابی کی کلید**

حضور انور ﷺ رحمۃ للعلمین ہیں۔ کائنات کے ہر ذرے، ہر قطرے کے لئے رحمت چنانچہ آپ ﷺ کے وسیلہ کے بغیر نہ وجود کی نعمت کسی کو ملتی ہے اور نہ زندگی کسی کی قائم رہ سکتی ہے۔ حضور اقدس کا پاکیزہ نسبت ہمارے لئے جینے کا سہارا ہے۔ یہی ہماری منزل اور یہی ہماری پہچان ہے۔ جدید نفسیات کی اصطلاح میں حقیقی پہچان (Real Identity)۔ ایسی پہچان جو انسان کے اندر اپنے ہونے کا اعتماد پیدا کرتی ہے۔ ماہرین نفسیات کے الفاظ میں:

"This sense of Identity provides the ability to experience oneselt as something that has continuity and sameness and to act accordingly."

*(Childhood & Society)*

یعنی شعور نسبت اور احساس شناخت کا یہی وہ عنصر ہے جس سے انسان اپنے ہونے کے تسلسل اور وحدت کا تجربہ پاتا ہے اور جس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

ماہرین نفسیات آدمی کے اندر اعتماد ذات پیدا کرنے کے لئے جس قسم کی برتر نسبت اور شناخت (Super Identity) سے اس کا تعلق جوڑنا چاہتے ہیں، اس کائنات میں وہ نسبت تنہا نبی اعظم و آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ بناء بریں انسان اگر شعور ذات سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو اس کے سامنے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں کہ جہاں تک ہو سکے وہ اپنے افکار و تصورات اور اعمال و کردار کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کرے۔ صرف اسی طرح وہ اپنے وجود کا داخلی مرکز دریافت کر سکتا ہے اور حیات و کائنات کی آخری منزل تک سفر کر سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور سیرت طیبہ مومن کے لئے خود اس کے اپنے وجود کی گہرائی اور گیرائی سے بھی زیادہ محیط، زیادہ قریب اور زیادہ عزیز ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (احزاب:۶)

''یعنی حضور اقدس ﷺ مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں''

دین بہت سی چیزوں کا مجموعہ ہے اور ہر چیز اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے لیکن ایمان سب سے بڑھ کر اہم ہے اور ایمان کا جوہر (Essence of Faith) محبت ہے۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ یہ دونوں محبتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں اپنا دوٹوک فیصلہ سنا دیا ہے کہ خدا سے محبت کا دعویٰ اس کے محبوب ﷺ کی محبت و اتباع کے بغیر بے معنی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ (آلِ عمران:۳۱) تو صاف کھلا کہ حب رسول ﷺ کے بغیر حب خدا قبول نہیں۔

دین میں عقائد و اعمال کی طرح جذبوں کی دنیا پر بھی محمد عربی ﷺ کی حکمرانی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو روحانیت میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے اور اسلامی روحانیت کا جوہر عشق مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ ہی ہے جو ایمان کی کھیتی کو ہرا بھرا رکھتا ہے۔ قرآن و سنت کا اٹل فیصلہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت ہے۔ رسول ﷺ کی محبت ہی خدا کی محبت ہے۔ اور رسول ﷺ کی یاد (درود پاک) ہی خدا کی یاد ہے۔ نامور اسلامی مفکر عیسیٰ نورالدین (فرتھجوف شواں) نے لکھا ہے۔

"Prophet is Islam... love of the Proph ﷺ etconstitutes a fundamental element in Islamic spirituality. It arises because muslims see in the prophet ﷺ the prototype and model of the virtues which make the theomorphism of man and the beauty and equilibrium of the universe*(Understanding Islam, p. 91,95)*

یعنی پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات ہی اسلام ہے۔ آپ ﷺ کی محبت اسلامی روحانیت کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ اس محبت کا سرچشمہ یہ ہے کہ مسلمان آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی میں ان تمام جوہری اوصاف و خصائص کا اولیں معیار اور اساسی نمونہ دیکھتے ہیں جو انسانی فطرت اور کائنات دونوں میں توازن اور رعنائی قائم رکھے ہوئے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پیروی انسان کی زندگی پر غیر معمولی اثرات ڈالتی ہے۔ ہم اپنی روزمرہ زندگی کے معمولات میں پیروی سنت کو ملحوظ رکھیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمل کی ہر ہر صورت میں ہم آنحضرت ﷺ کی عملی زندگی پر غور و فکر کرنے کی عادت ڈالیں گے کیونکہ ہمیں اپنے تمام اعمال کا جائزہ لینا ہے اور اپنی پوری زندگی میں یہ دیکھنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت و پیروی کا مقصد پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس طرح گویا ہمارے روزمرہ مشاغل میں کائنات کی عظیم ترین ہستی کا شخصی اثر و نفوذ منعکس ہوگا اور یہی وہ روحانی اثر و نفوذ ہوگا جو ہماری زندگی کی مشینری کو متحرک رکھے گا۔

اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ہر حال اور ہر کیفیت میں شعوری یا غیر شعوری طور پر محبوب خدا ﷺ کی ذات اقدس سے ایک مضبوط قلبی و روحانی نسبت اور ایک گہرے فکری و جذباتی تعلق سے سرشار رہیں گے۔ یہ قرب و نسبت ہر نازک موقع پر ہمارے لئے زندگی، حرارت اور حرکت و عمل کی بھرپور قوت و توانائی کا سرچشمہ قرار پائے گا۔ اس کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ شخصیت رسول ﷺ کا اثر و نفوذ ہماری فکری و روحانی تربیت اور تعمیر سیرت و شخصیت میں انتہائی فعال اور موثر کردار ادا کرے گا۔ ہماری فطرت کے اندر جس قدر صلاحیتیں ودیعت ہیں ان کی بالیدگی اور نشوونما کے بھرپور مواقع فراہم کرے گا۔ ہمیں فکر و عمل کے ہر میدان میں انتہائی کامل اور متوازن نمونے پر ڈھال دے گا۔

اتباع رسول ﷺ ایک ایسا جذبہ ہے جس کی بدولت ہم اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ عبادت میں ڈھال سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں زیادہ کچھ نہیں کرنا۔ ہر وقت ہم کچھ نہ کچھ عمل تو ویسے بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ کھانا، پینا، پہننا، بولنا، چلنا، خریدنا، بیچنا سب ہمارے اعمال ہی تو ہیں۔ ان اعمال کو عبادت بنانے کے لئے ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ طریقہ مصطفیٰ ﷺ کا اپنا لیں۔ نیت پیروی کی ہو اور جذبہ حضور اکرم ﷺ کی محبت کا۔ بس اتنا خیال رہے کہ محبت کے بغیر اتباع محض دھوکہ ہے۔ خدا کو ہم سے اپنے رسول ﷺ کی صرف پیروی نہیں چاہیے: بلکہ وہ پیروی چاہیے جو محبت میں ڈوبی ہو۔ خدا تعالیٰ پہلے ہمارے دل کو پرکھتا ہے۔ اور پھر عمل کو۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں، اس لئے خدا تعالیٰ ہم سے حضور اکرم ﷺ کی محبت کا مطالبہ پہلے کرتا ہے اور اس کے بعد پیروی کا۔ محبت پیش شرط (Pre-requisite) ہے اطاعت کی۔ محبت ہو اور اطاعت نہ ہو تو حضور اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق میں کمزوری ہے جو دور ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اطاعت ہو اور محبت نہ ہو تو سرے سے تعلق ہی موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ہمارا جس قسم کا تعلق چاہتا ہے وہ تعلق تو سچی اور والہانہ محبت کے بغیر شروع ہی نہیں ہو سکتا؛ اگر ہمیں دین اپنا نہیں گھڑنا، بلکہ خدا کے بنائے ہوئے دین پر چلنا ہے تو یاد رکھئے کہ خدا کے دین کا پہلا قدم محبت رسول ﷺ ہے اور یہ بھی مت بھولئے

کہ محبت کسی عقلی رویے کا نام نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: "حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عقلی محبت ہونی چاہیے، طبعی محبت نہیں"۔ گویا ان لوگوں کے نزدیک محبت کسی اقرار نامے پر دستخط کرنے یا کوئی اعلامیہ پڑھ کر سنانے کا نام ہے۔ عقلی محبت کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو اپنا محبوب ماننا اور بہت فرق ہے کسی کو محبوب "ماننے" اور محبوب "بنانے" میں۔

اللہ تعالیٰ تو ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے محبوب کو اپنا محبوب ﷺ بنالیں اور خود ان کے عاشق زار بن جائیں۔ یوں کہ دل کی دھڑکن میں وہی بسے ہوں اور روح کی پاتال میں انہی کا نور جگمگائے۔ سانسوں کی تپش میں وہ ہوں، نبضوں کے ارتعاش میں وہ چہرے کی شادابی اور من کا گداز انہی سے ہو۔ پیاس وہی، سیرابی وہ ہوں۔ درد وہی، شفا بھی وہ ہوں۔ لب کھلیں تو انہی کا نام ابھرے اور زبان ہلے تو انہی کا ذکر پھیلے۔ آنسو بہیں تو انہی کے درد کی رم جھم ہو اور تبسم انہی کے پیار کی خوشبو۔ رتجگے انہی سے ہوں اور ریاضتیں انہی کے نام۔ علم و فکر کا حاصل وہ ہوں، حسنِ عمل کا محور وہ۔ سب رشتے تعلق انہی سے ہوں اور بغض و محبت انہی کے ناطے۔ جان و مال نثار ہوں ان پر، جینا، مرنا انہی کی خاطر۔

بس یہی ہے محبت اور یہی دین و ایمان اور دین و ایمان کی اس منزل تک رسائی کے لئے ہمیں نفس نفس "مطالعہ سیرت" کو اپنا شیوہ بنانا ہوگا۔ مطالعہ سیرت ہمارے دل میں حب رسول ﷺ کا بیج بوئے گا، مطالعہ سیرت ہی اس کی آبیاری کرے گا اور مطالعہ سیرت ہی رفتہ رفتہ ہماری کشتِ جاں میں مصطفیٰ ﷺ کی چاہتوں، محبتوں، وفاؤں اور ولولوں کی لہلہاتی فصل اگا دے گا۔

وجہ یہ ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت مطہرہ انسان کی تربیت و رہنمائی، تزکیہ نفس اور تعمیر شخصیت کا سب سے بڑا، موثر اور طاقتور ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم کے الوہی کلمات کے بعد انسان کے قلب و دماغ کے لئے سب سے زیادہ اثر انگیز اور حیات آفریں سرچشمہ یہی تو ہے۔ سیرت نبوی کا مطالعہ انسان کے ذہن و فکر کو سنوارتا اور اخلاق و کردار کو نکھارتا ہے۔ اس سے دلوں کا زنگ اترتا۔ اور ایمان کا نور ابھرتا ہے۔ اس سے روح کو سکون ملتا اور ذوق و شوق پروان چڑھتا ہے۔ اس سے آدمی کو اپنی پاکیزہ فطرت اور ایمانی شخصیت کا سراغ ملتا ہے۔ اس کے وجود میں لافانی قوت اور انمول توانائی بھر جاتی ہے اور وہ دنیا میں جنت کی پاکیزہ ہواؤں میں سانس لینے لگتا ہے۔

یہ ان کی سیرت کامل کا فیض ہے جس نے
ضمیرِ آدم خاکی میں بجلیاں بھر دیں

## مطالعہ سیرت سے زندگی میں رحمتوں کا عکس جھلملائے

انسانی شخصیت کی نشو و نما جنگل کے کسی خودرو پودے کی طرح نہیں ہوتی کہ جس کی شاخیں اپنے اندرونی جوش نمو کی بدولت ایک بے ہنگم طریقے سے بڑھتی اور پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ کسی قسم کی ترتیب ہے نہ ڈھب۔ کوئی حسن ہے نہ سلیقہ۔ انسانی روح کی بالیدگی کے لئے ضروری ہے کہ کسی نشو و نما یافتہ ذات (Developed Personality) سے اس کا رشتہ جڑ جائے اور نشو و نما یافتہ ذات صرف پیغمبر ہی کی ہوتی ہے۔ انسان خدا کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اس لئے خدا نے اسے زمین پر اتارنے کے ساتھ ہی اس کی تربیت اور تعمیر شخصیت کا بہترین انتظام کر دیا تھا۔ پہلا انسان پہلا پیغمبر بھی تھا۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دھرتی کے سینے پر انسان کی ایک سانس اور اس کے دل کی ایک دھڑکن بھی نبوت کی رہنمائی اور تاثیر و نفوذ کے بغیر گوارا نہیں کی۔

اس سے ایک پیہم سلسلہ بعثت و ہدایت شروع ہوا۔ ہر عہد اور ہر قوم میں پیغمبر آتے رہے تاکہ آدم کی اولاد نفس نفس پیغمبروں کی رہنمائی میں جیے اور قدم قدم ان کی پیروی میں چلے۔ یہی انسانی شخصیت کی تعمیر اور نشو و نما کا الوہی منہاج ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی ایک ہی سانچے میں ڈھلے اور یہ سانچہ خدا نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اتارا جس کی آخری اور اعلیٰ ترین شکل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ ہے۔ اب قیامت تک اولادِ آدم کی تربیت اور تعمیر نفوس کے لئے یہی ایک ماڈل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران:۱۶۴)

"یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت"۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کی سیرت مطہرہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیاد اور ہمارے نظام فکر و عمل کا سرچشمہ ہے۔ اس کے بغیر ادیان عالم میں اسلام کا امتیاز اور امت مسلمہ کا جداگانہ تشخص ممکن ہی نہیں۔ امت مسلمہ کی ذات و صفات اور ذوق و مزاج کی نمود اسی ذات گرامی سے

ہوئی اور چودہ صدیوں پر محیط اسلامی تہذیب و تاریخ کا ہر دائرہ اسی کمال سیرت کی عملی تجسیم ہے۔

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما، آئین ما

اس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ دین اسلام کی صحیح اور مکمل تصویر ہے۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے الہامی ہدایت کا آخری پیغام کتاب زندہ قرآن حکیم کی صورت انسانیت کا سامعہ نواز ہوا اور آپ ﷺ ہی کے اقوال و اعمال نے اس ہمہ گیر و ہمہ جہت انقلاب کو عملی جامہ پہنایا جو اس الہامی ہدایت کا نصب العین ہے۔ یوں حضور انور ﷺ کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے ایک فرد کی سوانح نہیں بلکہ دنیا کی عظیم ترین تہذیب کا پیکر، دین حق کا سرچشمہ اور پوری کائنات کے لئے دائمی دستور حیات ہے۔

ظلمت دہر میں بھٹکے ہوئے انساں کے لئے
از ازل تابہ ابد نور دھارا تو ہے

زندگی اسلام کے ہدایتی سانچے میں مکمل طور پر تبھی ڈھل سکتی ہے جبکہ قرآن حکیم کی نظری تعلیمات کے ساتھ اسوۂ حسنہ کے درخشندہ عملی نقوش کی بھی کامل اتباع کی جائے۔ کیونکہ سیرت طیبہ قرآن حکیم کی تفسیر کبیر ہی نہیں اس کا کامل ترین عملی ظہور بھی ہے۔

انہی کے نور سے روشن ہے جادۂ ہستی
انہی کی ذات کو عکس کتاب کہتے ہیں

قرآن مجید آفاقی کتاب ہے تو اس کی عملی تفسیر یعنی سیرت مصطفیٰ ﷺ بھی آفاق کی سب وسعتوں اور زمانے کی سب پرتوں پر حاوی ہے۔ انسان جس خطے اور جس عہد میں سانس لے رہا ہو، اس کے شعور کا ہر دائرہ اور اس کے کردار کا ہر گوشہ ایک بنیادی احتیاج (Basic Necessicity) لئے ہوتا ہے: ''وقت کے تقاضوں پر حاوی ہو کر جینے کی تمنا''۔ اس احتیاج اور اس تمنا کی تکمیل اگر کہیں سے ہو سکتی ہے تو صرف اور صرف نبی کل کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت اطہر سے۔ انسانی دنیا میں روز اول سے آج تک جتنی بھی تہذیبی پروان چڑھیں، سب کے جواہر اپنی سُندر، کومل لطافتوں کے ساتھ اسی ایک آفاقی ماڈل میں سمٹ آئے ہیں؛ لہذا آج دنیا کی کسی بھی قوم اور کسی بھی تہذیب سے وابستگی رکھنے والے افراد اگر اپنے موجودہ معیار سے اوپر اٹھ کر جینا چاہتے ہیں تو انہیں حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے برتر ماحول میں آنا ہو گا۔

کوئی انسان خدا کی نظر میں جچ ہی نہیں سکتا جب تک اس کا پورا وجود اندر سے باہر تک اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ صرف یہی نہیں چاہتا کہ ہمارا لباس، ہماری وضع قطع اور ہماری چال ڈھال اس کے محبوب مصطفیٰ ﷺ کی اداؤں کا پرتو ہو؛ بلکہ یہ بھی کہ ہماری امنگیں، ہمارے جذبے اور ہماری دھڑکنیں تک ان کی رحمتوں کا مظہر بن جائیں۔ ہماری شخصیت کے ہر گوشے میں ان کی سیرت کے جلوے رقصاں ہوں اور ہمارے کردار کا ہر زاویہ ان کے اخلاق حسنہ کی عملی تجسیم (Personification) نظر آئے۔ ہماری زندگی کی ہر حالت اور ہر کیفیت ان کے رنگ میں رنگی ہو۔ یہی صبغۃ اللہ (الوہی رنگ) ہے کہ ہم جب تک جئیں، ان کی شخصیت کا آئینہ بن کر رہیں۔ خدا کی عبادت کریں تو ان کی اداؤں میں ڈوب کر اور مخلوق خدا سے پیار کریں تو ان کی رحمتوں کا پیکر بن کر۔ غرض ہم جب اور جہاں کسی کو نظر آئیں، اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کا حسین روپ جھلملا رہا ہو۔ یہی خدا کی منشا ہے اور یہی ہماری زندگی کا مقصد۔ جدید علم النفس کی زبان میں اسے Mirroring سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ Mirroring کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Adopting other persn's behaviour as though you were a mirror image".
*(Unlimited power p.358)*

یعنی کسی دوسرے انسان کے طرز فکر اور طریق عمل کو عقیدت و محبت کے ساتھ اس طرح اپنی شخصیت و کردار میں سمو لینا اور اس انداز سے اس کی پیروی کرنا کہ گویا آپ اس ہستی کا ایک عکس آئینہ بن گئے ہوں۔

اتباع و پیروی اگر دوسرے شخص کے نقش قدم پر چلنے کا نام ہے تو وہ دوسرا شخص کوئی بھی ہو سکتا ہے، لیکن پیروی کچھ ایسی ہو کہ ایک آدمی اپنی پوری شخصیت دوسرے کے نمونۂ عمل میں ضم کر دے، خود اس پر نچھاور ہو جائے تو واضح ہے کہ انسانوں کی دنیا میں اس انداز کی پیروی صرف اور صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کے فکر و عمل کی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقام انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کو دیا ہی نہیں۔ محبت تو انسان کو اپنے ماں باپ، استاد اور مرشد سے بھی ہو سکتی ہے لیکن محبت اور پیروی دونوں اس انتہا (entirety) کے ساتھ یکجا ہو جائیں کہ آدمی

کی اپنی شخصیت بالکل گم اور فنا ہو جائے؛ کچھ یوں کہ اس کی زندگی اپنے محبوب ومطاع کی ہستی کا ایک عکس آئینہ (Mirror Image) بن جائے۔ایسی محبت وپیروی صرف انبیاء کرام علیہم السلام کی ہو سکتی ہے۔انسانی فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے اور مشیت الٰہی کا فیصلہ بھی اور اب جبکہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی میں سب انبیاء کی سیرتیں جمع ہو چکی ہیں اور نسلِ آدم کے لئے آخری، کامل ترین اور محفوظ ترین نمونہ بس آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے، تو کیوں نہ ہم کہیں کہ سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ واتباع کے بغیر زندگی کا ہر راستہ محض گمراہی ہے۔

شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو
منزل کی ہو تلاش ، ترے نقشِ پا کے بعد

**مطالعہ سیرت.....جمالیاتی احساس کی زیبائیاں من میں اتڈیلے:**

انسان فطرت کے جو مخفی گوشے رفتہ رفتہ آشکار ہو رہے ہیں ان میں سے ایک جمالیاتی رویہ (Aesthetic Attitude) ہے۔عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی پر شعور (cognition) کی گرفت غالب ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔واقعہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کا غالب حصہ جذبوں (Emotions) کے تابع ہے اور جذبوں کا تعلق جمالیاتی احساس سے ہے۔اگر انسان کا جمالیاتی احساس پوری طرح بیدار ہو تو اس کی زندگی میں دن بہ دن نکھار بڑھتا جاتا ہے۔مذہب انسان کے جمالیاتی احساس سے کام لے کر اپنی تعلیمات اسکے جذبوں میں اتڈیل دیتا ہے۔مذہبی شعائر اور روایات کا سارا تقدس (Sanctity) آدمی کے جمالیاتی رویوں ہی کی راہ سے زندگی میں نفوذ پاتا ہے۔معبودِ مطلق، پیغمبرِ برحق ﷺ اور کلامِ الٰہی سے گہری اور شدید محبت ایک جمالیاتی رویہ ہی تو ہے۔عبادات اور دینی مراسم میں والہانہ جوش اور فریفتگی بھی اسی کا مظہر ہے۔

اسلام تو خیر ہے ہی روحانیت اور محبت کا دین۔اس کی تعلیم کا جوہر ہے خدا کی شدید ترین محبت: "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" (بقرہ:۱۶۵)، رسول خدا ﷺ سے والہانہ پیار: "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" (احزاب:۶) عبادت کرو تو یوں کہ تم خدا کے دیدار میں گم ہو جاؤ: "ان تعبد اللّٰه کانك تراه" (صحیح بخاری، کتاب الایمان ۱/۱۸) اور کلام الٰہی پڑھو، سنو تو اس طرح کہ دل تڑپ اٹھے، رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور آنکھیں برس پڑیں: ﴿اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا﴾ (اسراء:۱۰۷)۔یہی والہانہ، جذب انگیز اور وجد آمیز کیفیت (Ecstatic adoration) اسلام ہر عبادت، ہر عمل میں چاہتا ہے۔خواہ یہ عمل تعلق باللہ کی نوعیت رکھتا ہو یا تعلق بالرسول ﷺ کی۔

نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہمارے جمالیاتی تعلق کی بنیاد ایک ہی ہے: "یعنی عشق ومحبت" اور اس محبت کے ان گنت حوالے ہیں۔ایک حوالہ ہے: "نعت رسول ﷺ"۔نعت لکھنا، نعت پڑھنا اور نعت سننا یہ تین ایسی حالتیں ہیں جن میں سے کوئی نہ کوئی حالت ہر اہل ایمان کی لازماً ہونی چاہیے؛ ورنہ اندیشہ ہے کہ اس کے وجود کی تمام اندرونی لطافتیں رفتہ رفتہ دم توڑنے لگیں گی۔اس کی شخصیت کے باطنی جواہر نشوونما سے محروم ہو کر فساد کے عوامل میں ڈھلتے چلے جائیں گے اور اس کے جذبوں کی کائنات پر دھیرے دھیرے افسردگی، یاس اور قنوطیت (Pessimism) کی پرچھائیاں حاوی ہو جائیں گی۔

نعت، ذکرِ رسول ﷺ کا ایک آہنگ ہے۔خدا نے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔اس کائنات میں ہر سو، ہر آن ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کی مہک پھیل رہی ہے۔دین کا کوئی حکم ذکرِ رسول ﷺ سے خالی نہیں۔ہر عمل کی ادائیگی میں تصورِ مصطفیٰ ﷺ ناگزیر ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ذکر، تصور اور محبت دین کا جوہر ہے اور اس کے اظہار کی ایک انتہائی پاکیزہ شکل نعت۔ایسا اظہار جس کا الہامی روپ قرآن ہے۔اور جسے خود نبی کریم ﷺ نے دین کا حصہ بنا دیا۔حضرت حسان کو اپنے منبر پر بٹھا کر نعت سنی اور دعاؤں سے نوازا۔حضرت کعب سے نعت سنی اور اپنی چادر عنایت فرمائی۔یہاں سے نعت اہل ایمان کی سرشت میں داخل ہو گئی اور محبت رسول ﷺ کی پہچان بن گئی۔یہاں تک کہ شیخ ابن تیمیہ جیسی شخصیت بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکی:

قيام المدحة والثناء عليه والتعظيم والتوقير له اقيام الدين كله و سقوط ذلك سقوط الدين كله
(الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ، ص۲۳۵)

"یعنی حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا (نعت) اور تعظیم وتوقیر کا اہتمام کرنا پورے دین کو قائم کرنا ہے اور اسے ضائع کر دینا سرے سے پورے دین ہی کو ضائع کر دینا ہے"۔

بات یہ ہے کہ دین بارگاہ رسول ﷺ تک رسائی کا نام ہے۔اور نعت اس رسائی کا مؤثر ذریعہ ہے۔نعت درود پاک کی ایک صورت اور

مذہبی شاعری کی معراج ہے۔ نعت میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر، تصور، یاد اور محبت سب کچھ موجود ہے۔ نعت کے بغیر دین محض ایک زہد و تقشف بن جاتا ہے اور مجھے تو یہ بات کسی طور سمجھ نہیں آتی کہ ایک مسلمان نعت کے بغیر جی کیسے سکتا ہے؟ کچھ نا سمجھ ایسے بھی ہیں جو آج کل روشن خیالی کے گھمنڈ میں عشق رسول ﷺ اور نعت مصطفیٰ ﷺ سے بیزاری پھیلا رہے ہیں: لیکن واقعہ یہ ہے کہ لوگ اور بھی زیادہ نعت کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ یہ سب نام محمد ﷺ کی کشش ہے۔ کائنات کی ہر کشش سے زیادہ۔

لب پہ نام آتا ہے روح مسکراتی ہے
زندگی بہاروں میں ڈوب ڈوب جاتی ہے

نعت کہنے، نعت پڑھنے اور نعت سننے کا ذوق و شوق اور رجحان دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ مشیت الٰہی کا خاص اہتمام ہے تاکہ روشن خیالی اور تصلیت پرستی کے فتنے کا سد باب ہو سکے۔ روشن خیالی محبت سے بھاگتی ہے اور نعت، محبت رسول ﷺ کی انتہا ہے۔ اس طرح جوں جوں نعت پھیلتی ہے، محبت بڑھتی جاتی ہے اور روشن خیالی کے اندھیرے چھٹتے چلے جاتے ہیں۔ روشن خیالی طبیعت کو ذاتِ رسول ﷺ سے دور کرتی ہے اور نعت اسے واپس دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پر لا کر ڈال دیتی ہے۔ روشن خیالی حضور ﷺ سے عقلی تعلق کی بات کرتی ہے اور نعت اس تعلق کو روح کی گہرائیوں میں انڈیل دیتی ہے اور جوں جوں اس تعلق کی گہرائیاں بڑھتی جاتی ہیں، توں توں آدمی کے شعور و احساس میں سیرت طیبہ کے مطالعہ اور اتباع سنت کا جذبہ ابھرتا جاتا ہے۔

پس قارئین محترم! جان لیجئے کہ نعت رسول ﷺ در حقیقت ایک جمالیاتی رخ ہے مطالعۂ سیرت کا۔ نعت ایک طرف تو انسان حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے بہت سے گوشوں کا عرفان بخشتی ہے اور دوسری طرح اس کے دل میں اپنے آقا و مولا ﷺ کی سیرت مقدسہ کو مزید پہنائیوں میں اتر کر جاننے، سمجھنے اور اپنانے کا ذوق و شوق ابھارتی ہے۔ یوں مجھے کہنے دیجئے کہ نعت ایک وسیلہ اور مقدمہ ہے مطالعۂ سیرت کا۔

جو شخص نعت رسول ﷺ سے جڑ جاتا ہے وہ اگر جمالیاتی احساس کی ندرتوں سے محروم نہ ہو، تو کبھی سیرت مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ سے محروم نہیں رہ سکتا۔ نعت کا ذوق اگر سچ مچ انسان کے دل میں جاگ اٹھے، تو وہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کو پڑھے، سمجھے اور اپنائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نعت میں اک تپش ہے اور یہ تپش مطالعہ سیرت ہی سے Channelize ہوتی ہے۔ نعت سے آدمی کے سینے میں اک تڑپ امنڈتی ہے اور اس تڑپ کو کہیں تسکین نہیں ملتی سوائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے۔ نعت ایک ولولہ جگا دیتی ہے آدمی کے تن من میں: اور یہ ولولہ اسے ہر آن سیرت مصطفیٰ ﷺ کی رعنائیوں سے جوڑے رکھتا ہے۔

پس اے قارئین محترم! اگر آپ نعت کہتے، نعت پڑھتے یا نعت سنتے ہیں تو اپنے وجود کی اندرونی دنیا میں اچھی طرح جھانک کر فیصلہ کیجئے کہ آیا آپ کا ذوق نعت سچا ہے یا دھوکہ۔ کہیں آپ محض ایک پیشہ ور نعت گو، نعت خواں یا نعت کی محفل سجانے والے تو نہیں۔ کیا آپ کا اہتمام نعت سچ مچ حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی سے آپ کا رشتہ جوڑ رہا ہے یا نہیں۔ کیا آپ حقیقتاً معاشرہ میں ذوق نعت پروان چڑھاتے ہیں یا محض تشہیر ذات کی مہم چلا رہے ہیں۔ یاد رکھئے! اگر نعت فی الواقع آپ کا تعلق سیرت مصطفیٰ ﷺ سے جوڑتی ہے اور یہ تعلق دائمی پختگی لئے ہوئے ہے تب تو آپ سچ مچ نعت رسول ﷺ کا اہتمام کر رہے ہیں ورنہ اندیشہ ہے کہیں خدا کے ہاں نعت کی توہین کے مرتکب نہ گردانے جائیں۔

مطالعۂ سیرت النبی ﷺ انسان کے تمام تر جمالیاتی رویوں اور احساسات کو حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر مرتکز کر دیتا ہے۔ یوں انسان کی ساری توجہ، دھیان اور شعور پہ ہر آن سیرت طیبہ کے جلوے چھائے رہتے ہیں۔ اس کے وجود کی داخلی پہنائیوں میں ایک برتر پاکیزہ ماحول، ایک ماورائی فضا اور ایک البیلی مہک پھوٹ پڑتی ہے۔ یہ ماحول، یہ فضا، یہ مہک رحمتوں کا نکھار انڈیل دیتی ہے زندگی میں۔ سارے تن من میں بس ایک ہی موسم کھل اٹھتا ہے: "نشاط روح کا موسم"۔

یہ نشاط روح عبارت ہے ایک عزم، ایک امنگ، ایک جوش اور ولولہ سے۔ یہ عزم و امنگ اور جوش و ولولہ انسان کے لئے حسن عمل کی ساری راہیں کھول دیتا ہے۔ بیزاری، کاہلی اور مایوسی کے سارے سانچے ٹوٹ جاتے ہیں۔ رکاوٹیں اور مشکلات خود بخود چھٹنے لگتی ہیں۔ یوں لگتا ہے اک انجانی قوت ہمارا ہاتھ تھامے پاکیزگی کی راہوں پر آگے ہی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اک نئے جہان تقدس کے دریچے ہمارے لئے کھل جاتے ہیں۔ ہم خود کو ایک عالم نو میں سانس لیتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ یہ عالم نو ہے: "مصطفیٰ ﷺ کے وجود اقدس کی برکتوں کا ماحول"۔ یہ جہان تقدس انہی کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ یہ ماورائی فضا اسوۂ رسول ﷺ کی چاندنی سے دمک رہی ہے۔ جو شخص مطالعہ سیرت میں لگا رہے وہ دھیرے دھیرے بلندیوں کا زینہ طے کرتا چلا جاتا ہے اور بالآخر روشنی کے سب افق اسکی زندگی میں دمکنے لگتے ہیں۔

☆☆☆

# دس محرم کے دل دوز واقعات

حضرت صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

جب کسی طرح شکل مصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفا شعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں، لیکن تشنگانِ خون اہل بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام کو یقین ہوگیا کہ اب کوئی شکل خلاص کی باقی نہیں، نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں، نہ ملک چھوڑ دینے پر ان کو تسلی ہوتی ہے، وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام نے اپنی قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی۔ جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے، خندق میں آگ جلا دی گئی تاکہ اہل خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔ دسویں محرم کا قیامت نما دن آیا، جمعہ کی صبح حضرت امام نے اپنے تمام رفقاء، اہل بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز جماعت نہایت ذوق وشوق وتضرع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لیے، زبانوں نے قرأت وتسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغت کے بعد خیمہ میں تشریف لائے، دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے۔ امام عالی مقام اور ان کے تمام رفقاء، واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں۔ ایک قطرۂ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا۔ بھوک پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا وہی لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو، پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انہوں نے ناز پروردگان آغوش رسالت کو کیسا پژمردہ کر دیا ہوگا۔ ان غریبان وطن پر جور وجفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر وتبر، تیغ وسنان سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ ﷺ کے فرزند اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔

امام حسین ؓ کا مخالفین سے خطاب:

حضرت امام نے عرصۂ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ خون ناحق حرام ہے اور غضب الٰہی کا موجب ہے، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو۔ تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو، روز محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا۔ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو، پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشم کرم کا منظورِ نظر ہوں، میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لخت جگر ہیں، میں بتول زہرا کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکاب سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں، میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرور عالم علیہ السلام نے اپنی محبت فرمایا ہے۔ میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں۔ میرے حق میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔

آپ کے خطاب کا جواب:

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں، مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ جنگ کے لئے میدان میں کسی کو بھیجئے اور گفتگو ختم فرمایئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بہ مجبوری وناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔

کربلا میں حضرت امام کی کرامت:

ہنوز گفتگو ہو رہی تھی کہ گروہ اعدا میں سے ایک شخص گھوڑا کدا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بد باطن نے حضرت امام سے کہا اے حسین تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ علیہ السلام نے فرمایا کذبت یا عدو اللہ "اے دشمن خدا تو کاذب ہے"۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔ مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر وتحمل اور تقویٰ اور راستبازی اور عدالت وانصاف کا ایک عدیم المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ جنگ کے لئے مجبور کیے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمال بے ادبی وگستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے، تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں طیش نہیں آتا فرماتے ہیں کہ خبردار! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتدا نہ کرے تاکہ اس خوں ریزی کا وبال اعداہی کی

گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیری جراحت قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوز جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں، اب تو دیکھ۔ یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یارب عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتش عذاب میں مبتلا کر، امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ حضرت امام نے سجدہ شکر کیا اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کی اور کہا اے پروردگار تیرا شکر کہ تو نے اہل بیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔

### دوسری کرامت:

حضرت امام کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صف اعدا میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبر خدا ﷺ سے کیا نسبت، یہ کلمہ تو امام کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا کہ یارب اس بدزبان کو فوری ذلت میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا ایک سیاہ بچھو نے ڈنک مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلان بے حمیت کو عبرت نہ ہوئی۔

### تیسری کرامت:

ایک شخص مزنی نے امام کے سامنے آ کر کہا اے امام! دیکھو تو دریائے فرات کیسے موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ حضرت امام نے اس کے حق میں فرمایا اللھم امتہ عطشاناً "یارب اس کو پیاسا مار" امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی۔ اس شدت کی غالب ہوئی کہ العطش العطش پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدت پیاس میں مر گیا۔

فرزند رسول ﷺ کو یہ بات بھی دکھا دینا تھی کہ ان کی مقبولیت بارگاہ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ و احادیث شہیرہ شاہد ہیں، ایسے ہی ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجاب الدعوات ہے، اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے، اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو، مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جوان کے سروں پر سوار تھا اس نے انہیں اندھا بنا دیا اور نیزے باز لشکر اعدا سے نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر و تبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام عالی مقام سے مبارز کے طالب ہوئے۔

### چند نوجوانوں کی جاں نثاری:

حضرت امام اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جاں نثاری میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامہ کی خبر پہنچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے۔ انہوں نے اصرار کئے حضرت امام کے درپے ہو گئے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندان اہل بیت کا کوئی بچہ بھی میدان میں جائے۔ حضرت امام کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہنچ کر دشمنان اہل بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کیے اور اپنی بہادری کے سکے جما دئے اور ایک ایک نے اعدا کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جاں باز فرزند رسول اللہ ﷺ پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جان بازیوں کے مفصل تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑا گیا۔

### ایک واقعہ:

وہب بن عبداللہ قلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنی قلب کے زیبا و نیک خوگل رخ حسین نوجوان تھے۔ اٹھتی جوانی اور عنفوان شباب، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساط عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں جو ایک بیوہ خاتون تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا، اس مشفق ماں نے پیارے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا کیا سبب ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی نافرمانی نہ کی، نہ آئندہ کر سکتا ہوں۔ آپ کی اطاعت و فرماں برداری فرض ہے اور میں تا بہ زندگی مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔

آپ کے دل کو کیا صدمہ پہنچا اور آپ کو کس غم نے رلایا۔ میری پیاری ماں! میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ غمگین نہ ہوں۔ اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگو سن کر ماں چیخ مار کر رونے لگی کہ اے فرزند دل بند میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے، تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے۔ ایک دم تیری جدائی اور ایک لحہ تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہوسکتا:

چو در خواب باشم توئی در خیالم
چو بیدار گردم توئی در ضمیرم

اے جان مادر میں نے تجھے اپنا خون جگر پلایا ہے۔ آج مصطفیٰ ﷺ کا جگر گوشہ، خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت وجفا ہے۔ پیارے بیٹے! کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے۔ اس بے غیرت زندگی پر تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سید عالم ﷺ کا لاڈلا ظلم وجفا کے ساتھ شہید کیا جائے۔ اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر صدقہ ہوجا۔

وہب نے کہا، اے مادرِ مہربان! خوبیٔ نصیب یہ جان شہزادۂ کونین پر فدا ہو جائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا قبول کرلیں۔ میں دل وجان سے آمادہ ہوں ایک لحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے اپنی زندگی کے عیش وراحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال، وہ اگر صبر نہ کرسکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں، مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ وہب نے کہا پیاری ماں! امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جاں نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی پانی سے دھویا نہیں جاسکتا۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزند رسول ﷺ میدان کربلا میں بے یار ومددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے میری تمنا ہے کہ ان کے قدموں پر جاں نثار کروں۔

یہ سن کر نئی دلہن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی کہ اے میرے آرام جاں افسوس یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس میرا اس سعادت میں حصہ نہیں کہ تیرے ساتھ میں بھی اس جان جہان پر جان قربان کروں۔ ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کرلیا۔ وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کرو کہ جب سرداران اہل بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزند رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، دلہن نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ ﷺ! شہدا گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہنچ جاتے ہیں اور بہشتی حسین کمال اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں۔ میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جان نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کرسکیں۔ التجا یہ ہے عرصہ گاہ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریبہ کو اہل بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا باقی حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔ حضرت امام کے سامنے یہ تمام عہد ہوگئے اور وہب نے عرض کردیا کہ اے امام اگر حضور ﷺ کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔ وہب اجازت چاہ کر میدان کو چل دیا۔ لشکر اعداء نے دیکھا گھوڑے پر ایک ماہ رو سوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے۔ ہاتھ میں نیزہ ہے دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آرہا ہے:

امیر حسین و نعم الامیر
لہ لمعۃ کالسراج المنیر

ایں چہ ذوقست کہ جاں می بازد
وہب کلبی بسگ کوئے حسین
دست او تیغ زند تانہ کند

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا، کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا۔ جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑا دیا۔ گرد و پیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور نا کسوں کے تن خاک و خوں میں تڑپتے نظر آنے لگے۔ یک بارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں کے پاس آ کر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا، جو بے قرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا، اس کی زبان حال کہتی تھی۔

جاں زخم فرسودہ دارم جوں نہ نالم آہ آہ
دل بدرد الودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چوں تعجیل کناں رفت
دل نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آب دار و نیزہ جاں شکار لے کر معرکہ کارزار میں صاعقہ وار آ پہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرور نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملہ میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔ وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیتا، یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا اور تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں۔ جب اعداء اس جنگ سے تنگ آ گئے اور عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کریں اور ہر طرف سے یک بارگی ہاتھ چھوڑیں۔ ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیہ دلان بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسینؑ میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا بہادر بیٹا اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا۔ دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے چہرہ کو بوسہ دیا اور اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائر روح اپنے نوشاہ کے ہم آغوش ہو گیا۔

سرخ روئی اسے کہتے ہیں کہ راہ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اسکنکما اللہ فرادیس الجنان
واغرقکما اللہ فی بحار الرحمۃ والرضوان

ان کے بعد اور سعادت مند جاں نثار داد جاں نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے، جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انھوں نے خاندان اہل بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اسی زمرہ میں حر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بے قراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی۔ کبھی وہ عمر بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دو گے۔ عمر بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں، بدن کانپ رہا ہے چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور و شجاع ہیں، آپ کے لئے یہ پہلا معرکہ نہیں بار ہا جنگ کے خونی مناظر آپ کی نظر کے سامنے سے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خون آشام سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے۔ حر نے کہا اے برادر یہ مصطفی ﷺ کے فرزند سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے، میں بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثنا میں حضرت امام کی آواز آئی فرماتے ہیں کوئی ہے جو آل رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم ﷺ کے حضور میں سرخ روئی پائے؟ یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں۔ دل بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت امام حسینؑ میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں کریم نے کرم سے بشارت دی ہے۔ جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑا۔ گھوڑا دوڑایا اور حضرت امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے

سے اتر کر نیازمندوں کے طریقہ پر رکاب تھامی اور عرض کیا اے ابن رسول ﷺ فرزند بتول میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت و مبارزت پر نادم ہوں۔ شرمندگی اور خجالت نظر نہیں اٹھانے دیتی۔ آپ کی کریمانہ صدا سن کر امیدوں نے ہمت بندھائی تو حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ کے کرم سے کیا بعید کہ عفو جرم فرمائیں اور غلامان با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔ حضرت امام نے حر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا اے حر بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب عذر خواہ محروم نہیں کیے جاتے۔ وھو الذی یقبل التوبہ شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔

## حضرت حر کی جاں بازی:

حر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ گھوڑا اچکا کر صف اعدا پر پہنچا۔ حر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرص دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا، اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا، عمر بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے۔ جب میدان میں پہنچا، بھائی سے کہنے لگا، بھائی تو میرے لئے خضر راہ ہو گیا اور مجھے تو نے سخت ترین مہلکہ سے نجات دلائی میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رفاقت حضرت امام کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمر بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور کہا کہ رفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بہکا کر حر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چال بازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچا دے پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے، وہ شخص چلا اور حر سے آ کر کہنے لگا اے حر تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے ہیں، مگر آج تو نے کمال دانائی کی کہ اس لشکر جرار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بے کس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نان خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔ حر نے کہا اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہئے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلے میں دنیائے فانی کے موہوم آرام کو ترجیح دی۔ حضور سید عالم ﷺ نے امام حسین ؓ کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں گلستان رسالت پر جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ رضائے رسول سے بڑھ کر کونین میں کون سی دولت ہے، کہنے لگا۔ اے حر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں لیکن ہم سپاہی لوگ ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔

حر نے کہا اے کم ہمت اس حوصلہ پر لعنت اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب بازی حر پر اثر نہیں کر سکتی، اہل بیت کی محبت اس کے قلب میں اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آل رسول ﷺ کی ولا سے مملو ہے کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حر کے سینہ پر کھینچ کر مارا۔ حر نے زخم کھا کر ایک وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے یک بارگی دوڑ پڑے، حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا، دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی، تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا۔ قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا جو سینہ سے پار نکل گیا۔ اب حر نے لشکر ابن سعد کے میمنہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی۔ لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جاں باز صادق داد شجاعت دے کہ فرزند رسول پر جان فدا کر گیا۔ حضرت امام عالی مقام حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو اپنے زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرہ کا غبار دور فرمانے لگے۔ ابھی رمق جان باقی تھی۔ ابن زہرا کے پھول کے مہکتے ہوئے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی، مشام جاں معطر ہو گیا، آنکھیں کھول دیں، دیکھا کہ ابن رسول اللہ ﷺ کی گود میں ہے۔ اپنے بخت و مقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

## حضرت مصعب حر کے بھائی:

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بنوبت داد شجاعت دے کر اپنی جانیں اہل بیت پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے۔ اب صرف خاندان اہل بیت باقی ہے اور دشمنان بد باطن کی انہی پر نظر ہے۔ یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام پر نثار ہیں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے مصیبت کے وقت کسی نے بھی ہمت نہ ہاری۔ رفقاء اور موالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ ہوئی۔ ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جاں نثاران امام نے اپنے صدق و جاں بازی میں پروانہ بلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے۔ ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جان نثاری کا ان کو

موقع دیا جائے، عشق ومحبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے، سروں کا تن سے جدا ہونا اور راہ خدا میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا۔ ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ اہل بیت کے نوجوانوں نے خاک کربلا کے صفحات پر اپنے خون سے شجاعت، جواں مردی کے وہ بے مثال نقوش ثبت فرمائے جن کو تبدل ازمنہ کے ہاتھوں خو کرنے سے قاصر ہیں۔

### اب ہاشمی نوجوان:

اب تک تو نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنھوں نے علم برداران شجاعت کو خاک وخون میں لٹا کر اپنی بہادری کے غلغلے دکھائے تھے، اب اسد اللہ کے شیران حق کا موقع آیا اور علی مرتضیٰ ﷺ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدان کربلا کو جولان گاہ بنایا۔ ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے، اسد اللہی تلواریں تھیں یا شہاب ثاقب کی آتش باری۔ بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کر دیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا، ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہو جاتا تھا، ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوک سنان قضا کا فرمان۔ تلواروں کی چمک نے نگاہیں خیرہ کر دیں اور حرب وضرب کے جوہر دیکھ کر وہ پیکر ترساں وہراساں ہو گئے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں، معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ کبھی میسرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی، صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔ اس طرح خاندان امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام پر جان قربان کرتے جا رہے تھے، خیمہ سے چلے تھے تو بل احیاء عند ربھم یرزقون کے چمنستان کی دل کش فضا ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی۔ میدان کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔ فرزندان امام حسن کے محاربہ نے دشمنوں کے ہوش اڑا دیئے۔ ابن سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت کا ایک ایک جوان تمام لشکر کو برباد کر ڈالتا، جب وہ مقابلہ کے لئے اٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا قہر الٰہی آ رہا ہے۔ ان کا ایک ایک ہنر مند درصف شکنی ومبارز فگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہل بیت کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمۂ ناحق زبان پر نہ آنے دیا۔ نوبت بنوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔

### حضرت علی اکبر کی شہادت:

اب حضرت کے سامنے ان کے نور نظر حضرت علی اکبر حاضر ہیں۔ میدان کی اجازت چاہتے ہیں، منت وسماجت ہو رہی ہے۔ عجیب وقت ہے۔ چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی جس نازنین کو کبھی پدر مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یا التجا دل وجگر پر کیا اثر کرتی ہوگی۔ اجازت دیں تو کس بات کی، گردن کٹانے اور خون بہانے کی، نہ دیں تو چمنستان رسالت کا وہ گل شاداب کملایا جاتا ہے مگر اس آرزو مند شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوق شہادت نے ایسا وارفتہ بنا دیا تھا کہ چار وناچار حضرت امام کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کرایا، اسلحہ اپنے دست مبارک سے لگائے، فولادی مغفر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردہ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا۔ اس وقت اہل بیت کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔ ان تمام مصائب کو اہل بیت نے رضائے حق کے لئے بڑے استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انہیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا مشکیں کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کو عالم انور بنا دیا۔

### جگر گوشۂ حسین ریگ زار کربلا میں:

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشت سمند پر جلوہ آرا تھا۔ چہرہ کی تابش ماہ تاباں کو شرما رہی تھی، سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستان حسن بنا دیا۔ جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہو رہی تھیں، سنبل کاکل سے خجل، برگ گل اس کی نزاکت سے منفعل حسن کی تصویر مصطفےٰ کی تنویر حبیب کبریا ﷺ کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی، یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلا رہا تھا۔ ان سنگ دلوں پر حیرت جو اس گل شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب خدا کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ

اسد اللہی شیر میدان میں آیا۔ ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رجز شروع کی:

انا حسین بن علی نحن اهل البیت اولی بالنبی

جس وقت شاہزادہ عالی قدر نے یہ رجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستان کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیان ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا بدتر تھے، جنہوں نے اس نو بادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمر بن سعد سے پوچھا یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت وصولت سے بہادروں کے دل لرزاں وہراساں ہیں۔ شان شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہے۔ کہنے لگا کہ یہ حضرت امام حسین کے فرزند ہیں۔ صورت وسیرت میں اپنے جد کریم ﷺ سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقازادہ کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا نہایت بد باطنی ہے، لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام کی طمع دولت ومال کی حرص نے اس طرح کیا تھا کہ اہل بیت اطہار کی قدر وشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے باغی بنے اور آل رسول ﷺ کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنی دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ شاہزادہ عالی وقار نے مبارز طلب فرمایا۔ صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا، معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمان جفا کیش اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو۔ زور بازوئے علی دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ، مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنان خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی لڑائی کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سمند بادی کی باگ اٹھائی اور توسن صبا رفتار کے مہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا جس طرف زد کی، پرے کے پرے ہٹا دئے۔ ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دئے۔ ابھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا۔ ابھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسم خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے۔ ہر طرف شور برپا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ کبھی نیزے کی ضرب تھی کبھی تلوار کا وار تھا، شہزادہ اہل بیت کا حملہ نہ تھا، عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔ دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستان اہل بیت کے گل شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا، باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا اباہ **العطش** اے پدر بزرگوار۔ پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے۔ تیز دھوپ اس میں جاں بازانہ دوڑ دھوپ گرم ریگستان سے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں وہ تمازت آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گربہ خصلتوں کو پیوند خاک کر ڈالے۔ شفیق باپ نے جاں باز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا، جو اس تشنہ شہادت کو دیا جاتا۔ دست شفقت سے چہرۂ گل گوں کا گرد وغبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزند ارجمند کے دہان اقدس میں رکھ دی پدر مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی۔ پھر شہزادے نے میدان کا رخ کیا۔ پھر صدا دی هل من مبارز کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔ عمر بن سعد نے طارق سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی، پھر آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کو کھیت کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے، پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم فوج میں کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت وبسالت پر، کچھ غیرت ہو تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کریں میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبید اللہ بن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزند رسول واولاد بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت خراب بھی کر لوں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو میں نہ دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول وقرار کیا۔ اس پر حرص سے طارق موصل کی حکومت کے لالچ میں گل بستان رسالت کے مقابلہ کے لئے چلا، سامنے پہنچتے ہی شاہزادہ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادہ عالیجاہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ نے بکمال ہنرمندی گھوڑے کو ایڑ دے کر اس کو روند ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کر دیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمر بن طارق کو طیش آیا اور چلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔ شہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شاہزا

وہ پردوڑا پڑا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال کر زمین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ اس کا دم نکل گیا۔ شاہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہوگیا۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع بن غالب کو شاہزادہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ مصراع نے شاہزادہ پر حملہ کیا۔ آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زمین تک کٹ گئی، دو ٹکڑے ہو کر گر گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا۔ ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل بن نوفل کو ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ پر یک بار حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ شہزادہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک بھگا دیا۔ اس حملہ میں شاہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے، کتنے پیچھے ہٹے۔ آپ پر پیاس کی بہت شدت ہوئی، پھر گھوڑا دوڑا کر پدر عالی قدر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا العطش العطش بابا پیاس کی بہت شدت ہوئی۔ اس مرتبہ حضرت امام ﷺ نے فرمایا اے نور دیدہ، حوض کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آگیا ہے۔ دست مصطفیٰ ﷺ سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے۔ یہ سن کر حضرت علی اکبر کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین و یسار پر حملہ کرنے لگے۔ اس مرتبہ لشکر اشرار نے یک بارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دئے۔ آپ بھی حملے فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے، لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چھلنا چور کر دیا تھا اور چمن فاطمہ کا گل رنگین اپنے خون میں نہا گیا تھا۔ اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاک کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی یا ابتاہ ادرکنی اے پدر بزرگوار۔ مجھ کو؟ حضرت امام گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے ان کا سر گود میں لیا۔ حضرت علی اکبر نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا جان ما نیاز منداں قربان تو باد۔ اے پدر بزرگوار۔ میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں، یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل بیت کا صبر و تحمل اللہ اکبر، امید کے گل نوشگفتہ کو کمہلایا ہوا دیکھا اور الحمدللہ کہا۔ ناز کے پالوں کو قربان کر دیا اور شکر الٰہی بجالائے۔ مصیبت و اندوہ کی کچھ نہایت ہے۔ فاقہ پر فاقہ ہے۔ پانی کا نام و نشان نہیں۔ بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں۔ جلتی ریت پر فاطمی نونہال ظلم و جفا سے ذبح کیے گئے ہیں۔ عزیز و اقارب، دوست و احباب، خادم و موالی، دل بند جگر پیوند سب آئین وفا ادا کر کے دوپہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت کے قافلہ میں سناٹا ہو گیا ہے۔ جن کا کلمہ تسکین دل و راحت جان تھا۔ وہ نور کی تصویریں خاک و خون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ آل رسول نے رضا و صبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔

**حضرت علی اصغر کی شہادت:**

حضرت امام کے چھوٹے فرزند حضرت علی اصغر جو ابھی کم سن ہیں شیر خوار ہیں پیاس سے بے تاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس چھوٹے بچے کی خشک ننھی زبان باہر آتی ہے۔ بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں۔ کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھلاتے ہیں۔ نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے مجھے اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے، چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی، والدہ نے حضرت امام سے عرض کیا اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔ اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمان سنگ دل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے قابل ہے۔ اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام اس چھوٹے نور نظر کو سینہ سے لگا کر سیاہ دل دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور و جفا کی نظر کر چکا اب اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔ جفا کاران سنگ دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک بدبخت نے تیر مارا جو علی اصغر کا حلق چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیٹھ گیا امام نے وہ تیر کھینچا، بچے نے تڑپ کر جان دے دی۔ امام کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے خون میں نہا رہا ہے۔ اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلان بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے۔ اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی لیکن جب امام اس شگوفہ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے نہ

بے قراری گمان ہوا کہ پانی دیدیا ہوگا۔ حضرت امام سے دریافت کیا فرمایا وہ بھی ساقی کوثر کے جام رحمت وکرم سے سیراب ہونے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ جاملا اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ قربانی بھی قبول فرمائی۔ الحمد للہ علی احسانہ و نوا لہ رضاؤ تسلیم کی امتحان گاہ میں حضرت امام حسینؓ اوران کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالم ملائکہ بھی حیرت میں آگیا ہوگا اور انی اعلم ما لا تعلمون کا رازان پر منکشف ہوگیا ہوگا۔

## حضرت امام عالی مقام کی شہادت:

اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کر کے رخصت ہو چکے اور امام پر جانیں قربان کر گئے اب تنہا حضرت امام ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین وہ بھی بیمار وضعیف۔ باوجود اس کے امام کو تنہا دیکھ کر خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام کو تنہا دیکھ کر مصاف کا رزار نا جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا۔ باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم۔ حضرت امام نے فرمایا جان پدر لوٹ آؤ میدان جانے کا قصد نہ کرو میں تمام کنبہ قبیلہ عزیز واقارب خدام موالی جو ہمراہ تھے سب راہ حق میں نثار کر چکا اور الحمد للہ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ اب اپنا نا چیز ہدیہ سر راہ خدا میں نذر کرنے کے لئے حاضر ہے تمہاری ذات کے ساتھ بہت اُمیدیں وابستہ ہیں، بیکسان اہل بیت کو وطن تک کون پہنچائے گا۔ بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا، جد وپدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی۔ قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا۔ میری نسل کس سے چلے گی۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمان نبوت ورسالت کے آخری چراغ تم ہی ہو تمہاری ہی طلعت سے دنیا مستنیر ہوگی۔ مصطفیٰ ﷺ کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار وتجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نور نظر لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے اس لئے تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر مصطفیٰ ﷺ کے آغوش رحمت وکرم میں چھپنے کے لئے میں تڑپ رہا ہوں مگر حضرت امام نے کچھ پذیرا فرمایا اور امام زین العابدین کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ قبائے مصری پہنی، عمامہ رسول خدا ﷺ سر پر باندھا، سید الشہداء امیر حمزہ کی سپر پشت پر رکھی۔ حضرت حیدر کرار کی ذوالفقار آبدار حمائل کی۔ اہل خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ امام میدان جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہوئے اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچی ہے اور ان کا سردار ان سے طویل عرصہ کے لئے جدا ہوتا ہے۔ ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے نونہالان اہل بیت کے گرد یتیمی منڈلاتی پھر رہی ہے۔ ازواج سے سہاگ رخصت ہو رہا ہے۔ دکھے ہوئے اور مجروح دل امام کی جدائی سے کٹ رہے ہیں۔ بے کس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرہ دل افروز پر نظر کر رہا ہے۔ سکینہ کی ترسی ہوئی آنکھیں پدر بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں۔ آن دو آن کے بعد یہ جلوے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے والے ہیں۔ اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں۔ حسرت ویاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں۔ نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تاب وحرکت۔ نورانی آنکھوں سے موتی ٹپک رہے ہیں اور خاندان مصطفیٰ ﷺ بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت وکرم کے سایہ گستر کو رخصت کر رہا ہے۔ حضرت امام نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی، رضائے الٰہی پر صابر وشاکر رہنے کی وصیت کی اور سب کو سپرد خاک کر کے میدان کی طرف رخ کیا۔ اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر، نہ عثمان وعون، نہ جعفر وعباس جو حضرت امام کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام پر فدا کریں علی اکبر بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصول شہادت کی تمنا میں بے چین تھے۔ تنہا امام ہیں اور آپ ہی کو اعدا کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمین شام میں طالع ہوا امید زندگانی وتمنائے زیست کا گرد وغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا۔ جب دنیا وآسائش حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتاب حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہوگئے۔ باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہوگئی۔ مصطفیٰ ﷺ کا فرزند راہ حق میں گھر لٹا کر کنبہ کٹا کر سر بکف موجود ہے ہزار ہا سپہ گراں نبرد آزما کا لشکر گراں سامنے ہے اور اس کی پیشانی مصفا پر شکن بھی نہیں۔ دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام کی نظر میں پرکاہ کی برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رجز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم ﷺ کی ناخوشی وناراضی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے قوم! خدا ہر ذرہ جو سب کا مالک ہے۔ جان دینا اور جان لینا سب اس کے قدرت واختیار میں ہے۔ اگر تم خداوند عالم جل جلالہ پر یقین رکھتے ہو اور میرے جد حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزان عدل قائم ہوگی، اعمال کا حساب کیا جائے گا، میرے والدین محترمین اپنی آل کے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید الانبیاء ﷺ جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خون ناحق کا بدلہ چاہیں گے تم میرے اہل وعیال، اعزہ واطفال وموالی میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری وقیام نہیں اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپے آزاد ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں، اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔ الحکم للہ و رضینا بقضاء اللہ۔

امام عالی مقام کی زبان گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے۔ دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسر ظلم وجفا ہیں اور حمایت باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم حق پر ہیں۔ امام کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنان حق کے لئے آخرت کی رسوائی وخواری کا موجب ہے اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمان بد باطن نے بھی ایک لحہ کے لئے اس سے اثر لیا ان کے بدنوں پر ایک پھریری میں آ گئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی لیکن شمر وغیرہ بد سیرت وبد کردار طبیعت کچھ متاثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعرض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اقامت حجت کے لئے فرمائی تھی کہ انہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ سید انبیاء ﷺ کا نور نظر، خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کا لخت جگر بے کسی، بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب کی مفارقت کے زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیش ہزار جرار لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے۔ تمام حجتیں قطع کر دی گئیں۔ اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعدا کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتا دیا ہے کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادہ جنگ نہیں ہے۔ اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں مگر بیس ہزار کی تعداد امام کو بے کس وتنہا دیکھ کر جوش بہادری دکھانا چاہتی ہے۔ جب حضرت امام نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلان بد باطن کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کس طرح خون ناحق وظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیج دو۔ مشہور بہادر ویگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابن زہرا کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے۔ امام تشنہ کام کو آب تیغ دکھاتا ہے۔ پیشوائے دین کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے۔ غرور قوت میں سرشار ہے کثرت لشکر اور تنہائی امام پر نازاں ہیں۔ آتے ہی حضرت امام کی طرف تلوار کھینچتا ہے ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام نے ضرب فرمائی سر کٹ کر دور جا پڑا اور غرور شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابلہ میں اپنی ہنرمندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخ روئی حاصل کرے۔ ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا بہادران کوہ شکن شام وعراق میں میری بہادری کا غلغلہ ہے اور مصر وروم میں شہرہ آفاق ہوں۔ دنیا کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں آج تم میرے زور وقوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تعلّیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح حضرت امام سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے کمزور کر دیا ہے۔ ایسے وقت امام پر غالب آ جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سپاہ شام کا گستاخ جفا جو، سرکشانہ گھوڑا کو دوڑاتا سامنے آیا، حضرت امام ﷺ نے فرمایا، تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے ہوش میں ہو اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ حسین کو بے کس وکم زور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت امام نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری۔ معلوم ہوتا تھا کہ کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو یہ اطمینان تھا کہ حضرت امام کے سوا اب اور تو کوئی باقی ہی نہیں رہا کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت دھوپ کی تپش مضمحل کر چکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے، کوئی تو کامیاب ہوگا۔ اس طرح نئے نئے دم بدم شیر صولت، پیل پیکر، تیغ زن حضرت امام کے مقابل آتے رہے، مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا، کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، کسی کے حمائل ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا، خود ومغفر کاٹ ڈالے، جوشن وآئینے قطع کر دئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمین کربلا میں بہادران کوفہ کا کھیت بو دیا۔ ناموران صف شکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرمایا۔ نعشوں کے انبار

لگ گئے ۔ بڑے بڑے فخر روزگار بہادر کام آگئے ۔لشکر اعداء میں شور برپا ہوگیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن و اطفال کو بیوہ ویتیم بنا چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لے جاسکے گا ۔ موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یک بارگی حملہ کرو ۔ فرومایگان سیرت حضرت امام کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہ چرخ حقانیت پر جور و جفا کی تاریک گھٹا چھاگئی ، ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی ۔ حضرت امام کی بہادری کی ستائش ہو رہی تھی اور آپ ان خونخواروں کے انبوہ میں اپنی تیغ آب دار کے جوہر دکھا رہے تھے ۔ جس طرف گھوڑا بڑھا دیا پرے کے پرے کاٹ ڈالے ۔ دشمن ہیبت زدہ ہو گئے اور حیرت میں آگئے کہ امام کے حملہ جاں ستاں سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح باد خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں ۔

ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں ۔ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی ، تمام نامواران کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچاسکیں ، تاریخ عالم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عام کرتا رہے گا ۔ کوئی تدبیر کرنا چاہئے ۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ ہماری ساری فوج بھی اس شیر حق سے مقابلہ نہیں کر سکتی بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو چکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے ۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے ۔ گھوڑا اس قدر زخمی ہوگیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ، ناچار حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا ۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا تن نازپرور نشانہ بنا ہوا ہے ۔ نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہو رہا ہے ۔ بے شرم کوفیوں نے سنگ دلی سے محترم مہمان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ۔ ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا ، یہ پیشانی مصطفیٰ ﷺ کی بوسہ گاہ تھی ، یہ سیمائے نور ، حبیب خدا کے آرزو مندان جمال کا قرار دل ہے ۔ بے ادبان کوفہ نے اس پیشانی مصفا اور اس جبین پرضیا کو تیر سے گھائل کیا ۔

حضرت امام عالی مقام کو چکر آگیا اور گھوڑے سے نیچے آئے ۔ ان نامردان سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا ۔ نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہوکر زمین پر گر پڑے ۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔

ظالمان بدکیش نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور حضرت امام کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں ہوگیا ۔ دشمنان ایمان نے سر مبارک کو تن اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نفر بن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی ۔ خولی بن یزید یا شبل بن یزید نے بڑھ کر آپ کے سر اقدس کو جسم مبارک سے جدا کیا ۔ صادق جاں باز نے عہد وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنی جان راہ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی ، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی ۔ سر و تن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم کے دین کی حقانیت کو عملی شہادت دی اور ریگستان کوفہ کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے ۔

اعلی اللہ تعالی مکانہ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ وامطر شابیب رحمتہ ورضوانہ

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی ، مصطفائی چمن کے غنچہ و گل بادسموم کی نذر ہوگئے ۔ خاتون جنت کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا ۔ کونین کے متاع ، بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہوگئے ۔ فرزندان آل رسول ﷺ کے سر سے سردار کا ہاتھ اٹھا ، بچے اس غریب الوطنی میں یتیم ہوئے ، بیبیاں بیوہ ہوئیں ، مظلوم بچے اور بے کس بیبیاں گرفتار کئے گئے ۔

محرم 61ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز 56 ۔ سال 5 ۔ ماہ 5 ۔ دن کی عمر میں حضرت امام عالی مقام نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی ۔

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

☆☆☆

# فلسفہ شہادت اور عظمت اہل بیت

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ

غریب و سادہ رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہیں اسماعیل

داستان بڑی عجیب ہے

داستان بہت غریب ہے

داستان بڑی حسین ہے

داستان بڑی طویل ہے

داستان بڑی زبردست ہے

بات یہ ہے کہ یہ داستان حضرت اسماعیل علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر ختم ہوئی۔ دین کی عمارت کی پہلی اینٹ اس وقت رکھی گئی جب اس بوڑھے باپ نے نو سال کے بیٹے کو جوش محبت الٰہی میں، جذبہ محبت الٰہی میں، پرستاری توحید میں، اسلام اور ایمان کا ثبوت دینے کے لئے، محبت کی دلیل دینے کے لئے، بڑھاپے کی اولاد پیارا بیٹا اور نبی کا بیٹا، نبی اور عطائے خدا اور بشارت خدا کے بیٹے، ان کو زمین پر لٹا لیا، آنکھوں پر پٹی باندھ لی، چھری پکڑ لی اور بیٹے کی گردن پر پھیر دی۔ اسلام کی عمارت کی پہلی اینٹ اس وقت رکھی گئی۔ اس عمارت کی دیواریں بننے لگیں تو صحابہ کرام حضرت خبیب، سیدنا صہیب، اصحاب صفہ اور مجاہدین اسلام کا خون شامل ہوتا گیا اور شہیدوں کی ہڈیوں کی اینٹیں بنتی گئیں تو دین کی دیوار بنتی گئی اور اس عمارت میں سنگ مرمر لگا۔ میرے کملی والے آقا کے دندان مبارک کا سفید پتھر لگا۔

دین کی عمارت:

دین کی عمارت بنتی گئی، حضرت اسماعیل کی قربانی سے اس کی بنیاد رکھی گئی۔ پانی اس میں شامل ہوا تو شہیدوں کے خون کا اور اینٹیں بنتی رہیں شہدا کی ہڈیوں کی، پتھر لگے دندان مصطفےٰ ﷺ کے اور چھت اس وقت پڑی جب میرے آقا حسین علیہ السلام کا سر مبارک نوک سنان پر چڑھ گیا۔

کیا بات حضرت اقبال نے بیان فرمائی:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ، ابتدا ہے اسماعیل

ابتداء بھی قربانی:

ابتداء اس عمارت کی خون سے ہوئی اور جس عمارت میں پانی کسی کنویں کا نہ ہو بلکہ شہداء کا خون ہو اور شہداء کی ہڈیوں کی اینٹیں ہوں اور امام الانبیاء علیہ السلام کے دندان مبارک کی ہڈیاں ہوں اور چھت حضرت امام حسین ﷺ کے سر کی ہو، اس عمارت کو دنیا کی کون سی طاقت گرا سکتی ہے، کوئی قوت دنیا میں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شہید بھی نہیں مر سکتا۔ **ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات۔ بل احیاء ولا لکن لا تشعرون۔**

وزیر مر جائے تو مر گیا

امیر مر جائے تو مر گیا

بادشاہ مر جائے تو مر گیا

مولوی مر جائے تو مر گیا

لیکن اگر کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دے تو وہ زندہ ہے۔ فرمایا: اگر تم اسے مردہ جانو گے تو بے ایمان ہو۔

ساری دنیا مر جاتی ہے لیکن جو میری راہ میں میرے لئے مرتا ہے وہ مرتا ہی نہیں۔ وہ ایک جان دیتا ہے تو میں ہزار جان دیتا ہوں، وہ ایک بار مرتا ہے تو میں کروڑ مرتبہ اسے زندہ کرتا ہوں۔ وہاں تو موت آتی ہی نہیں بلکہ موت اس سے ڈرتی ہے۔ موت کا نام ہی نہ لو، موت کا ذکر ہی نہ کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

انہیں روٹی میں کھلاتا ہوں، پانی میں پلاتا ہوں،

نبی کیسے مردہ ہو سکتا ہے؟:

جو شہید کو مردہ کہتے ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ **ولکن لا تشعرون۔ انتم لا تشعرون۔** وہ بے شعور ہیں یعنی گدھے ہیں، بے شعور ہیں۔ فرمایا: جو شہید کو مردہ کہے وہ جانور ہے اور اگر شہید کو مردہ نہیں کہتے تو جس کے صدقے میں شہید کو زندگی مل گئی اس نبی ﷺ کو کیسے مردہ کہتے

ہو۔ ہمیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو خوبی جزو میں ثابت ہوگی کل میں خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ اگر کل میں نہ ہوتی تو جزو میں بھی نہ ہوتی۔ جو خوبی قطرے میں ہوگی وہ سمندر میں ہوگی تو قطرے میں ہوگی۔ جو خوبی پتے میں ہوگی وہ درخت میں ہوگی تو پتے میں ہوگی۔ امتی میں جو شرف بھی ہوگا اگر نبی میں ہوگا تو امتی میں آئے گا، اس لئے کہ جو فیض امتی میں ہے اگر نبی میں ہوگا تو امتی میں آئے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کا غلام نہیں مرسکتا تو نبی کس طرح مرسکتا ہے۔ یہ فرماتے ہیں نعوذ باللہ نبی مرکر مٹی ہوگیا۔ نبی مرکر مٹی میں شامل ہوگیا۔ خدا تو فرما چکا ہے

**ولکن لا تشعرون**

اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے:

مولوی تم کہتے ہو نبی مرکر مٹی میں مل گیا۔

مولوی تم گدھے ہو، مولوی تم بے شعور ہو۔

مولوی تم پاگل ہو، جب نبی کا غلام نہیں مرسکتا تو نبی کیسے مرسکتا ہے، کیونکہ شہادت کا مقام تو نبوت کے بعد ہے۔

شہادت کا مقام تو نبوت کا طفیلی مقام ہے اور جب طفیلی نہیں مرسکتا تو اصل کیسے مرسکتا ہے۔

اگر فرع نہیں مرسکتی تو اصل کیسے مرسکتا ہے؟

اگر پتا نہیں مرسکتا تو درخت کیسے مرسکتا ہے؟

اگر قطرہ نہیں مرسکتا تو سمندر کیسے مرسکتا ہے؟

اگر امتی نہیں مرسکتا تو نبی کیسے مرسکتا ہے؟

یہ بڑی عجیب بات ہے، بے شعوری کی بات ہے۔

**شہید کو غسل نہ دو:**

لیس جناب مسئلہ بن گیا کہ یہ جو بات ہے شہید نہیں مرتا۔ تم مر جاؤ، ہم مر جائیں ہمارے مرنے کے کچھ طریقے ہیں۔
خواہ کتنا بڑا ظالم ہو۔ خواہ کیسا فاضل ہو۔ خواہ کتنا نیک ہے۔ خواہ کتنا عبادت گزار ہے، مگر جب مرے گا تو ہم اسے نہلائیں گے۔ حکم آ گیا کہ اسے نہلاؤ۔

جب دنیا سے جائے گا تو اسے نہلاؤ خواہ ولی ہو خواہ نیک ہو۔

جب شہید جان دے۔ جب شہید قربان ہو جائے۔ جب شہید دنیا سے جائے تو اس کے لئے موت کا لفظ استعمال نہیں ہوسکتا، کیونکہ قرآن منع کر رہا ہے۔ شہید کے لئے موت کا لفظ استعمال نہ کرو ہم اسے وصال کہہ سکتے ہیں انتقال کہہ سکتے ہیں۔

شہید جب دنیا سے جانے لگا تو شریعت سے مسئلہ پوچھنا پڑا۔ حکم ملا مولوی جی شہید کو غسل نہ دیں۔ جس طرح لہولہان دزخم خوردہ ہے ویسے ہی دفن کردیں۔ قیامت کو فرشتے خود غسل دے لیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہید کو میں اپنے سامنے غسل دلواؤں گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ شہید کے لئے غسل نہیں۔

ایک اور مسئلہ دیکھو اگر ہمارے خون کا قطرہ جسم سے نکلا تو وضو ٹوٹ گیا اور دوبارہ وضو کرنا پڑے گا۔ وضو کریں گے تو نماز ہوگی۔

مگر شہید کو اگر چوٹ لگ گئی اور گولی لگ گئی، شہید کو تلوار لگ گئی جسم کا سارا لہو بہہ نکلا۔ سر سے پاؤں تک زخم ہیں۔ کپڑے خون سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا جسم بھی نہ دھوئیں، اس کے کپڑے بھی نہ دھوئیں، کیونکہ یہ ایسا پاک ہوا ہے کہ ناپاکی اس کے قریب نہیں آسکتی۔

**مسئلہ تبدیل ہوگیا:**

مسئلہ تبدیل ہوگیا، قانون بدل گیا، طریقہ بدل گیا۔ آج اگر ایک قطرہ خون نکلے، کپڑا پلید ہو جاتا ہے۔ ناپاک ہو جاتا ہے۔ قطرہ خون نکل جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ خواہ ہو امیر، خواہ ہو وزیر، وزیر اور امیر کا پیشاب کا قطرہ نکلا وضو ٹوٹ گیا۔

شہید کو چوٹ لگی اس کا سارا پیشاب نکل گیا لیکن وضو نہیں ٹوٹا۔ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اس کے کپڑے بھی مت دھوئیں اور نہلائیں بھی مت کیونکہ یہ پاک ہے۔

سنو جبرائیل علیہ السلام صابن لگائیں گے، میکائیل پانی ڈالیں گے اور میرے سامنے بیٹھ کر نہلائیں گے اور اس بات کی ضرورت یہ ہے کہ میں شہید کے خون آلودہ لباس کو لوگوں کے سامنے رکھوں گا کہ میرے عاشق کی شان دیکھو۔

میرے عاشق کا ایمان دیکھو
میرے عاشق کی شان دیکھو
میرے عاشق کا خون دیکھو
میرے عاشق کا رنگین لباس دیکھو

**شہید کو خون آلود کپڑوں سمیت دفن کردو:**

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں کہوں گا یہ وہ لباس ہے جسے میری خاطر آلودہ کیا گیا، جسے میری خاطر خون میں ڈبویا گیا۔ میں اس لباس پر ناز کروں گا اور ساری کائنات کے فرشتوں کو دکھاؤں گا۔

امیر ہو، بڑا ہو، چھوٹا ہو، غریب ہو، سب کو کفن دیا جاتا ہے یا نہیں؟

لیکن اگر کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے تو اسے کفن ہی نہیں دیا جائے گا۔ شہید کے خون آلودہ لباس سمیت، شہید کے پھٹے ہوئے لباس سمیت، اسے ویسے ہی دفن کردو۔ اسے میں اپنی محبت کی چادر کا کفن دوں گا۔ تمہارے لٹھے کی چادر کی اسے ضرورت ہی نہیں۔

میں بیان کر رہا تھا کہ ہمارا دین ہوا قربانی سے شروع اور ہمارا دین ختم بھی قربانی پر ہوا۔

ہمارا دین حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے شروع ہوا اور دین کی عمارت کی بنیاد رکھی گئی اور اس عمارت کی تکمیل ہوئی میرے آقا، میرے مولا سید الشباب اہل الجنۃ سیدنا امام حسین علیہ السلام پر ہوئی کربلا میں۔

**یہ قربانی کیوں ہوئی:**

قربانی کیوں ہوئی؟

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تنگ کرنا چاہتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا قانون یہ ہے کہ میں پہلے دکھ دیتا ہوں پھر سکھ دیتا ہوں، پہلے محنت آئے گی، پھر اجرت آئے گی، پہلے رات جاگو گے پھر صبح آئے گی، پہلے آپ ہل چلائیں گے پھر فصل ہوگی، پہلے ہل چلاؤ گے، پانی دو گے، دانہ ڈالو گے تو پھر فصل حاصل ہوگی۔

پہلے دکھ آئے گا پھر سکھ آئے گا
پہلے تکلیف آئے گی پھر آرام آئے گا
جو بچہ پڑھے گا وہی پاس ہوگا
جو بچہ جاگے گا امتحان میں اول آئے گا
جو بچہ قربانی نہ دے اور سویا رہے اور گلی ڈنڈا کھیلتا رہے اور سبق یاد نہ کرے وہ فیل ہو جاتا ہے

**پہلے دکھ بعد میں سکھ:**

اگر کوئی جٹ قربانی نہ دے، رات کو نہ جاگے، پانی نہ دے، صبح سویرے اٹھ کر ہل نہ چلائے، اس کو دانے نہیں ملتے، جو جاگتا ہے اسے منوں دانے ملتے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ پہلے دکھ آتا ہے پھر سکھ آتا ہے۔

میں اپنے خاص بندوں سے قربانی لوں گا، جس سے میں قربانی لوں گا اسے میں ترقی دوں گا، جس کو میں مشکل میں ڈالتا ہوں اسے آرام بھی دیتا ہوں، جسے تکلیف دیتا ہوں اسے راحت بھی دیتا ہوں۔

جو پستی کی طرف مائل ہو اور جو کربلا کے خونی امتحان سے اپنے بچوں کو قربان کر کے گزر جائے، اسے میں جنت کے نوجوانوں کا سردار بناتا ہوں۔

نعرہ تکبیر: اللہ اکبر
نعرہ رسالت: یا رسول اللہ ﷺ

**مولانا روم کی حکایت:**

مولانا روم نے قصہ بیان فرمایا کہ کشتی دریا میں جا رہی تھی۔ دریا بہت گہرا تھا۔ موجیں بہت تیز تھیں۔ پانی بہت زیادہ تھا۔ کشتی میں آدمی موجود تھے۔ کشتی خود بھی تیر رہی تھی اور جو لوگ سوار تھے انہیں بھی لے جا رہی تھی۔ کشتی نہ موجوں سے ڈرے، نہ اندھیروں سے ڈرے، نہ دریا

کی گہرائی سے ڈرے، خود بھی چل رہی تھی اور جو سوار تھے انہیں بھی بچا رہی تھی۔ پاس سے کیکر کا درخت گزرا، موسم کی مار کھاتا ہوا بھنور کے تھپیڑے کھاتا ہوا، کشتی سے پوچھنے لگا اے بہن کشتی مجھے ایک بات بتا، تو بھی لکڑی اور میں بھی لکڑی، تو بھی کیکر اور میں بھی کیکر، تو بھی جنگل کی پیداوار میں بھی جنگل کی پیداوار، تیری بھی نسل وہی میری بھی نسل وہی، تیرا خاندان بھی وہی میرا خاندان بھی وہی۔ میں موسم کے تھپیڑے کھا رہا ہوں، قلابازیاں کھا رہا ہوں اور جو میرے قریب سے گزرے اسے بھی ڈبو دیتا ہوں، تو خود بھی تیر رہی ہے اور جو تجھ پر سوار ہو جائے اسے بھی محفوظ رکھتی ہے۔

کشتی کو خدا نے زبان دی، کشتی بولی۔ تیری میری اصل ایک ہے، خاندان تیرا میرا ایک ہے، تو بھی جنگل کی پیداوار میں بھی جنگل کی پیداوار لیکن تجھ میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ میں نے بہت ہی قربانیاں دی ہیں تب کہیں جا کر یہ شرف حاصل ہوا ہے۔

پہلے میں بھی درخت کا ٹکڑا تھی۔ مستری آیا اس نے میری چھال اتاری میں نے انکار نہ کیا، اس نے آری پھیر دی لیکن میں نہ بولی، اس نے کیل ٹھونک دیئے لیکن میں نہ بولی، اتنی قربانیاں دے کر اتنی تکالیف برداشت کر کے میں نے کشتی کا روپ دھارا ہے۔

تو نے اگر یہ منزل حاصل کرنی ہے تو چھال بھی اتروا لو۔ آری کے نیچے بھی آؤ۔ کیل بھی برداشت کرو، تو کشتی بن کے آ، خود بھی تیر اور لوگوں کو بھی منزل تک پہنچا۔

درخت کی اصل ایک ہے، جس نے قربانی دی وہ کشتی بن گیا اور تیرنے لگا، جو کشتی بن گئی وہ ڈوبنے سے بچ گئی، جو کشتی پر سوار ہو گیا وہ بھی بچ گیا۔

**میری آل کشتی نوح ہے (حدیث)۔**

میرے کملی والے آقا کی حدیث ہے" میری آل نوح کی کشتی ہے" جو نوح علیہ السلام کی کشتی پر بیٹھ گیا وہ بھی بچ گیا اور جو میری آل کی محبت کے سفینے پر بیٹھ گیا اس کی بھی نجات ہو گئی۔

کملی والے آقا نے اپنی آل کو نوح کی کشتی قرار دیا۔ فرمایا میری آل سے پیار کریں، میری آل کی خدمت کریں۔

جو میری آل سے محبت کرے گا وہ ہمیشہ کامیاب و کامران ہو گا۔

**عظمت سادات:**

کہتے ہیں مشکی گھوڑے کا بیٹا مشکی ہوتا ہے۔ سادات کا معیار یہ ہے روحانی سادات کا معیار یہ ہے

میرے آقا حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری فرماتے ہیں کہ سید کسی سے نہیں ڈرتا، جو ڈر جائے وہ سید نہیں، کیونکہ قربانی دینا سادات کا کام ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ

شیر آ گیا تو کہا جائے کہ شاہ جی شیر کی طرف جائیں

پاگل کتا آ گیا تو کہا جائے شاہ جی کتے کی طرف جائیں

سانپ آ گیا تو کہا جائے شاہ جی سانپ کی طرف جائیں

نہیں نہیں، یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ:

سید باطل سے نہیں ڈرتا

سید جھوٹے سے نہیں ڈرتا

**سید باطل سے نہیں ڈرتا:**

سید یزید سے نہیں ڈرتا۔

جو لوگ ظالم ہوں گے، غاصب ہوں گے، خدا کے مخالف ہوں گے، سید ان سے مقابلہ کرے گا۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ساری کائنات کا مقابلہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ساری کائنات کا مقابلہ کیا۔

حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے ساری کائنات کا مقابلہ کیا۔

تو پتہ چلا کہ سید کے خون میں بہادری ہے۔ سید کے خون میں اعجاز ہے کہ ظلم کی مخالفت کرتا ہے، حق کی حمایت کرتا ہے۔

دوسری بات:

نبی کریم کی ذات پاک

مولا علی کی ذات پاک

حضرت امام حسین کی ذات پاک

آج دستور کی بات کرتے ہیں مگر آج یہ بڑی بڑی تقریریں کر کے، آج بڑے بڑے چھلے لگا کے، آج علماء کو فریب دے کے، آج یہ ہمارے سامنے نئے لباس پہن کے آتے ہیں۔

میں ان سے کہتا ہوں

مجھے یاد ہے اس وقت مسلم لیگ کی حکومت تھی، جب مارشل لاء لگا، جب گولیاں چلنی شروع ہوئیں۔

جب ہمیں سکھر جیل میں بند کیا گیا۔

اس وقت گرمی کا موسم تھا جب ہمیں گندا پانی پلایا گیا۔

جب خراب چاولوں کے آٹے کی روٹیاں ہمیں کھلائی گئیں۔

خدا کی قسم جب نوالے ہمارے حلق میں اٹک گئے تو اس طرف کے لوگوں نے کہا کہ اب مولویوں کو نہیں چھوڑیں گے۔

ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے حضرت سنا آپ نے، میں نے کہا کیا؟

کہنے لگے ناظم الدین کہتے ہیں ہم نہیں چھوڑیں گے۔

میں نے کہا قبلہ یاد رکھو!

نمرود نے کہا تھا حضرت خلیل کے متعلق کہ میں نہیں چھوڑوں گا۔

فرعون نے کہا تھا حضرت موسیٰ کے متعلق کہ نہیں چھوڑوں گا۔

ابوجہل نے کہا تھا کملی والے آقا کے متعلق کہ نہیں چھوڑوں گا۔

یزید نے کہا تھا میرے مولا امام حسین علیہ السلام کے متعلق کہ میں نہیں چھوڑوں گا

اور ناظم الدین کہتے ہیں مولویوں کے متعلق کہ ہم نہیں چھوڑیں گے۔

میں نے کہا تم دیکھو تماشہ کیا بنتا ہے۔

خدا کی قسم! اب دیکھو وہ ناظم الدین مرغی خانہ کھول کر کراچی میں بیٹھے ہیں اور میں مولوی آج بھی چالیس ہزار کے عظیم مجمع میں تقریر کر رہا ہوں۔

جب ہم رہا ہو کر آئے تو ناظم الدین کی حکومت جا چکی تھی۔

ناظم الدین مرغی خانہ کھول چکا تھا

وہ وزیر سے مرغی خانہ بن چکا تھا

میں پہلے بھی مولوی تھا، پہلے چھوٹا مولوی تھا، بعد میں کملی والے آقا کے صدقے سے بڑا مولوی بن گیا۔

جب ختم نبوت کے نام پر ہم نے مشعل اٹھائی تو چھوٹے سے بڑے بن گئے، کملی والے آقا کے صدقے ذرے آفتاب بن گئے۔

جس کو کملی والا چھو لیتا ہے وہ چھوٹے سے بڑا بن جاتا ہے اور ناظم الدین کا انجام دیکھا۔

آج کے وزیر بھی ختم ہو جائیں گے

لیکن کملی والے کے جو غلام ہیں وہ سدا بہار پھول ہیں

دنیا بھر کے پھول پھر بھی ختم ہو ہی جاتے ہیں لیکن پیارے مصطفیٰ کے باغ میں ہمیشہ بہار ہی رہتی ہے یہاں کبھی خزاں نہیں آتی۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

☆☆☆

یہ تحقیقات کامل یہ شہادت مستند تر ہے
تن شاہِ شہیداں کربلا میں مصر میں سر ہے

حضرت امام حسین ؓ کا سر اقدس کہاں دفن کیا گیا؟ اس مسئلہ میں مؤرخین کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن جوزی نے تقریباً گیارہ اقوال نقل کیے ہیں، مگر ان سب میں حقیقت کے قریب علامہ شبلنجی مصری کا قول ہے کہ عہد فاطمین میں باب الفردوس دمشق سے عسقلان لایا گیا اور پھر وہاں سے قاہرہ پہنچا۔ مصر کے اس مرکزی شہر میں جہاں اب جامع ازہر کی عمارت ہے اس کے عین سامنے دفن کر دیا گیا اور وہاں ایک وسیع مگر شاندار مزار تعمیر کیا گیا۔ یہ مزار جامع ازہر کے شمالی دروازے کے بالکل سامنے سڑک کے دوسرے کنارے واقع ہے اور مشہد حسین ؓ کے نام سے مشہور ہے اب اس کی تفصیل سنئے:

سروں کی تقسیم:

میدان کربلا میں جب اشقیا نے سر تقسیم کیے: 12۔ سر قبیلہ ہوازن کو دیے گئے۔ 8۔ ابن اشعث کو، 6۔ بنی اسد، 14۔ بنی تمیم، 7۔ بنی مذحج، 13۔ بنی کندہ کو، باقی 2۔ ایک اور قبیلہ کو دیے گئے۔ حضرت امام عالی مقام کا سر اقدس خولی بن یزید کے پاس تھا۔ تقسیم کے بعد اعلان ہوا کہ تمام سروں کو نیزوں پر چڑھایا جائے۔

شہداء کے سروں کو نیزوں پر اٹھائے ہوئے یہ لشکر خوشیاں مناتا ہوا واپس کوفہ آ رہا تھا۔ ابھی زیادہ دور نہیں جا سکے تھے کہ سامنے ہوا میں ایک ہاتھ نظر آیا جس پر لکھا تھا:

اترجوا امۃ قتلت حسینا
شفاعۃ جدہ یوم الحساب

''جس قوم نے حسین ؓ کو قتل کیا، کیا اس کے نانا کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں''۔

ایک راہب:

خولی بن یزید لشکر سے کافی آگے نکل چکا تھا اسے راستے میں ایک راہب کا عبادت خانہ نظر آیا۔ وہ ذراستانے بیٹھ گیا، راہب نے باہر نکل کر اس سے پوچھا یہ ''سر'' کس کا ہے؟ اس نے کہا ''حسین'' کا ہے۔ راہب نے کہا حسین کون تھے؟ اس نے کہا علی شیر خدا کے بیٹے۔ راہب نے کہا وہی ''علی'' جو تمہارے نبی کے داماد تھے؟ اس نے کہا ہاں۔ راہب نے کہا پھر یوں کیوں نہیں کہتا کہ ہمارے نبی کے نواسے کا سر ہے۔ راہب نے کہا دس ہزار درہم میں تمہیں دے دوں گا، یہ سر اقدس ایک رات میرے پاس رہنے دو۔ صبح جاتے وقت لیتے جانا۔ خولی جس نے دراہم کے بدلے ایمان بیچا تھا۔ کب انکار کرتا فوراً دے دیا۔ اس راہب نے خوشبو وغیرہ لگا کر ایک بلند چوکی پر رکھا اور ساری رات اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا۔ جب نصف رات گزر گئی تو سر اقدس کی پیشانی سے ایک نور نکلا اور سارا عبادت خانہ روشن ہو گیا اور راہب نے کہا یا حسین ؓ بے شک آپ زندہ ہیں میں آپ کو گواہ کر کے کہتا ہوں:

اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد اعبدہ ورسولہ

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجبی ست

خولی بن یزید کی بیوی:

جب خولی سر اقدس کو لے کر کوفہ پہنچا، گھر گیا اور سر مبارک کو تنور میں رکھ دیا اور سو گیا اس کی بیوی بڑی نیک تھی۔ رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھی تو دیکھا کہ تنور میں روشنی ہے، اس نے کہا کہ میں تو آگ بجھا کر سوئی تھی جب قریب گئی تو عجب منظر دیکھا اس کے تنور میں ایک سر موجود ہے اور اس سے نور نکل رہا ہے اس سر کے ارد گرد اس نے چار عورتیں دیکھیں۔ ان میں سے ایک کہہ رہی تھی:

''اے میرے لال! اے میرے شہید! اے میرے آنکھوں کے نور! اللہ روز جزا تیرا انصاف فرمائے گا، جب تک تیرا خون بہانہ لے لوں گی عرش الٰہی کا کنگرہ نہ چھوڑوں گی''۔

خولی کی بیوی یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی۔ ہاتف نے آواز دی، پریشان نہ ہو تو اپنے خاوند کے گناہ میں ماخوذ نہیں ہو گی۔ وہ بیبیاں جو تو نے دیکھی ہیں۔ وہ حضرت خدیجہ الکبریٰ، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت مریم اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ اس کو ہوش آیا تو سر مبارک کو تنور سے نکالا اور نہایت تعظیم و تکریم سے بلند مقام پر رکھا اور اپنے خاوند کو جگا کر کہا او مردود۔ تو نے کہا تھا ایک باغی کو قتل کرنے گیا تھا

اور یہ نبی کے نواسے کا سر؟ ظالم دیکھ تجھ پر آسمان لعنت بھیج رہا ہے اور ادھر دیکھ اس سر کی زیارت کو ملائکہ آ رہے ہیں۔ بس میرا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لے اپنے گھر کو سنبھال میں جاتی ہوں۔ خولی نے کہا تیرے نکل جانے سے میرا گھر تباہ ہو جائے گا۔ عورت نے کہا خدا کرے تیرا گھر برباد ہو جائے۔ تیرے سب بچے تباہ ہو جائیں۔ تو نے خاتون جنت کا گھر اجاڑا خدا تیرا گھر اجاڑے۔ یہ کہہ کر اس نے چادر اوڑھی اور سیدھی جنگل کی طرف نکل گئی پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا۔

**سر امام اور ابن زیاد:**

صبح ابن زیاد کے دربار میں اس کے سامنے امام عالی مقام ﷺ کا سر مبارک رکھا گیا۔ مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ کے لب مبارک پر مارنے لگا تو اسی مجلس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی زید بن ارقم ﷺ موجود تھے، فوراً بولے:

''او ظالم! تجھ پر خدا کی مار، یہ کیا کرتا ہے؟ چھڑی ہٹا لے۔ خدا کی قسم یہ وہ لب مبارک ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو بار ہا چومتے دیکھا، خدا تیرے ہاتھ توڑے، اللہ تجھے فنا کرے''۔

ابن زیاد نے کہا۔ اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا تو میں تجھے ابھی قتل کر دیتا۔

زید بن ارقم ﷺ یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے:

''اے عرب! آج کے بعد تم غلام ہو۔ تم نے فاطمہ کے لال کو قتل کیا اور ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد کو حاکم بنایا جو تمہارے نیک انسان قتل کرتا ہے اور تمہارے شریروں کو زندہ رکھتا ہے۔ تم نے ذلت پسند کی، خدا تمہیں غارت کرے، جو ذلت قبول کرتے ہو''۔

**سر اقدس کوفہ کی گلیوں میں:**

ابن زیاد نے حکم دیا ان تمام سروں کو کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے۔ یہ کوفہ والوں کی مہمان نوازی تھی۔ حضرت زید بن ارقم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب ''سر'' میرے مکان کے قریب سے گزرا تو میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور یہ آیت پڑھ رہا تھا:

ام حسبت ان اصحب الکھف و الرقیم کانوا من ایتنا عجبا۔ تو سر اقدس سے آواز آئی:

ان قتل الحسین کان منه اعجبا (حسین کا قتل اصحاب کہف کے قصہ سے زیادہ عجیب ہے)۔

**سر اقدس کی دمشق کو روانگی:**

کوفہ میں خوب تشہیر کے بعد امام عالی مقام ﷺ کا سر مبارک ایک بانس پر نصب کر کے دمشق یزید کے دربار میں پہنچا دیا گیا۔ کوفہ اور دمشق کے سفر میں حضرت امام ﷺ کے سر مبارک سے بے پناہ کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ مگر سیاہ دل بد باطن جن کی آنکھوں پر زر و جواہرات کے پردے پڑے ہوئے تھے یہ چیزیں کب دیکھ سکتے تھے۔ ایک شخص زحر بن قیس لشکر سے پہلے یزید کے دربار میں پہنچا اور بڑے فخر سے حالات سنانے لگا۔ غاز بن ربیعہ کہتا ہے میں اس وقت یزید کے پاس بیٹھا تھا۔ یزید نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟

**سر مبارک یزید کے دربار میں:**

زحر بن قیس نے کہا فتح و نصرت کی بشارت لایا ہوں۔ حسین بن علی ﷺ اپنے اٹھارہ اہل بیت اور ساٹھ حمایتیوں سمیت ہم تک پہنچے ہم نے انہیں بڑھ کر روکا اور مطالبہ کیا کہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے اطاعت کی بجائے لڑائی پسند کی، چنانچہ ہم نے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ان پر حملہ بول دیا اور آن کی آن میں سب کا قلع قمع کر دیا۔ اس وقت ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں۔ ان کے کپڑے خون میں تر ہیں۔ ان کے رخسار غبار سے اٹے پڑے ہیں۔ ان کے جسم دھوپ کی شدت اور ہوا کی تیزی سے خشک ہو رہے ہیں۔ یا:

چیلوں اور گدھوں کی خوراک بن گئے ہیں!

**یزید پریشان ہو گیا:**

یہ سن کر یزید سخت پریشان ہوا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ زحر بن قیس کو کوئی انعام نہیں دیا اور کہنے لگا لعنت ہو ابن زیاد پر۔ اگر میں وہاں ہوتا تو حسین ﷺ سے درگزر کر جاتا خداوند کریم حسین ﷺ کو اپنے جوار میں جگہ دے۔ دراصل اس کا یہ گریہ بھی وقتی پالیسی تھی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ کلنک کا ٹیکہ قیامت تک دھویا نہ جا سکے گا۔

**روم کا قاصد:**

اس کے دربار میں قیصر روم کا ایک نصرانی قاصد بیٹھا تھا اس نے سر حسین ﷺ کو دیکھ کر کہا: ''عیسیٰ کی سواری کے کھروں کے نشان ہم

جہاں پاتے ہیں۔ آج تک ان کی حرمت کرتے ہیں اور جواہر اور مال قربان کرتے ہیں۔ حیف ہے تم پر کہ تم نے اپنے نبی کے ایسے پیارے نواسے کو مارڈالا کیا تمہاری یہی مسلمانی ہے؟ تم لوگ ظالم بدترین انسان ہو"!

یہ بات سن کر یزید خفا ہوا اور کہا تو سلطان روم کا قاصد ہے ورنہ تجھے ابھی سزا دیتا۔

قاصد نے کہا یہ اور افسوس کی بات ہے کہ روم کے قاصد کا اتنا پاس ہے اور نبی کے فرزند کے قتل میں کچھ بھی، دسواس نہ آیا۔ یہ کہہ کر وہ قاصد وہاں سے چلا گیا۔

یزید سر پیٹ کر رہ گیا ہائے اب دنیا میں میرا کیا حشر ہوگا۔ خلق خدا مجھے کیا کہے گی؟

جب یہ خبر یزید کے گھر پہنچی تو یزید کی بیوی ہندہ نے کہا۔ ظالم تو نے بڑا ظلم کیا ہے۔ قیامت کو کیا منہ دکھائے گا۔ ہندہ نے سر مبارک کو منگوا کر عرق گلاب سے دھویا۔ ادھر جمعہ پر شاہزادہ زین العابدین کا خطبہ سن کر یزید اور پریشان ہو گیا۔ جامع مسجد چھوڑ کر فوراً گھر آیا اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو لے کر دیر تک روتا رہا۔ ہندہ نے کہا اب رونا بے کار ہے میں شام کو سوئی تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ملائکہ کی جماعتیں نازل ہو رہی ہیں اور سر امام کے پاس آ کر کہہ رہی ہیں:

السلام علیك یا ابا عبد الله

یزید وہاں سے اٹھ کر دربار میں آیا اور شاہزادہ زین العابدین کو بلا کر نہایت تعظیم و اکرام کے ساتھ اٹھا کر کہا، جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب اگر آپ یہاں رہنا پسند کریں تو بڑی خوشی سے رہیے۔ میں آپ کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں اور اگر تشریف لے جانا چاہتے ہیں تو میں بھیجنے کے لئے بھی حاضر ہوں۔ اس پر حضرت زین العابدین نے فرمایا ہمیں واپس پہنچنا ہے۔

**سرِ مبارک کا دمشق سے عسقلان پہنچنا:**

یزید نے ایک ہزار سواروں کے ساتھ قافلہ اہل بیت کو روانہ کیا اور سر امام کو مشک و کافور سے معطر کر کے امام زین العابدین کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے سر مبارک کو کربلا میں دفن کیا یا جنت البقیع مدینہ طیبہ میں؟ یہ سب روایتیں کتابوں میں درج ہیں۔ مگر تحقیق وہی ہے جسے علامہ شبلنجی مصری نے اپنی کتاب "نور الابصار فی مناقب اهل بیت النبی المختار" میں لکھا ہے اور شیعہ عالم علامہ شروانی نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ آلِ عباد" میں علامہ مقریزی سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"یزید نے سر مبارک کو از روئے قساوت قلبی حجرہ میں بند رکھا۔ کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا۔ آخر سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں اس امر کا انکشاف ہوا کہ سر مبارک ویسے کا ویسا پڑا ہے اور اس سے تازہ خون بہہ رہا ہے، پھر اس سر مبارک کو دمشق سے عسقلان لا کر صندوق دفن کر دیا گیا"۔

**سرِ امام مشہد بدر میں:**

خلیفہ مستنصر باللہ کے وقت بدر جلال (جو اس کا وزیر اعظم تھا) نے عسقلان پر قبضہ کیا اور سر مبارک کی زیارت کی اور حکم دیا کہ ایک عالی شان عمارت تعمیر کی جائے جس کا نام مشہد بدر رکھا گیا۔ یہ عمارت 484ھ میں مکمل ہوئی اور اس میں سر اقدس کو رکھا گیا۔ 548ھ میں جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو کچھ عقیدت مند سر اقدس کو نکال کر مصر لے آئے۔ یہ واقعہ 549ھ میں پیش آیا۔ مشہور سیاح علامہ ہروی نے بھی اسی سن میں سر اقدس کے قاہرہ میں منتقل ہونے کی شہادت دی ہے۔ ہروی عسقلان میں 570ھ میں آتا ہے۔

**مصر کا قصرِ زمرد:**

مصر میں سر اقدس کو قصرِ زمرد میں رکھا گیا پھر فرمان شاہی کے مطابق ایک خوشنما گنبد بنایا گیا اور سر اقدس کو اس میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت سے اب تک اسی مشہد میں ہے۔ حضرت صلاح الدین ایوبی کے وقت قاہرہ میں مدارس عربیہ بنائے گئے تو اس مشہد عالی کے قریب ہی ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس میں علامہ بہائی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ یہ واقعہ 568ھ کا ہے۔ 570ھ میں معین الدین بن الشیخ الشیوخ نے مشہد کے پاس کئی حجرے تعمیر کئے اس وقت ابن جبیر سیاح مشہد راس حسین کی تعریف لکھتا ہے کہ آپ کا سر نقرئی تابوت کے اندر ہے۔ 620ھ میں ابن یحییٰ بن ناصر السکری ابوالقاسم نے مشہد کو بہت زینت دی اور ایک نہایت ہی بلند منارہ تعمیر کیا۔

646ھ میں مشہد کو آگ لگ گئی مگر ایوان مرقد کی دیوار میں قطعاً کوئی نقصان نہ پہنچا، دوبارہ مرمت کرائی گئی۔

762ھ میں یہاں ابن بطوطہ آتا ہے، اس نے اپنے سفرنامہ میں اس مشہد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

737ھ میں یہاں خالد بن عیسیٰ البلوی آتا ہے اس نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس کا مکمل حال تحریر کیا ہے، وہ لکھتا ہے:

"محرابوں میں اکثر شیشے جھاڑ ہیں۔ ہر فانوس نہایت نفیس، ہر قندیل نور افشاں ہے"۔

خدیو مصر الملک الظاہر ابو سعید چقماق نے ہر شیشہ پر خط طغرا میں یہ نام پاک لکھوایا اور ایک عجیب شیشہ جس کی آب و تاب سے آنکھیں خیرہ ہو جاتیں، میں رکھوایا۔ یونہی ہر زمانے میں والیان مصر اس کی تزئین کرتے چلے آئے۔

1115ھ میں امیر حسن غربان الکتخی نے اس کی توسیع کی اور چوب آبنوسی کا خوش نما تابوت بنوایا اور اس پر سنہری کام کرایا اور پھر اس تابوت پر سبز حریر چڑھایا۔

1156ھ میں عربی کے مشہور شاعر عبداللہ شیرازی نے ہر دروازہ پر اشعار لکھے۔

1100ھ میں عبدالرحمان کے حکم سے اس کی تعمیر میں توسیع کی گئی اور ایک خوبصورت قبہ تعمیر کیا اور اس پر تاریخ کا پتھر نصب ہوا۔

1204ھ میں علی نے اور توسیع کی۔

عباس پاشا نے چاہا کہ اس مشہد کو اور زیادہ تزئین دی جائے۔ انہوں نے نئے دالان بنوائے اور اکثر مکانات خریدے مگر افسوس کہ 1280ھ میں واصل بحق ہو گئے اور اپنے ارادوں کی تکمیل نہ کر سکے۔

جب اسماعیل پاشا تخت مصر بیٹھے تو انہوں نے استنبول سے عمارتی سامان منگوا کر اس مشہد کو اور ترقی دی۔ اس کی یہ تعمیر 1290ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

اب اس عدیم المثال عمارت میں عظیم الشان کمروں، دالانوں، محرابوں، دروازوں کی وسعت و کثرت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ قبہ عالی میں ایک تہ خانہ ہے وہاں تخت سنگین پر ایک تابوت ہے اور اس تابوت میں حضرت امام ؑ کا سر اقدس ہے۔

ابھی 1216ھ میں حلمی نے قبہ کے اندر شیشے نصب کیے اور سب دالانوں اور محرابوں پر رنگ چڑھائے، قبہ انور کے چار دروازے ہیں۔ ایک بحری تا باب اخضر۔ دوسرا، تیسرا باب مسجد کے قریب ہے، کواڑوں پر تانبے کی چادر ہے۔ 1321ھ میں مشہد اقدس کے شیخ سید محمود نے درون تہ خانہ سر اقدس کی زیارت کی۔

مسجد مشہد کے وکیل محمد عرفہ بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔

☆☆☆

# امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس کہاں ہے

محمد شریف نوری

# تطہیرِ اہلِ بیت

مفکرِ اسلام پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا (الاحزاب:33)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے''۔ (کنزالایمان)

ایک طبقہ اہل علم نے مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ و تشریح کرتے وقت کچھ اور معنی مراد لئے ہیں۔ ان کا استدلال درست نہیں ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے اور تفاسیر و احادیث نیز اقوال اکابرین امت کے حوالے سے آیت کا صحیح مفہوم بیان کیا جائے۔

**اعتراض نمبر1۔**

ترجمہ: اے اہل بیت اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے نجاستیں دور کردے اور تم کو مکمل پاک کردے۔ عام ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ ''پاک کردیا ہے''۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔

تاکہ پاک کردے، کیونکہ'' یطھرکم'' مضارع کا صیغہ ہے۔ اگر فرمایا ہوتا'' طھرک تطھیرا'' پھر ماضی مطلق کا صیغہ ہوتا کہ میں نے طہارت کردی ہے جیسا کہ قرآن میں دوسرے مقام پر فرمایا:

یمریم ان اللہ اصطفک و طھرک و اصطفک علیٰ نساء العلمین (آل عمران:42)

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دور کی ساری عورتوں سے چن لیا ہے''۔

واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ذکر کرنے کے لئے ماضی مطلق آتا ہے، جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ پاک کردیا لیکن اس آیت میں فرمایا'' یطھرکم'' تاکہ تمہیں پاک کرے یا پاک کرے گا۔ حضور ﷺ کے دور میں جو اہل بیت موجود تھے جناب حسن ؓ، جناب حسین ؓ، سیدہ فاطمہ علیہا السلام، سیدہ زینب علیہا السلام اور افراد موجود تھے ان کے لئے فرمایا۔

شان نزول کے وقت جو افراد موجود تھے وہ مراد ہوں گے کہ تمہیں پاک کردیا۔

'' یطھرکم'' کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں پاک کرے اور پاک کرے گا، قیامت تک جو آئندہ حضور ﷺ کے نسب سے پیدا ہوں گے، ان کی پاکیزگی کے لئے مضارع آیا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل بیت خطا اور نسیان سے پاک ہیں۔ ایسی بات نہیں بلکہ محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا ہوا ہے۔

دوسرا مطلب یہ کہ جتنا جتنا موجبات تطھیر (یعنی پاک ہونے کے اسباب) اے اہل بیت نبی تم اپناؤ گے، جتنا جتنا تزکیہ نفس اور احتساب ذات، عبادت اور شریعت کا اتباع، رسول اللہ ﷺ سے فرمانبرداری جتنی جتنی کرتے جاؤ گے، ساتھ ساتھ تمہیں میں پاک کرتا جاؤں گا۔

**اعتراض نمبر2۔**

پاک ہونے کے لئے پہلے پلید (ناپاک) ہونا ضروری ہے، پہلے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں پھر پاک کرنے کے لئے انہیں دھوتے ہو (نعوذ باللہ)۔ اہل بیت میں کون سی پلیدی تھی جو اللہ نے کہا دور کردی پھر پاک کردیا، اس پلیدی کو بھی دیکھو۔ پہلے چیز کوئی پاک ہو تو کوئی کیسے کہے میں اس کو پاک کرتا ہوں یہ تو تحصیل حاصل ہے۔

وعھدنا الیٰ ابراھیم واسمعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (البقرہ:125)

''اے ابراہیم علیہ السلام تم دونوں باپ بیٹا میرے گھر کو پاک کردو''۔

یعنی کہ میرے گھر میں جو بت ہیں ان کو نکالو۔ اسی طرح ذہن کے سارے بت توڑ دو۔ حکم ہوا کہ تم بیت اللہ کو صاف کرو۔ مطلب یہ کہ اگر کعبۃ اللہ میں بت ہوں تو کعبہ کی فضا پاک نہیں ہوتی، کعبہ پاک نہیں ہوگا، اگر ذہن میں بت شامل ہوں تو تمہارا باطن پاک نہیں ہوگا۔

**اعتراض نمبر3:**

آل اور اولاد میں فرق سمجھو۔ حضور ﷺ نے اولاد نہیں فرمایا، آل فرمایا۔ آل وہ ہے جو حضور ﷺ کی تبع ہے، جیسا قرآن مجید فرماتا ہے:

واغرقنا ال فرعون وانتم تنظرون (البقرہ:50)

''فرعون کے ماننے والے، پیچھے چلنے والے''۔

(آل) کا معنی اگر اولاد ہے تو فرعون کی اولاد نہیں تھی۔ آل محمد ﷺ سے مراد ہر وہ تبع (امتی) ہے جو سچا آپ ﷺ کے پیچھے چلنے والا ہو۔

شریعت پر عمل کرنے والا ہو متقی تقی نقی ہو۔

حدیث: کل تقی و نقی وھو اھلی ( ہر اچھا نیک میری آل میں سے ہے ) چاہے کسی خاندان میں سے ہو۔ کسی نسل میں سے ہو، لہٰذا آل اور اولاد مختلف ہوئے۔ اولاد وہ ہے جو پشت سے آئے اولاد ہوگی مگر آل نہیں ہوگی۔ آل کے لئے اتباع محمد ﷺ ضروری ہے۔

ابولہب اور ابو جہل تبع شرع محمد ﷺ نہیں تھے اس لئے ان کو یہ مقام نہیں ملا۔ حضور ﷺ کا چچا ہونے کے باوجود بھی اسے مقام نہیں ملا کیونکہ وہ آل محمد ﷺ میں شامل نہیں ہوا۔ اولاد عبدالمطلب میں شامل ہوتا ہم اولاد ہونا یہ کوئی شرف نہیں ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور غوث پاک میں دوگنا شرف ہے۔ آل بھی ہیں اور اولاد بھی ہیں۔ اسی لئے میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی
پاؤ خیر محمد تائیں صدق شاہ جیلانی

وہ افراد جو تیری اولاد بھی ہیں آل بھی ہیں۔ جو شخص اولاد نہیں۔ کتنے افراد ہیں جو سید نہیں متقی، نیک ہیں، اتباع سنت کر رہے ہیں، شریعت پر عمل کر رہے ہیں، تزکیہ نفس، احتساب ذات، تزکیہ باطن کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے وہ آل میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ جو درود پڑھا جاتا ہے۔"اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد" اس میں ہر وہ شخص امت کا داخل ہے جو نیک، پاک، اچھا ہو، شریعت کا پابند ہو، چاہے اولاد ہے کہ نہیں اس پر درود پہنچتا ہے اور جو شخص اولاد ہو کر کے بھی شریعت محمدی پر نہیں چلتا، غفلت برتتا ہے، تقاضے پورے نہیں کرتا اس کو درود نہیں پہنچتا۔

مندرجہ بالا اعتراضات کے جوابات:

جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً (الاحزاب:33)

"بجز اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے، اے گھر میں رہنے والو اور تمہیں پاک کر دے جیسا پاک کرنے کا حق ہے"۔

اس سے ایک سوچ اس طرف کام کرنے لگی کہ جس وقت پاک کرنے کا اعلان ہوتا ہے تو پہلے پلید ہونا شرط ہے۔ جب تک کوئی ناپاک نہ ہو اس کے لئے یہ کہنا کہ اس کو پاک کر دو یہ صحیح نہیں ہے۔ معترض کا خیال یہ ہے کہ میرا یہ کپڑا ہے دھوئے کو دیتا ہوں یہ پاک کر دو۔ اگر پہلے ہی پاک ہے تو تحصیل حاصل لازم آئے گی، یعنی مجھے جو چیز پہلے سے حاصل ہے وہ میں حاصل کرنا چاہوں یہ کسی بھی عقل مند کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

مثلاً: ایک آدمی چھت کے نیچے بیٹھا ہو تو چھت دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے کافی ہے، اگر وہ چھت کے نیچے چھاتہ لگائے تو اس کا نام تحصیل حاصل ہے۔ تو کہنے والا کہتا ہے کہ جو چیز تمہیں پہلے سے حاصل ہے وہ تم کیوں کر رہے ہو۔ اس لئے معترض سمجھتا ہے کہ وہ پہلے ہی پاک ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کیوں کہتا ہے کہ اے اہل بیت اطہار، اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔ اس کا معنی ہوا کہ پہلے وہ ناپاک تھے۔ وہ کیا ناپاکیزگی تھی کہ ان کے دماغوں میں تکبر کے بت تھے اور ساتھ ہی یہ اعتراض کیا گیا کہ لوگ ترجمہ کرتے ہیں کہ ( اللہ نے انہیں پاک کر دیا ) اعتراض ہے کہ یہاں اللہ پاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے پاک کر تو نہیں دیا۔ پاک کر دینے کا ثبوت تو کوئی نہیں ہے۔ اب چند باتیں اس جگہ جواب طلب ہیں۔

**اعتراض نمبر 1 کا جواب:** پہلی بات یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "تاکہ اللہ تمہیں پاک کر دے" تو پہلے کوئی پلیدی ہونی چاہئے۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اگر ایک شخص کا وضو ہے اور وہ وضو کے ہوتے ہوئے وضو کرتا ہے، تو کیا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ جائز ہے۔ مزید طہارت آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طہارت کے مختلف مدارج ہیں۔ طہارت کے مدارج میں ارتقا ممکن ہے یعنی جتنا صاف ہے اس سے زیادہ صاف کیا جا سکتا ہے۔ جتنی طہارت ہے اس کی طہارت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ (الضحیٰ:4)

"اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے"۔

جتنی طہارت مل چکی ہے اس سے زیادہ ممکن ہے۔ تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وضو پر وضو کرنا باعث ثواب ہے اور وضو

کرنے والے کو طہارت کا اعلیٰ درجہ ملتا ہے تو آپ کو ماننا پڑے گا یہ تحصیل حاصل نہیں۔

جیسا کہ ایک آدمی سردیوں کے موسم میں اوپر رضائی کر کے لیٹا ہوا ہے لیکن اتنی گرمی اسے نہیں مل رہی جتنی اس کو چاہئے۔ اگر ایک اور رضائی کر لے تو پھر۔ رضائی پہلے سے ہے لیکن دوبارہ کیوں رضائی کرتا ہے؟ اس کی حرارت میں ارتقا ممکن ہے کیونکہ سردی کی وجہ سے سردی میں ارتقا ممکن ہے، اس لئے گرمی کا بھی ارتقا چاہئے۔ اس وقت نجاستیں انبار بنا بنا کے مقابلہ کرنے کے لئے سینہ تان رہی ہوں تو ادھر اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی طہارت میں طہارت چاہئے تا کہ بڑے بڑے گمراہوں سے ٹکر لیتے وقت وہ طہارت کافی ہو۔

اگر یہ باور نہ ہو تو میں یہ عرض کروں گا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

اولئك الذين هدى الله (الانعام:90)

''اے میرے محبوب یہ جو نبیوں اور رسولوں کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے''۔

آپ ﷺ کیا کریں؟

''فبهدهم اقتده'' آپ ﷺ ان کی ہدایت کے پیچھے پیچھے چلیں۔

اب نبی کریم ﷺ ہدایت پر ہیں تو پھر یہ کیوں کہا کہ ان کی ہدایت کی پیروی کریں؟ مطلب یہ نکلا کہ ایک ایک آدمی کو الگ الگ ہم نے معجزہ دیا ہوا ہے اب جتنے جتنے معجزات کے رنگ ہیں یہ سارے تجھ سے گئے ہوئے ہیں۔ اب اے محبوب تو ان کا گلدستہ بنا کے اکٹھا کر، تا کہ جتنے فضائل مل کر ساری کائنات میں پائے جاتے ہیں تیرے ایک گلدستے میں پائے جائیں۔ دنیا مانے کہ یہ اس لئے ساری کائنات کا سردار ہے کہ واقعی اس کے اندر سرداروں والی صفات ہیں۔

حضرت علامہ فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے (تفسیر کبیر میں) لکھا ہے کہ پیروی کرنی ہے یا اصول دین میں یا فروع دین میں۔ جب حضور ﷺ کا دین ناسخ الادیان ہے، جب سرکار ﷺ کی شریعت ناسخ الشرائع ہے، جب آپ ﷺ کا مذہب ناسخ المذاہب ہے، جب آپ ﷺ کی کتاب ناسخ الکتب ہے تو پیروی کیا کریں؟ کہا یہ جتنے گلدستے پڑے ہیں ان کی پہچان یہ ہے کہ یہ تیری بارگاہ سے گئے ہیں ان کو اکٹھا کر۔

ابوبکر اندلسی نے (احکام القرآن کے) اندر لکھا ہے کہ تمام انبیاء مرسلین کی شریعتیں اور ان کی States نبی کریم ﷺ کی Acceding state (ریاسات ملحقہ) ہیں۔ ریاسات ملحقہ میں جو قانون چلتا ہے وہ اس کا بھیجا ہوا ہوتا ہے جو مرکزی حکومت ہے۔ یہ تجھ سے گئے ہوئے ہیں تو ان کو جمع کر۔ تحصیل حاصل لازم آتی ہے۔ کیونکہ گئے تجھ سے ہیں۔ کہا تیرے ہاں تو انباروں کی صورت میں ہیں یہ بکھرے ہوئے پڑے ہیں، ساری دنیا کی نگاہوں میں الگ الگ نظر آتے ہیں۔ جب ساری دنیا کی نگاہوں میں ایک گلدستہ بنانے کا تو لوگوں کو معلوم ہو گا کہ کل کائنات میں جتنا حسن ملتا ہے وہ سارا گیا ہوا یہاں سے ہے۔ اب تحصیل حاصل نہ ہوئی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ بیضاوی کی شرح خفاجی میں لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (العنکبوت:69)

''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے''۔

وہ لوگ جنہوں نے ہمارے راستے میں جہاد کیا ہے ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت فرمائیں گے۔ اب جس وقت انہوں نے جہاد کر ڈالا۔

علامہ خفاجی کہتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے: ''فعل متعدی کا مفعول کسی مضمون میں نہ ہو تو وہ مطلق ہوتا ہے، اس میں اطلاق ہوتا ہے، آزادی ہوتی ہے'' یعنی تمام تر قسم کی ہدایت ان کے پاس موجود ہے'' وجاهدو افينا '' کس طرح کا جہاد انہوں نے کیا۔ جہاد کا کوئی ذکر نہیں کیا جہاد بالنفس کیا یا جہاد بالکفار کیا؟ کس چیز کا جہاد کیا؟

آگے اس کے مفعول ذکر نہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر طرح کا جہاد کیا ہر جگہ جہاد کیا۔ ہر وقت جہاد کیا، ہر نیک مقصد کے لئے جہاد کیا۔ جب یہ سارا کر چکے تو پھر ان کے پاس ہدایت ہوئی کہ نہ ہوئی؟ رب فرماتا ہے: والذين جاهدو ا فينا لنهدينهم سبلنا (ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے) تو تحصیل حاصل ہوئی۔ ہدایت پہلے ملی ہوئی ہے، جہاد جو کر چکے ہیں۔

خفاجی جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 129 اس میں لکھا ہے کہ پروردگار عالم نے جو فرمایا کہ میں اپنے راستوں کی ہدایت ان کو دوں گا۔ اس کا یہ مطلب کوئی نکال سکتا ہے کہ اس سے پہلے ان کو ہدایت نہیں تھی؟

اب جب رب نے فرمایا کہ (اللہ ان کو پاک کرے گا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے) تو معترض کا یہ کہنا کہ پاک ہونے کے لئے پہلے پلید ہونا شرط ہے تو کہیں کہ ہدایت ہونے کے لئے پہلے بے ہدایت ہونا شرط ہے؟ نہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نے یہ بات لکھی ہے کہ ان کے پاس پہلے سے ہدایت موجود ہے۔ ماضی میں جہاد کر چکے ہیں یہ نہیں کہ اب کریں گے جہاد وہ کر چکے ہیں، ہدایت آئندہ دیں گے، ہدایت کے بغیر جہاد کیا ہے؟ نہیں۔ معلوم ہوا ہدایت کے ہوتے ہوئے جہاد کیا ہے، تو پھر کیا ہدایت دے گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ''مدارج ہدایت'' میں ارتقا فرمائے گا، یعنی جس منزل پہ پہنچے ہوئے ہیں اس سے آگے لے جائے گا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

طیبی نے مشکوۃ شریف کی شرح لکھی ہے۔ طیبی صاحب مشکوۃ (ولی الدین تبریزی) کے استاد ہیں۔ سب سے پہلی مشکوۃ کی شرح یہ لکھی گئی ہے۔ غالباً 737ھ میں ولی الدین تبریزی نے مشکوۃ لکھی اور 745ھ میں استاد ہو کر طیبی نے شرح لکھی ہے۔ طیبی کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس جگہ پروردگار عالم نے یہ بات ارشاد فرمائی انہوں نے اس کو اس معنیٰ میں لیا ہے۔ ''والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا'' کہا ہمارے راستے میں جو جہاد کر چکا ہے۔

رب کے راستے میں جہاد کر چکنے کے بعد بے ہدایت ہوتا ہے؟ نہیں۔ راستہ رب کا ہو، وہ ہر طرح کا جہاد کر چکا ہو، رب کے راستے میں ہر طرح کا جہاد کر چکا ہو، اس کے بعد کہنا کہ ہم اس کو ہدایت سکھائیں گے، پھر کیوں کہتے ہو کہ آئندہ ہم اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے۔ اس کا مطلب یہ کہ جس منزل پہ اس کی ہدایت پہنچی ہے اس کے آگے کچھ ہدایت دیں گے۔

مطلب یہ ہوا کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ پاک ہیں ان کی پاکیزگی میں ارتقا ممکن ہے یعنی جس منزل پر تم پہنچے ہوئے ہو، اس سے اگلی منزلوں کی طہارت تمہیں عطا کریں گے۔

معترض کا یہ اعتراض کہ اہل بیت سے پاک کرنے کا وعدہ کیا، پاک کیا تو نہیں؟

جیسا کہ ان اللہ اصطفٰک وطہرک واصطفٰک علی نساء العلمین۔ (آل عمران:42)

''بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا'' تمہیں اللہ نے پاک کیا ہے اور عالمین پر چن لیا ہے۔

جواب: ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ جناب امام حسین ؓ کی جو ماں ہے۔ اگر وہ جناب سیدہ مریم علیہا السلام سے پہلے ہی افضل ہوں تو پھر کیا معنی نکلیں گے؟ جس کو رب نے چن لیا ہے یہ اس کی سردار ہے، اس کو کہہ رہا ہے کہ اللہ تمہیں پاک کر دے۔ اس کی پاکیزگی کی شہادت موجود ہے۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1270ھ) کو بعض نے شافعی اور بعض نے حنفی کہا ہے۔ اس کی تطبیق یوں ہے کہ یہ آدمی واقعی مذہباً شافعی تھے اور طریقت میں یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں شیخ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور امام شامی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی ہیں۔ ان کے بارے میں وہ باتیں کیوں مشہور ہوئیں۔ مذہباً یہ شافعی تھے۔ بغداد میں حنفی اور شافعی کثیر تعداد میں رہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حنفیوں کا قاضی نہ رہا، ان کی جگہ قاضی بھرتی کرنے کی ضرورت پڑی کوئی ایسا مناسب آدمی نہ ملا، تو سید محمود آلوسی بغدادی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا تو انہوں نے کہا کہ ''میں شافعی ہوں'' کہا آپ بندے بڑے لائق ہیں مذاہب اربعہ میں آپ کو بڑی مہارت ہے۔ تو حنفی مذہب کے فیصلے کرنے پر ان کو جج لگا دیا۔ اب مذاہب اربعہ کا اور زیادہ گہرا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ایسے پھنس گئے کہ امام شافعی کے نہ رہے۔ اسی وجہ سے حنفی کہلانے والے ان کو حنفی کہتے ہیں اور شافعی کہلانے والے ان کو شافعی کہتے ہیں۔ علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''روح المعانی'' تیسرا، چوتھا پارہ جلد 3,4 ص:156 میں اس پر گفتگو کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام افضل ہیں یا سیدہ مریم علیہا السلام افضل ہیں؟ دونوں میں سے افضل کون ہے؟ کیونکہ کہنے والا کہتا ہے کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے تو وعدہ ہے کہ پاک کریں گے لیکن حضرت مریم علیہا السلام سے وعدہ پورا کر دیا ہے کہ ان کو پاک کر دیا ہے۔

معترض کہتا ہے کہ ''یطہر'' میں مضارع کا صیغہ ہے۔ لیکن کیا حال کو نکال کر مضارع مکمل ہوتا ہے؟ نہیں۔ تمہیں پاک کرتے ہیں پاک کرتے رہیں گے۔

مثلاً روٹی کھلائیں گے تو مضارع کے یہ معنی نہیں ہوں گے کہ اگلے سال تیسرے مہینے میں روٹی کھلائیں گے۔ معنی یہ ہوں گے کہ اب بھی کھلاتے ہیں آئندہ بھی کھلائیں گے۔ جن کو کہا اب بھی تمہیں پاک کرتے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ یہ بات کہنے والے کی رائے ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کو پاک کر دیا ہے۔ تمہارے قول کے مطابق وہ افضل ہے یا جس کے بارے میں ابھی وعدہ ہی ہوا ہے۔ دونوں میں سے افضل کون ہے؟

اگر کسی کو طہارت مل چکی ہو اور کسی کے متعلق وعدہ ابھی کیا ہو۔ افضل اسے ہونا چاہئے جس کو طہارت مل چکی ہے۔

کہتے ہیں میرے دل میں جو بات پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح ساری کائنات میں مدینے کا شہنشاہ پوری کائنات میں افضل ہے، اسی طرح صرف خواتین میں سب سے اونچی حیثیت جس کی نظر آتی ہے وہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ مصطفیٰ ﷺ، آبروئے مرتضیٰ اور حسنین کریمین کی والدہ مقدسہ ہیں۔

یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں، ان کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔ ابھی جناب سیدہ مریم علیہا السلام کا نام نہیں آیا، وہ بعد کا قصہ ہے۔ ان سے صرف وعدہ ہوا ہے تو رب کے وعدے کا Procedure (طریقہ کار) پوچھ لیتے ہیں کہ مولا کریم تیرے وعدے کیا Procedure ہے۔ ارادہ کرنا اور ارادہ Procedure کیا ہے؟

فرمایا: اذا اراد شیئاً ان یقول له، کن فیکون (یٰسین:82)

''جب کسی چیز کو چاہے تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار کیا ہے؟

جس وقت کسی کام کا ارادہ کرے تو صرف ''کن'' کہنے کی دیر ہوتی ہے۔ ارادہ کر کے ٹلنا کوتاہی فکر کی علامت ہے۔ ٹھیک ہے سوچا نہیں اب اس کی سوچ میں تبدیلی آ گئی ہے۔ لیکن رب کی سوچ میں تبدیلی نہیں آتی۔ یہ حد ثانعقلی دلیل ہے۔ رب اس عیب سے پاک ہے۔ ارادہ کرنا ''آیت تطہیر'' سے ثابت ہے۔ ارادہ پورا کرنا اس آیت ''فیکون'' سے ثابت ہے۔ کہ پاک کر دیا ہے۔

قرآن میں ہے:

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون ۔ (الانعام:82)

''وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہی کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں''۔

ترجمہ اسی لئے نہیں کرتے ہیں کہ پاک کر دیا ہے۔ سارے یہی ترجمہ کرتے ہیں پاک کرے گا۔ ''اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے'' اگر اسی پر اصرار ہے تو ساری باتیں ایک آیت سے ثابت نہیں ہوتیں۔

وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے ظلم سے آلودہ نہیں کیا تو لھم الامن وھم مھتدون ''ان کے لئے امن ہے وہی ہدایت پانے والے ہیں''۔

بخاری شریف میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں کون ہے یا رسول اللہ ﷺ جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ ظلم سے آلودہ نہ کرنے کی پابندی اس آیت میں ہے۔ ظلم ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: ان الشرک لظلم عظیم ۔ (لقمٰن:13)

''بے شک شرک بڑا ظلم ہے''۔

ایک جگہ اس کو آلودہ نہ کرنے کی پابندی دوسری جگہ شرک کی وضاحت ہے کہ شرک کسے کہتے ہیں۔

اھدنا الصراط المستقیم۔

پوچھا کہ وہ سیدھا راستہ کون سا ہو سکتا ہے۔

فرمایا:

ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم۔ (یٰسین:61)

''اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے''۔

میری عبادت یہ سیدھا راستہ ہے۔ کہا: صراط الذین انعمت علیھم ''ان لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام کیا ہے''۔ وہ کون سے آدمی ہیں جن پر انعام ہوا ہے؟

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقاً (النساء:69)۔

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں''۔

اس آیت میں یہ کہا کہ جن پر تیرا انعام ہوا ان کا راستہ تو بتلا تو دوسری آیت میں بتلایا وہ نبی علیہ السلام ہیں، وہ شہید ہیں، وہ صالحین ہیں۔ اب یہاں ترجمہ کرنے والا کوئی کر دے مجھے شہیدوں، صالحوں، نبیوں کا راستہ بتلا دے، کوئی کہے ترجمہ غلط کیا ہے۔ نہیں۔ اس جگہ تو یہ ترجمہ موجود نہیں ہے لیکن قرآن مجید کے دوسرے موقع پر حاصل ترجمہ موجود ہے۔ اس جگہ جن پر انعام ہوا ان کا ذکر موجود ہے، دوسری جگہ تفصیل ہے کہ جن پر انعام ہوا۔ اس جگہ انعام کے لفظ کو استعمال کرے اُس جگہ افراد کو استعمال کرے۔ نتیجہ یہ نکلے گا مجھے نبیوں، رسولوں، صالحوں، نبی کے دوستوں کا، نبی کے وفاداروں کا راستہ دکھلا، یعنی صرف "ہدایت" کا لفظ استعمال ہوا میرے لئے کافی نہیں میں دیکھوں کہ اس راستے میں شہیدوں کی صحبت کا گزر ہوا ہے یہاں راستوں میں عاشقوں کے سر پڑے ہوئے نظر آتے ہیں؟ اگر عاشق راستے میں ملتے ہیں تو پھر واقعی ہی یہ راستہ منزل کو جاتا ہے۔ تو ارادہ کرنا اس آیت سے ثابت ہوا، ارادہ پورا کرنا اُس آیت (فیکون والی) سے ثابت ہے۔

معترض کا یہ کہنا کہ پلیدی کیا تھی؟ یعنی اہل بیت کو پلیدی کیا تھی؟ اہل بیت کے ذہنوں میں تکبر کے بت تھے؟

جو لوگ اپنی باڈیوں میں خاتون جنت علیہا السلام کا خون رکھتے ہیں وہ اہل بیت رسول ﷺ ہیں ان کو تطہیر میں باقاعدہ طور پر حصہ حاصل ہے اور ان کو حقیر سمجھنا شرعاً حرام ہے آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ بھی اس میں شامل ہیں۔

اب یہ پوچھنا چاہیں گے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی؟

طبری جلد نمبر 10۔21 پارہ سے 23 پارہ تک اس جلد میں ہے جز نمبر 21 ص 500 سے لے کر 507 تک آیت تطہیر کی بحث ہے۔ امام طبری ایران کے رہنے والے ہیں جو درجہ علم حدیث میں امام بخاری کا بنتا ہے، وہی درجہ تفسیروں میں تفسیر ابن جریر (جسے تفسیر طبری بھی کہتے ہیں) کا بنتا ہے۔ اس کا ذکر ابن عبدالوہاب نجدی نے بھی اپنی کتابوں میں کیا ہے جو ہمارے مخالف دھڑے کا ہے۔ (البدایہ والنھایہ) کے اندر عمادالدین ابن کثیر نے بھی کہا ہے کہ پہلے درجے کی تفسیر جو عالم اسلام میں معتبر ہے اس کا نام تفسیر ابن جریر ہے۔ 310 سن ہجری میں امام طبری کا انتقال ہوا۔ ابن کثیر نے (البدایہ والنھایہ) کے اندر لکھا ہے کہ پکا سنی ہے ایک اچھا محدث، اچھا مفسر، اچھا لغوی، اچھا ادیب، اچھا خطیب ہے، ٹکر کا آدمی ہے۔ جس کی سچائی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ عمادالدین ابن کثیر کا کہنا مخالف دھڑے کا بیان ہے۔ عمادالدین ابن کثیر، ابن تیمیہ (728ھ) کا شاگرد ہے۔ ابن قیم کے پاس بھی پڑھا ہے اور ابن تیمیہ کے پاس بھی پڑھا ہے (751ھ سے 755ھ تک ابن قیم کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن کثیر کی وفات 774ھ یا 775ھ ہے) ابن کثیر نے طبری کی تعریف کی ہے اور چونکہ طبری کی وفات 310ھ ہے اس لئے تفسیر بالماثور میں قدیم ترین تفسیر ہے۔ اس کی خصوصیات میں ہے کہ کوئی بھی قرآن کی آیت اس آدمی نے پیش کی ہے تو سرکار ﷺ کے ہونٹوں تک کے عمل، خاموشی تک اس آیت کے مفہوم کو لے گیا ہے۔ ہر آیت کی تفسیر میں حدیث پیش کی ہے۔

طبری نے اس آیت "انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا" کے بارے میں 16 مرفوع روایتیں جو سرکار ﷺ تک پہنچتی ہیں بیان کی ہیں کہ کن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ان میں سے ایک روایت یہاں پیش کی جاتی ہے:

عن ابی سعید خدری ﷺ، قال قال رسول الله ﷺ "نزلت هذه الایة فی خمسة فی وفی علی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم، وفاطمة رضی الله عنها" (طبری)

حضرت ابوسعید خدری ﷺ، مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں حیدر کرار ﷺ کے ساتھ ساری جنگوں میں شامل رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ کو میں نے خود کہتے ہوئے سنا یہ آیت "انما یرید لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا" پانچ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کس کس کے بارے میں؟ فی وفی علی، والحسن، والحسین رضی الله عنهم، وفاطمة رضی الله عنها۔

اس کے بعد 15 روایات اور ہیں جن میں نبی پاک ﷺ کا عمل شامل ہے۔ (سرکار ﷺ تک پہنچی ہوئی حدیث کا نام مرفوع حدیث ہے) 16 مرفوع روایات میں ہے کہ یہ "میرے بارے میں نازل ہوئی ہیں، جناب علی المرتضیٰ، کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جناب حسن، کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جناب حسین رضی اللہ عنہم، کے بارے میں نازل ہوئی ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 794ھ نے "البرھان فی علوم القرآن" کے اندر لکھا ہے کہ شان نزول کو اجماع امت کے ذریعے سے بھی مفہوم آیت سے آپ خارج نہیں کر سکتے۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس آیت میں جو کچھ ہے اس کا پہلا مخاطب سرکار دو عالم ﷺ کی ذات ہے: "فـــی" "میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرا علی، تیسرا حسن، چوتھا حسین رضی اللہ عنہم ہوگا اور پانچویں خاتون جنت علیہا السلام ہوگی۔

معترض کا اعتراض نمبر 2:

کہ ان کے دماغوں میں کفر کے بت تھے، ان کو نکالنے کے لئے کہا کہ رب تمہاری نجاست کو دور کرے کیونکہ پہلے سے پاک ہوتے تو پھر پاک کرنے کا معنی ہی کیا تھا؟ (تحصیل حاصل کا جواب پیچھے گزر چکا ہے)

جواب: جب معترض یہ کہتا ہے کہ اہل بیت کے دماغوں میں تکبر کا بت تھا۔ تو پہلا اس کا مخاطب کون ہوگا؟ پہلے نبی کریم ﷺ مخاطب ہوں گے کیونکہ آیت کا شان نزول وہ ہیں اگر پہلے نبی پاک ﷺ مخاطب ہیں جیسا کہ اوپر کے کلام سے ظاہر ہے تو پھر (معاذ اللہ) یہ ماننا پڑے گا کہ نبی پاک ﷺ کے دماغ میں تکبر کے بت تھے۔ حضرت خاتون جنت علیہا السلام کے دماغ میں (معاذ اللہ) تکبر کے بت تھے، حضرت حسن و حسین، مولا نا علی المرتضی رضی اللہ عنہم کے دماغوں میں تکبر کے بت تھے (معاذ اللہ)۔ ان کو دور کرنے کے لئے (پاک کرنے کا ارادہ کیا گیا)۔

بت کی نسبت اور تکبر کے بت کی نسبت۔ بت کے بارے میں فوری ذہن میں جو بات آتی ہے پرستش کی کہ جس کو پوجا نہ جائے، اسے بت نہیں کہتے۔ نبی پاک ﷺ کی طرف تکبر کے بت کی نسبت کرنا، اس میں ایمان کی حفاظت کی ضرورت ہوگی۔ سرکار ﷺ ہوں ان کو کہے کہ ان کے دماغ میں (معاذ اللہ) تکبر کا بت تھا۔ اس کے بعد خاتون جنت پاک وہ مطہر خاتون ہیں کہ جس کے متعلق یہ ہے کہ ولادت کے وقت نجاست برآمد نہیں ہوئی۔

حضرت خاتون جنت علیہا السلام جوان ہوئیں بالغہ ہوئیں آپ علیہا السلام کو ایام عذر نہیں آئے۔ بچہ پیدا ہوا تو نفاس برآمد نہیں ہوا۔ جوں ہی بچہ پیدا ہوا تو فوراً غسل کیا کیونکہ خون برآمد نہیں ہوا، اگر خون برآمد ہوتا تو آپ علیہا السلام دیر کرتیں انتظار کرتیں، لیکن آپ نے فوراً غسل کیا اور اس کے بعد نماز پڑھی۔ جناب سیدہ کی ساری زندگی کی ایک نماز قضا نہیں ہوئی۔

جناب علی المرتضی شیر خدا جن کے بارے میں سرکار ﷺ نے فرمایا: النظر الی وجه علی عبادة "علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے" (الصواعق المحرقہ ص:177)

جو خود پلید (ناپاک) ہو جس کے دماغ میں تکبر کا بت ہو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت تو نہیں ہوتا۔ رہ گئے حضرت حسن و حسین اس وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم دو برس کے ہیں، کیونکہ اس آیت کا غزوہ احزاب میں نزول ہوا اس سورۃ کا نام احزاب ہے۔ اس میں احزاب کی جنگ کا بھی ذکر ہے۔ جناب سیدہ زینب علیہا السلام کے نکاح کا بھی ذکر ہے اور بالاتفاق مفسرین، بالاتفاق مورخین، بالاتفاق محدثین یہ دونوں باتیں پانچویں سال ہجرت میں ہوئیں۔ جناب حضرت سیدہ خاتون جنت علیہا السلام کا نکاح دوسرے سال ہجرت میں بدر کی جنگ ماہ رمضان کے بعد ہوا۔ اس کے 9۔ ماہ بعد صاحبزادہ پیدا ہوا۔ تیسرے سال ہجرت حضرت امام حسن ﷺ پیدا ہوئے۔ پانچویں سال ہجرت میں ان کی عمر 2 سال ہوئی ہوگی، دوسرا بھائی امام حسین ﷺ ایک سال بعد پیدا ہوئے اس کی عمر ایک سال ہوگی۔ تو جو بچے ابھی ماں کی گود میں ہیں، انہیں یہ کہنا درست ہوگا کہ ان کے دماغوں میں تکبر کا بت ہے؟

اس کو اگر خواجہ خواجگان سید السادات پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں حل کیا جائے تو زیادہ اچھا ہوگا۔ ان کی روایت کو ان کی درگاہ کے ایک ذمہ دار عالم دین مفتی فیض احمد صاحب مہر منیر میں صفحہ نمبر 18 میں نقل فرماتے ہیں۔ اس میں یہ فیصلہ بھی ہو جائے گا کہ اہل بیت کو پاک کیا بھی کہ نہیں کیا۔ آیۂ تطہیر سے مراد کون ہیں، ان کی تطہیر کیسے ہوئی ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان اہل بیت کے جو فضائل ہیں یہ کسبی نہیں ہیں یہ وہبی ہیں۔

معترض کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ساتھ ساتھ تمہیں فضائل ملتے جائیں گے تم کام کرتے جاؤ جوں جوں تم کرتے جاؤ گے آگے بڑھتے جاؤ گے اللہ کے احکام پر عمل کرتے جاؤ گے ساتھ ساتھ تمہیں تطہیر ملتی جائے گی۔ یعنی یہ فضائل ان کے کسبی ہیں، وہبی نہیں ہیں۔ خدا کے دیئے ہوئے نہیں ہیں ان کے کمائے ہوئے ہیں۔ یہ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ سرکار ﷺ کے گھر پیدا ہوئے ہیں بلکہ اس بات کا نتیجہ ہیں کہ خود انہوں نے محنت کی ہے۔

جواب: مخلوق کا دروازہ ساری امت کے لئے کھلا ہوتا ہے پھر اس میں اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے لئے کیا خصوصیت ہے۔ (مہر منیر ص 18 پر کہتے ہیں کہ ان فضائل کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کس شان کے مالک ہیں۔

کمالات محمدیہ کا جو خصوصی ظہور آپ کی پاک وطیب اولاد کے بعض کاملین سے ہوا ہے اس کی مثال دیگر اکابرین ملت میں کہیں نظر نہیں آتی، کیونکہ ان کو کمالات کسبیہ کے علاوہ جو فضائل بطور وراثہ وہبی طور پر عطا ہوئے ہیں۔ (جس طرح آپ کو اپنے والد کی زمین صرف اس لئے ملی ہے کہ آپ اس کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان میں ایک اگر حاجی صاحب ہوں نمازی ہوں ان کو دو کنال فالتو ملے گی؟ نہیں) بطور کسبی نہیں وہبی طور پر۔ اب جو پھٹے پرانے کپڑوں والے سید ہیں، غریب ہیں بے روزگار ہیں ان کو یہ نہ جاننا کہ یہ اولاد فاطمہ ہیں، محض استری کئے ہوئے کپڑوں کو سید سمجھنا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب پیشی ہوگی تو پھر پتا چلے گا کہ میرے ان غریب بچوں کو کیا تو کہتا ہے۔

کہتے ہیں یہ وہی فضائل کمالات محمدیہ ہیں جو اس پاک خاندان میں نسلی طور پر اور بطریق وراثت جلوہ گر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ خاندان میں نسلی طور پر کسی طور پر نہیں اس خاندان میں پیدا ہونے کی وجہ سے ملتے چلے آئے (اور بطریقہ وراثت جلوہ گر ہوتے چلے آئے ہیں) کیونکہ جیسا پہلے عرض کر چکا ہوں انبیاء علیہم السلام کی وراثت یہی جوہر فضل وکمال ہے نہ کہ مال متال دنیوی۔ اسی وجہ سے حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات وتحریرات میں وضاحت فرمائی ہے۔

مولانا فیض احمد گولڑوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ چونکہ فضائل اہل بیت کرام موہوبی ہیں، ہبہ میں ملے ہوئے ہیں یہ کسب میں نہیں ہیں۔ یہ Vages (مزدوری) نہیں ہیں، یہ Gift (تحفہ) ہے۔ (اس لئے کوئی شخص ریاضات ومجاہدات سے خون نبوی کی تاثیر فیوض وبرکات کو نہیں پہنچ سکتا)۔ یعنی نمازوں، روزوں کی محنت سے اور اس سے چاہئے کہ اولادِ رسول اللہ ﷺ کے برابر ہو جائے۔ خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ جو کچھ بھی حضرات اہل بیت کرام کو اس طور پر عطا ہوا، وہ ان کی کوشش کا نہیں بلکہ محض عنایت ازلی کا نتیجہ ہے)۔ جیسا کہ آیۂ تطہیر سے ثابت ہے اور طالب جب تک اس مقام پر نہ پہنچے، **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد**۔ کے ذوق شوق سے روشناس نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات کی رفعت شان کے متعلق کچھ ارباب بصیرت وکشف وشہود اور قلندران اویسیہ ہی بتا سکتے ہیں۔

ص 21,20 پر وہ ایک اور بحث چھیڑتے ہیں کہ ایک مرتبہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں کسی بیوہ سیدزادی نے آ کر ایک شکایت کی کہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے میری شان میں کچھ کمزوری دکھائی ہے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ، سلطان علاؤ الدین خلجی کو چٹھی لکھتے ہیں، کہتے ہیں:

سادات افضل اند بود وصف شاں جلی
اولاد مرتضیٰ و جگر گوشہ نبی ﷺ
بر فعل شاں نظر مکن اے خرز جاہلی
الصالحون للہ و الطالحون لی

سادات افضل ہیں اور ان کی شان بڑی واضح ہے کیونکہ وہ حضرت مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اور نبی پاک ﷺ کا خون ہیں۔ ان کے کاموں کو مت دیکھ۔ او گدھے جاہلیت کی وجہ سے ان کے کاموں کو مت دیکھ سرکار ﷺ کا موقف دیکھ، سرکار ﷺ نے فرمایا: "اکــــــــرموا اولادی" میری اولاد کی عزت کرنا۔ کہا گیا یارسول اللہ ﷺ کچھ اچھے ہوں گے کچھ برے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "**الصالحون للہ والطالحون لی**" جو ان میں اچھے ہوں گے ان کی عزت اللہ کے لئے کرو کہ اللہ کے اچھے بندے ہیں جو ان میں خراب نکلیں میری وجہ سے ان کی عزت کرو اور یہ صرف اہل بیت کے بارے میں سرکار ﷺ کا موقف نہیں پوری امت کے بارے میں سرکار ﷺ کا موقف ہے۔

جس وقت معراج کی رات سرکار دو عالم ﷺ اللہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اللہ نے پوچھا اے میرے محبوب کیا لائے ہو، کہتے ہیں:

**التحیات للہ والصلوات والطیبات**۔

"جانی، مالی، قولی اور فعلی عبادات تیرے حضور میں نذرانہ لایا ہوں"۔

حضور ﷺ نے دیکھا کہ جو میں نے تحفہ پیش کیا ہے وہ میں نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے اور اپنی امت کی طرف سے پیش کیا ہے، لیکن اللہ نے جب میرا نام لیا ہے میری امت کا نام نہ لیا۔ سرکار ﷺ نے دیکھا کہ شاید میری امت کے گنہگاروں کو دیکھ کے تو رب کو پیار نہیں آیا۔ سرکار ﷺ نے امت کے دو حصے کر لئے۔ مولا کریم! امت کے نیکوکار تیرے ہیں، امت کے گنہگار میرے ہیں، میری امت کے نیک لوگوں کو اپنا بندہ سمجھ کر سلام بھیج اور جو امت کے گنہگار ہیں ان کو میرا امتی سمجھ کے سلام بھیج: **السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین**۔ "مولا کریم گنہگار میرے، پرہیزگار تیرے"۔

وہ امت کے بارے میں گنہگاروں کو اگر اپنے ساتھ شامل کریں تو اہل بیت کے گنہگاروں کو کیوں دھکے مارتے ہو؟

حضرت محی الدین ابن عربی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کی اولاد کو بخشا ہوا سمجھتے ہیں۔ مہر منیر کے ص: 20 میں ہے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی "فتوحات مکیہ" میں آیت تطہیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام سادات بنو فاطمہ علیہا السلام اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرح اور لوگ بھی جو اہل بیت میں شمار کئے گئے جیسا واثلہ بن عشقع رضی اللہ عنہ اہل بیت میں ہیں اور جن کو اہل بیت نے اپنا خادم ہونے کی حیثیت سے قبول فرمایا ہے۔ حضرت سلیمان فارسی کو سرکار ﷺ نے فرمایا: **سلیمان منا اھل البیت** "سلیمان ہماری اہل بیت میں سے ہے" وہ اہل بیت خدمت ہیں (خدمت کرتے تھے)۔

ٹُج پال پرتاں جوڑ دے تمیں
جے جوڑن فیر توڑ دے تمیں
جدی باں پھڑن فیر چھوڑ دے تمیں

یہ جو عقیدہ ہے کہ تم ساتھ ساتھ نیکیاں کرتے جاؤ گے تمہیں پاک کرتے جائیں گے، دیکھنا یہ ہوگا کہ یہ ترجمہ اور یہ تفسیر خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق ہے کہ نہیں؟

فتوحات مکیہ کا حوالہ نقل کرتے ہوئے مولانا فیض احمد لکھتے ہیں (سب بضمن حکم مغفرت اس آیت میں داخل ہیں) جتنے بنو فاطمہ ہیں اور جن کو انہوں نے خادم کے طور پر قبول کیا، اس آیت کے اندر جو مغفرت ہے اس کے تحت وہ سارے بخشے ہوئے ہیں۔ (وہ طاہر و مطہر ہیں) ''پاک ہیں اور پاک کرنے والے ہیں''۔ ترجمہ فتوحات مکیہ کا ہے۔

اگر معترض یہ سمجھے کہ ''اللہ انہیں آئندہ پاک کرے گا'' تو یہ آپ کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب (مہر منیر) میں تو لکھا ہوا ہے کہ اہل بیت پاک ہیں اور وہ پاک کرنے والے ہیں، یعنی وہ پاکیزگی واقع ہو چکی ہے اور انہیں پاک ہونے کا حق دیا جا چکا ہے۔

وہ طاہر اور مطہر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی اس عنایت خصوصی کا نتیجہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے حال پر ہے۔ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ ان حضرات کی مذمت کرے کہ جن کی پاکیزگی اور برائی سے تحفظ کی خود اللہ نے شہادت دی ہے۔ یہ فضل و کرم ان کے کسی عمل خیر کا نتیجہ نہیں بلکہ محض عنایت ربانی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔

اس پر علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی (لطائف المنن) کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی صدی کے مجدد مانے جاتے ہیں، مصر کے رہنے والے ہیں، کہتے ہیں:

فلا تعدل باھل البیت خلقاً
فاھل البیت ھم اھل السیادہ
فبغضھم من الانسان خسر
حقیقی وحبھم عبادہ

فلا تعدل باھل البیت خلقا کہ تم اہل بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ کرو۔ (جیسا کہ عام بشر عام فرشتوں سے افضل ہے) شرح عقائد میں یہ عبارت موجود ہے۔ ''فلا تعدل خلقا'' کسی بھی مخلوق کو اہل بیت کے برابر مت رکھو۔ اہل بیت سرداری والے لوگ ہیں ''فبغضھم من الانسان خسر حقیقی'' اہل بیت رسول اللہ ﷺ کا بغض انسان کے لئے حقیقی خسارا ہے۔ ''وحبھم عبادہ'' اور ان کی محبت سچ مچ عبادت ہے۔

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف (تصفیہ مابین سنی و شیعہ) ص: 57 میں لکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ گولڑوی کی خدمات اللہ قبول فرمائے اور قیامت تک اہل حق ان کی خدمات پر ناز کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر منور رکھے۔ خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ باب 29 فتوحات مکیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''فدخل الشرفاء اولاد فاطمۃ کلھم رضی اللہ عنہما ومن ھو من اھل البیت مثل سلمان الفارسی ؓ، الی یوم القیامۃ فی حکم ھذا الآیۃ من الغفران فھم المطھرون'' فرمایا کہ اس کے اندر اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی فرد بھی خارج نہیں ہے۔ (خواجہ گولڑوی کی قبر کو اللہ تعالیٰ منور رکھے، کتنا ملت اسلامیہ پر احسان کیا) اب اس کے باوجود یہ کہنا کہ جو اہل بیت میں سے نیک ہے اس کو صرف درود جاتا ہے وہ آل محمد ﷺ ہے اور جو نیک نہیں ہے وہ آل محمد ﷺ نہیں ہے، درست نہیں ہوگا۔

جب حضور ﷺ کے دربار میں حاضری ہوگی اور خاتون جنت علیہا السلام کا سامنا ہوگا اس وقت یہ پوچھنے کی پوزیشن میں ہوں گی کہ میری اولاد کے گنہگاروں کو کیوں برا کہتا تھا؟۔

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ کمزور بچہ ماں کو زیادہ اچھا لگتا ہو۔ میں نے ایک مظلوم ماں کو دیکھا ہے باقی بیٹوں سے وہ اتنا پیار نہیں کرتی جتنا ایک نہایت نالائق بیٹا ہے اس سے زیادہ پیار کرتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا محترمہ سوچ کے بتاؤ خدمت کرنے والے دوسرے ہیں، دکھ دینے والا تمہیں سب سے اچھا لگتا ہے؟ اس نے کہا میرے عزیز اس پر ناراض نہ ہو، دکھتے عضو کا درد زیادہ ہوا کرتا ہے۔ چھنگلیا زخمی ہے، سر کا درد اس وقت اتنا نہیں ہوتا جتنا انگلی کا ہوتا ہے۔ آنکھ انگلی سے زیادہ عزیز چیز ہے لیکن جس وقت انگلی دکھ رہی ہو تو اس وقت آنکھ کا درد زیادہ نہیں

ہوتا۔ آنکھ کی عزت اپنی جگہ پر ہے لیکن دکھتے عضو کا درد زیادہ ہوتا ہے۔

اس سے مجھے یہ بات بھی سمجھ آئی جو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جو نیک ہوں اللہ کے لئے ان سے پیار کرو، جو گنہگار آدمی میری اولاد میں سے ہیں وہ تمہارے نزدیک گھٹیا ہوں گے وہ میرے نزدیک گھٹیا نہیں ہیں۔ اس لئے کہ میں انہیں اپنا جزو سمجھتا ہوں، میری وجہ سے ان کی عزت کرو۔ دکھتے عضو کا درد زیادہ ہوتا ہے۔

تصفیہ مابین شیعہ وسنی ص:57 میں آگے کہتے ہیں کہ سارے کے سارے مغفرت کے حکم میں داخل ہیں "فھم المطھرون" "وہ پاک کئے گئے ہوئے ہیں۔ ان کی پاکیزگی عمل میں لائی جاچکی ہے۔" "وہ پاک کئے جاچکے ہیں" یہ میرا ترجمہ نہیں یہ محی الدین ابن عربی کا ترجمہ ہے اور اکیلے ابن عربی کا ترجمہ نہیں خواجہ گولڑوی کا ترجمہ ہے۔ اگر مطابقت نہ ہوتی تو خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح ان کا نام نہ لیتے۔ کہتے ہیں اختصاصاً من اللہ وعنایتہ جو خدا نے ان کو خصوصیت بخشی ہے اس کی وجہ ہے بھم لشرف محمد ا وعنایۃ اللہ بہ جو نبی پاک ﷺ کی بارگاہ خداوندی میں شرافت وبزرگی ہے اس کی وجہ سے ان کو یہ رعایت ملی ہے۔ ان کو سرکار ﷺ کے طفیل Relief ملا ہے اور قیامت کے دن ساری امت کو جب Relief ملے گا تو پھر تمہیں کیا اعتراض ہوگا؟ مثلاً امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے تفسیر کبیر کے اندر اس آیت کے تحت لکھا ہے: ولسوف یعطیك ربك فترضی (الضحیٰ:5)

"اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔

فرمایا وہ پاک کئے جاچکے ہیں۔ ان کی پاکیزگی کس وجہ سے ہے؟ نبی پاک ﷺ کی بزرگی کی وجہ سے ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جس وقت یہ رعایت امت کو ملے گی اس وقت امت کی بداعمالیوں کو مدنظر رکھا جائے گا؟ نہیں۔

امام رازی ولسوف یعطیك ربك فترضی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قیامت کا میدان ہوگا اس وقت حاضرین محشر میں سے دوسری امتوں کے لوگ کہیں گے اے اللہ! یہ جو امت محمدیہ کے لوگ ہیں ان کے ساتھ بڑی رعایت کی جارہی ہے۔ کہا: رعایت کرنے کی خاص وجہ ہے وہ یہ ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام کو جس وقت میرے بندوں سے تکلیف پہنچی تو انہوں نے فوراً وہ اسپیشل کیپر استعمال کرلیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں" ہر نبی کو رب تعالیٰ نے ایک اسپیشل دعا عطا فرمائی، باقی سارے نبیوں نے وہ دعا مانگ لی، جب میری باری آئی میں نے وہ دعا چھپالی۔ میں نے کہا قیامت کے میدان میں مانگیں گے۔ اس وقت دعا مانگوں گا جب میری امت پر مشکل وقت ہوگا"۔

امت پر مشکل وقت ہوگا تو سرکار ﷺ دعا فرمائیں گے۔ اولاد فاطمہ علیہا السلام پر مشکل وقت ہوگا تو کیا دعا نہیں فرمائیں گے؟

اس جگہ مسئلہ یہ چھڑے گا پچھلی امتوں کی پٹائی ہورہی ہے۔ اس کے مقابلے میں امت محمدیہ کو ایسا نہیں ہوگا کہ دراصل بات یہ ہے کہ اس میرے محبوب نے خاص ایک اصول اختیار کیا ہے، ایک وہ اسپیشل دعا چھپا کے رکھی ہوئی ہے۔ دوسرا اصول یہ اختیار کیا کہ دنیا میں جب بھی کبھی میرے محبوب کو میرے بندے سے تکلیف پہنچی میرا بندہ سمجھ کے معاف کردیا۔ جب اس کے کسی رشتہ دار نے میرا حق ضائع کیا تو میرے حق کو اتنا محبوب جانا کہ اپنے رشتہ دار کو معاف نہیں کیا۔ اس کی مثال جب نبی پاک ﷺ کو پتھر مارے گئے سرکار ﷺ لہولہان ہوگئے۔ سرکار ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں اپیل دائر کی: اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔" مولا کریم ان کو کیا پتا میں کون ہوں یہ بیچارے نادان ہیں ان کو کچھ نہ کہیو"۔ ان کو چشم بصیرت عطا فرما اگر ان کو پتا چل جائے تو ان کی گردن میری بارگاہ سے کبھی اٹھ نہ سکے، ان کو پتا ہی نہیں"۔

جب درخواست داخل کرتے ہیں تو Ground (وجہ) کیا دیتے ہیں: فانھم لا یعلمون۔ جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے، یعنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تو ان کے لئے ہدایت مانگ رہا ہے، انہوں نے اے محبوب تم پر ظلم کیا ہے۔ معنی یہ ہوں گے کیونکہ یہ جاہل ہیں ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔ یہ سرکار ﷺ کے کچھ نہیں لگتے تھے، اللہ کا بندہ سمجھ کے معاف کیا لیکن جس وقت احزاب کی جنگ میں آکے ان لوگوں نے پریشان کیا اور نماز قضا کروادی اس وقت نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اللھم املاء بطونھم نارا" مولا کریم ان کے پیٹوں میں آگ بھردے"۔

اس جگہ سوال اٹھتا ہے جس نے پتھر کھا کے دعائیں کی ہیں وہ آج نماز کے قضا ہونے پر کیوں دعائے ضرر کر رہا ہے؟ (محدثین کے ایک طبقے نے لفظ بددعا کا استعمال انبیاء علیہم السلام کے لئے جائز نہیں سمجھا وہ کہتے ہیں لفظ بد استعمال نہیں کرنا چاہئے دعائے ضرر استعمال کرنا چاہئے)۔ تو محبوب کریم ﷺ نے دعائے ضرر کی۔ دو باتیں ہوگئیں ایک آدمی نے سرکار ﷺ کی باڈی کو نقصان پہنچایا۔ خدایا یہ بندہ تیرا ہے نقصان میرا ہے میں اپنا حق، اپنا نقصان تیرا بندہ سمجھ کے معاف کرتا ہوں، لیکن یہ جنہوں نے نماز قضا کروائی یہ رشتہ دار میرے ہیں نماز تیری ہے اپنے رشتہ داروں کو تیرا حق معاف نہیں کرتا۔ اگر تیرے حقوق میں فرق لائے خواہ کتنا بھی رشتہ دار ہو تیرا حق معاف نہیں کرتا۔

قیامت کے میدان میں امت محمدیہ اور اہل بیت رسول ﷺ سے سلوک کرتے وقت رب کریم جواب میں یہ کہے گا اے میرے محبوب ﷺ تم نے دنیا میں پتھر کھا کے میرا بندہ سمجھ کے معاف کیا۔ اگر تیرا امتی ہوگا میرے قانون توڑے ہوں گے تیرا سمجھ کے معاف کر دوں گا اور اگر کسی نے میرا بندہ ہوکے تیری عزت میں فرق لایا ہے تیرے غلاموں کی عزت میں فرق لایا ہے۔ تیری اہل بیت کی عزت میں فرق لایا ہے، اپنا بندہ سمجھ کے کبھی معاف نہیں کروں گا۔ جیسا تو نے اپنے رشتہ داروں کو معاف نہیں کیا تھا۔

خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، سرکار دو عالم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ولا یظہر حکم ھذا الشرف لاھل البیت الافی الدار الآخرۃ " یہ جو اہل بیت کو شرافت ملی ہے یہ ملی ہوئی ہے لیکن اس پر قیامت کے دن پردہ اٹھے گا "فانھم یحشرون مغفوراً لھم" وہ قیامت میں بخشے ہوئے اٹھیں گے"۔

کیونکہ ابن عربی ایک فقہی آدمی ہے اس لئے خود ایک اعتراض کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں کہ اگر بخشے ہوئے ہیں تو کوئی جرم کریں گے تو سزا ہوگی کہ نہیں ہوگی؟ کہا سزا ہوگی کہا پھر تمہارا قانون ٹوٹ جاتا ہے کہ بخشے ہوئے کو سزا نہیں ہوتی۔ فرمایا میرا نام محی الدین ابن عربی ہے میں حضرت غوث الثقلین ﷺ کا روحانی بیٹا ہوں۔

حضرت محی الدین عربی کے والد محترم لاولد تھے اولاد نہیں تھی یہ ساری دنیا میں گھومے پھرے کہ کوئی اللہ کا بندہ دعا کرے اللہ اولاد عطا فرما دے حضرت غوث الثقلین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، دعا کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا تیرے مقدر میں کوئی بیٹا بھی نہیں ہے۔ محی الدین ابن عربی کے والد محترم خود صاحب بصیرت تھے کہنے لگے کہ لوح محفوظ جس کو کہتے ہیں میری دیکھی ہوئی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے غوث الثقلین یہ بات آپ کی کہی ہوئی ہے کہ میں اس وقت تقدیر کو ٹال سکتا ہوں جب وہ اٹل ہو جائے۔ یا وہ لفظ واپس لیں یا تقدیر کو ٹالیں۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین ﷺ فرماتے ہیں میرے قریب آ جا جب قریب آئے فرمایا میری پشت میں ابھی ایک بیٹا باقی ہے، میری پیٹھ کے ساتھ اپنی پیٹھ رگڑ، جب پیٹھ رگڑی، آپ ﷺ نے فرمایا وہ بیٹا تیرے گھر پیدا ہوگا۔ یہ حضرت محی الدین عربی وہ آدمی ہے۔ حضرت غوث الثقلین ﷺ کا روحانی فرزند ہے۔

جب یہ سوال اٹھا اگر بخشے ہوئے ہیں تو پھر سزا کیوں؟ کہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ہر گنہگار کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چور کی توبہ منظور ہے۔ شرابی کی توبہ منظور ہے، بدکاری کرنے کی توبہ منظور ہے۔ اکثر روایات اور جمہور کی رائے کے مطابق قاتل کی توبہ منظور ہے۔ جب سب کی توبہ منظور ہے۔ جب توبہ کرتے ہیں تو بے گناہ تو ہو گیا پھر ان کو سزا کیوں دیتے ہیں؟ جیسا حضرت ماعز ﷺ کسی خاتون کے ساتھ بدکاری کی۔ بدکاری کا عمل ثابت ہو گیا۔ شہادتیں گزر گئیں۔ فرد جرم عائد ہوگئی، توبہ انہوں نے کر لی ہے۔ اب پوچھنے والی بات ہے کہ ان کو سزا کیوں دی جا رہی ہے؟

جواب: سزا شریعت مطہرہ کی عظمت کے لئے دی جا رہی ہے اور اس سے ترقی درجات ہوتی ہے۔ توبہ قبول ہوگئی ہے بندہ بے گناہ ہو گیا ہے۔ لیکن بے گناہی کے باوجود قانون کی عظمت کو زندہ رکھنے کے لئے سزا دینا پڑے گی کہا اسی قاعدے کے مطابق سید کو بھی سزا ہوگی۔

اس پر امام ابن حجر مکی متوفی 973ھ نے (فتاوی حدیثیہ) کے اندر لکھا ہے حضرت ملا علی قاری نے (مرقاۃ شرح مشکوۃ) کے اندر لکھا ہے۔ کہتے ہیں اگر کوئی سید کوئی جرم کر بیٹھے اس کو سزا دی جائے تو قاضی۔ جج سزا دینے والا اگر سید نہیں ہے تو وہ یہ سمجھے کہ جس طرح لونڈی اپنے مالک کے پاؤں صاف کرتی ہے اس طرح میں ایک سید کی لونڈی اور خادم ہونے کی حیثیت سے ان کے پاؤں صاف کر رہا ہوں سزا نہیں دے رہا ہوں۔ یہ شریعت مطہرہ کا جو قانون ہے، یہ اس کی صفائی کا باعث ہوگا غلام ہونے کی حیثیت سے جس طرح لونڈی پاؤں دھوتی ہے میں اپنے نبی ﷺ کے پاؤں دھو رہا ہوں۔

آگے وہی بات محی الدین عربی بیان کرتے ہیں: واما فی الدنیا فمن اتیٰ منھم حداً قیم علیہ کالتائب ۔۔۔" اس پر وہ حد قائم کی جائے گی جیسا توبہ کرنے والے پر حد قائم کی جاتی ہے" اذا بلغ الحاکم امرہ، وقذرنی وسرق او شرب اقیم علیہ الحد " اگر یہ گناہ زنا، شراب، چوری وہ کر ڈالے تو اس پر حد قائم ہوگی" اس کے بعد فرماتے ہیں: مع تحقق المغفرۃ۔ باوجود اس کے کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن توبہ کر چکنے کے بعد سزا اس لئے دی جائے گی کہ شریعت کی عظمت قائم رہے اور اس کے درجات بلند ہوں کما عزوا مثالہ جیسا کہ ماعز اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو حدیں لگی ہیں ولا یجوز ذمہ اس کی مذمت کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ حضرت ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی حدیثیہ کے اندر بھی لکھا ہے کہ کسی سید کے برے کام کو برا سمجھنا چاہیے اس کی ذات کو برا نہیں سمجھنا چاہیے۔ وینبغی لکل مسلم یومن باللہ وبما انزلہ ان یصدق اللہ تعالیٰ فی قولہ

**ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيراً** اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا اس پر ایمان رکھتا ہے اس کی ڈیوٹی ہے کہ اس پر بھی ایمان لائے کہ اللہ نے اہل بیت کو پاک کر دیا ہے۔

"پاک کر دیا ہے" یہ ترجمہ کسی مولوی صاحب کا ترجمہ نہیں یہ خواجہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے۔ آگے لکھتے ہیں **فيتقد في جميع ما يصدر رمن اهل البيت ان الله تعالىٰ قد عفا عنهم** اور جو کچھ اہل بیت سے صادر ہو اس کو چاہئے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ رب نے ان کو پاک کر دیا ہے، کیونکہ **ويطهر كم تطهيراً** کا وعدہ ہو چکا ہے۔

معترض کہتا ہے کہ اہل بیت نے کیا کچھ نہیں؟

جس تاریخ آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام نے کتنی نمازیں پڑھی ہوئی تھیں۔ کبھی عمل کے بغیر رب دے دے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ **فلا ينبغي لمسلم ان يلحق المذمة بهم** "مسلمان کو یہ نہیں چاہئے کہ اس پر کوئی Attack کرے **ولا ما يشنا اعراض من قد شهد الله بتهيرة** اور نہ ان کی عزت و آبرو پر ایسے جملے کسے جو شنام کا باعث ہوں، ان کی مذمت بیان کرتے ہیں جن کی پاکیزگی کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے **وذهاب الرجس عنه** اور جن سے پروردگار عالم نے ناپاکیزگی دور کرنے کی شہادت دی ہے۔ **لا بعمل عملوه** وہ جو شہادت دی ہے ان کے کسی عمل کی وجہ سے نہیں دی۔ جیسا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے مسجود ملائکہ بنایا انہوں نے اس وقت کتنے حج کئے تھے؟

اسی وقت مٹی کا پتلا بنا کے رب نے فرمایا:

**فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له سجدين۔** (ص:72)

"پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرنا"۔

جب یہ پتلا تیار کرلوں اس میں پھونک ماروں تو تمہیں کیا کرنا ہوگا؟ مٹی کا پتلا تم نے خود بنایا جب میں پھونک ماروں، یہ اٹھ بیٹھے **فقعوا له سجدين** اس وقت تمہارا کام ہے اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔

سجدے میں وہ گریں جنہوں نے اربوں برس پہلے اللہ اللہ کی ہے۔ سجدے میں اس کے سامنے گرے جس نے ابھی پہلا سجدہ ہی نہیں کیا۔

**ولا بخير قدموه بل بسابق عناية من الله بهم ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم** یہ فضل و کرم ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ محض عنایت ربانی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔

یہ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ تھی جو حضرت محی الدین عربی کی تعلیمات کے مطابق بتائی۔ در منثور جلد نمبر:6 ص:606 ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر در منثور لکھی ہوئی کتاب ہے۔ انہوں نے جہاں اور بڑے کام کئے ہیں اللہ نے ان سے یہ بھی ایک کام لیا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی جتنی آیات ہیں ان کے لئے حدیث تلاش کر کے اس کی شرح کی ہے۔ آیت تطہیر کا مضمون بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کی حدیث مرفوع بیان کی۔

اللہ نے جب یہ فرمایا:

**ان اكرمكم عند الله اتقكم۔** (الحجرات:13)

"بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے"۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اس بارے میں جو ذکر کیا کہ جتنے بھی دنیا میں لوگ بزرگ ہیں ان میں سب سے زیادہ متقی میں ہوں۔ اللہ کی بارگاہ میں وہی آدمی سب سے اعلیٰ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ وہ جو سب سے متقی ہے وہ میں ہوں۔ جس وقت گھر بنائے تو سب سے اچھا گھر مجھے دیا اور سب قبیلوں سے اچھا قبیلہ مجھے دیا۔ خونوں میں سب سے اچھا خون مجھے دیا۔ آخر میں چل کر کہا **رفع لي خير بيت** ساری مخلوق میں سب سے اچھا گھر مجھے ملا اور وہ کس سے کہتا ہوں **فذللك قوله** یہ پروردگار کا کہنا ہے **انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيراً**۔

آگے فرماتے ہیں: **فانا واهل بيتي مطهرون من الذنوب** "میں اور میری اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں"۔

حدیث مرفوع ہے۔ رب کسی کو پاک کرنا چاہے۔ جس وقت نبی پاک ﷺ کے پیچھے جماعت کھڑی تھی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے منہ ادھر سے ادھر کرلیا، بیت المقدس کی طرف منہ تھا آپ ﷺ نے منہ بیت الحرام کی طرف کرلیا تو پیچھے دس آدمیوں نے منہ موڑ لیا۔ ان دس آدمیوں کے جنتی ہونے کی خوشخبری آگئی۔ یہ کہانی تو آپ نے یاد کی ہوئی ہے لیکن اس پر غور نہیں کرتے انہوں نے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا تھا؟

آئندہ انسان ہیں کسی وقت بھی گناہ کر سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکتے ہیں معصوم تو نہیں ہو سکتے۔ اب مرنے تک کسی کو کیا پتا وہ کیا کریں گے لیکن مدینے والے کو پتا ہے۔

اب جنت کا فیصلہ قیامت کے میدان میں ہوگا۔ فلنسئلن الذین ارسل الیھم و لنسئلن المرسلین (الاعراف:6)

''تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے''۔

ہم رسولوں سے بھی سوال کریں گے، قوموں سے بھی سوال کریں گے اور تولیں گے تولنے کے بعد جس کا وزن ٹھیک نکلا اس کو جنت میں بھیجیں گے۔ اب سرکار ﷺ فرماتے ہیں یہ جنتی ہیں۔ کسی مسلمان کو اعتراض نہیں ہوا کہ ہم نہیں مانتے ابھی فیصلہ ہونے والا ہے بعد میں دیکھا جائے گا۔ فیصلہ تو قیامت کو ہونا ہے، سرکار ﷺ نے آج فیصلہ کر دیا، کوئی طاقت نہیں بولی اس تاریخ نہیں بولے ہو اولاد فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں کیوں بولتے ہو۔

غزوہ تبوک ہوا، حضرت عثمان ؓ کی ذات پاک نے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں تین سو (300) اونٹ پیش کئے اور ایک ہزار اشرفی پیش کی۔ سرکار ﷺ کی گود میں جب اشرفیاں ڈالیں، سرکار ﷺ کو پیار آیا، سرکار ﷺ اپنی گود میں ان کو الٹ پلٹ رہے تھے فرمایا: **ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم** پھر فرمایا کہ عثمان اس دن کے بعد گناہ نہیں کرے گا کہنا چاہتا ہوں گناہ کرے۔ (ماضر عثمان) ما موصولہ کے ساتھ مسند الیہ ہے۔ جب مسند الیہ 'ما' کے ساتھ آئے تو آپ جانتے ہیں کہ بلاغیوں کے ہاں اس کی قیمت کتنی ہوتی ہے۔

میرے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کچھ بھی کرے کوئی چیز عثمان ؓ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ میں سرکار ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں کچھ کیا بھی ہوگا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جب حضرت عثمان ؓ کا کچھ نہیں بگڑے گا تو حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا کیوں بگڑتا ہے؟

**معترض کا اعتراض نمبر 3:**

معترض کا کہنا ہے کہ جو پرہیزگار متقی ہیں وہ تو آل ہے جو پرہیزگار متقی نہیں وہ آل نہیں۔

**جواب:** قرآن سے ایسے شواہد پیش کروں گا جو یہ ثابت کریں کہ آل۔ آل ہوتی ہے خواہ اچھا کام کرے یا نہ کرے اور معترض کا یہ آیت پیش کرنا:

**واغرقنا ال فرعون وانتم تنظرون** (البقرہ:50)

''اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا''۔

فرعون کی آل یاد آئی، انبیاء کی آل کیوں نہ یاد آئی؟ یہ کہنا کہ آل فرعون یہ اس کی اولاد میں سے نہیں تھے قوم عمالقہ کے جتنے حکمران تھے ان کا نام فرعون تھا۔ یہ سابقہ فرعون کی اولاد میں سے تھے اس لئے ان کو آل فرعون کہا۔ اگرچہ کافر بھی ہوں لیکن اپنے زمرے میں وہ معززین شمار ہوتے ہوں ایسی اولاد کے لئے آل استعمال ہوتا ہے۔

میں قرآن سے شواہد پیش کرتا ہوں گنہگار بھی ہو تو آل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کہتے ہیں:

**انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رایتھم لی سجدین** (یوسف:4)۔

''ابا جان میں نے گیارہ ستارے دیکھے اور چاند اور سورج کو دیکھا ہے وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں''۔ جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کہتے ہیں: **قال یبنی لا تقصص ر ء یاك علی اخوتك فیکیدوا لك کیدا ان الشیطن للانسان عدو مبین** (یوسف:5) ''کہا اے میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے''۔

دور حاضر کا دانشور کہتا ہے کہ نبی کو کل کا پتا نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس طرح پتا چلا کہ اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کرنا؟ معلوم ہوا جتنا ان کا پروگرام بنا ہوا ہے۔ وہ سب آپ کے علم میں ہے کہ کیا کرنا ہے۔

**ان الشیطن للانسان عدو مبین**

''شیطان کھلم کھلا بدترین انسان کا دشمن ہے''۔

اور آگے کہتے ہیں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کا مطلب سمجھتے ہو کہ کیا ہے؟ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے: **وکذلك یجتبیك ربك و یعلمك من تاویل الاحادیث ویتم نعمته علیك وعلی آل یعقوب کما اتمھا علی ابویك من قبل ابراھیم واسحق** (یوسف۔6) ''اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب

کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی۔ اسی طریقے سے پروردگار عالم تجھے دے گا تجھے خواب کی تعبیرات بتائے گا اپنی نعمتیں تم پر مکمل کرے گا آل یعقوب پر بھی اپنی نعمتیں مکمل کرے گا''۔

آل یعقوب کے کوئی نیک عمل تھے؟ کتنا بڑا سنگین جرم ہے انسانی تاریخ کا سب سے بڑا گناہ جو انسان نے زمین پر آ کے کیا ہے وہ قتل انسانی کا گناہ ہے۔ سب سے پہلا اور بڑا سنگین جرم وہ کر کے آئے ہوں گے۔ اس کے بعد بھی وہ آل یعقوب ہیں۔

اور کسی نبی علیہ السلام کی آل ہونے کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں، تیرے ہاں یہ کیوں شرط ہے کہ جب تک معصوم نہ ہوں آل نبی نہ ہوں؟ معصومیت تو نبیوں کی شان ہے، ہمارے ہاں تو معصومیت کا عقیدہ سوائے انبیاء کے کسی کے بارے میں نہیں ہے۔ محفوظ ہو سکتے ہیں معصوم نہیں ہو سکتے۔ گنہگار ہوئے پھر بھی آل رہے۔ کہا کہ یہ وہاں یوسف کو کنوئیں میں گرا کے آئیں گے پھر بھی ان پر اللہ انعام کرے گا۔ (تفسیر جلالین درسیات کی کتاب ہے باقی کتابوں کی وہ قیمت نہیں بنتی جو درسیات کی کتابوں کی قیمت بنتی ہے۔ کورس میں شامل کرنے کا مطلب یہ کہ سب کے ہاں اس کی approval ہے)۔

صاحب جلالین ص نمبر 236 پر لکھتے ہیں کہ ویتم نعمتہ علیک اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمتیں مکمل کرے گا بالنبوۃ نبوت دے کر اور وعلیٰ ال یعقوب آل یعقوب سے مراد کون ہیں او لادہ اس کی اولاد۔ باقی سب نبیوں کی اولاد ان کی آل ہے، جب کہ معترض حضور ﷺ کی اولاد آل کے بارے میں کہتا ہے کہ جو متقی پرہیزگار ہو وہ آل ہے۔

جس وقت قوموں کے عروج وزوال کا ذکر قرآن مجید نے کیا اور بتلایا کہ بنی اسرائیل پر جو زوال کے دن آئے وہ کن حالات میں آئے؟ وہ ال موسیٰ وال ھرون موسیٰ اور ہارون کی اولاد کے لوگ تھے۔ ان کے خاندان کے لوگ تھے بعض نے کہا ان کے چچا کی اولاد میں سے تھے لیکن ان کا مورث اعلیٰ ایک تھا ایک Blood (خون) کے لوگ تھے، وہ آل کہلائے۔ اولاد فاطمہ علیہا السلام کے لئے آل ہونے کے لئے یہ شرط لگانا کہ جب تک متقی نہ ہو اہل بیت تو ہوں گے لیکن آل نہیں ہوں گے۔

میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آل بھی اسی کو کہتے ہیں جس کو اہل بیت کہتے ہیں اہل بیت بھی وہی ہے جو آل ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جب جناب طالوت کو بادشاہت کے لئے مقرر کیا اور پہلے سے نبی موجود ہے وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا۔ (البقرہ 247)

''اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے''۔

کہتے ہیں کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت منعقد نہیں ہوتی۔ اب یہ قول قرآن مجید پر پورا نہیں اترتا۔ خلیفہ بادشاہ طالوت بنایا جا رہا ہے اور معصوم نبی کی موجودگی میں بنایا جا رہا ہے۔ معصوم کی موجودگی میں محفوظ کو بادشاہ مقرر کیا جا رہا ہے۔ قرآن مجید کی Terminology (زبان) کے مطابق تم اس پر معترض نہیں ہو سکتے جو تمہارا اپنا قاعدہ ہے۔

ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ قوم بولی کہ ثبوت لاؤ؟ ایسے ایسے بھی لوگ گزرے ہیں جو نبی علیہ السلام کو کہتے ہیں کہ ثبوت لاؤ۔

انہوں نے کہا: وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ وال ھرون (البقرہ 248)

''اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی''۔

تمہارے پاس صندوق آئے گا جس کے اندر تمہارے واسطے تسکین ہے۔ اس صندوق کے اندر تورات کی کچھ تختیاں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے نعلین مبارک تھے۔ مما ترک ال موسیٰ وال ھرون یہ وہی قوم ہے جو پھینک آئی تھی کہ یہ پرانی چیز ہے جو اپنے آباؤ اجداد کی وہ نشانیاں جو ان کی کامیابی کا ذریعہ ہونے والا صندوق۔

تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوئم ص: 168 میں ابو جعفر کی روایت لکھتے ہیں کہ یہ وہ صندوق تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈال کے دریائے نیل میں ڈالا گیا تھا۔ جب تک وہ نبی کے میلاد کا صندوق ان کے پاس سلامت رہا اس وقت تک جیتتے ہی چلے گئے۔ بارش کے لئے استسقا کی دعا مانگنے گئے، دعا مانگی، چھم چھم بارش ہوئی، رم جھم بادل برسا اور کسی میدان میں ساتھ لے کر گئے کامیاب ہوئے۔

بعد میں لوگوں نے کہا یہ پرانے لوگوں کی کہانیاں بنا رکھی ہیں یہ ہمیں نہیں چاہئے۔ ہم جدید لوگ ہیں دنیا پتا نہیں کہاں سے کہاں چلی گئی۔ جیسا آج کل کہتے ہیں۔ ماں کہتی ہے بیٹے کلمہ پڑھ، بیٹا کہتا ہے کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی چاند پر پہنچ گئی یہ کلمے پڑھاتی ہے۔ کہتی ہے میں تیری ماں ہوں میرے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ باپ کی دعائیں ملتی دعا کراؤ۔ بیٹا کہتا ہے کہ جانے دے میں دیکھتا ہوں میزائل مارا جائے تو کئی ہزار میلوں کی دوری پر جا لگتا ہے، دنیا بم بنا رہی ہے اور ماں قدموں کے نیچے سے جنت کی طرف جا رہی ہے۔ اس طرح کے بیوقوف پہلے وقتوں میں بھی تھے۔ یہ بیوقوفوں کا کاتج نیا نہیں کھلا، یہ پرانی یونیورسٹی ہے یہاں بڑے بڑے کوالیفائیڈ لوگ رہتے تھے۔

انہوں نے وہ صندوق جا کے پھینک دیا اب جنہوں نے نبی کے تبرکات پھینکے تھے کیا کافی اچھے لوگ تھے؟ نہیں۔ ان کو آل کہا۔

ایک خام کلمہ مہمل ہو نتیجہ لاتا نہ ہو تو پھر کہا جا سکتا ہے لیکن اس قوم کو اپنی برائی پر یقین دلانا ہو کہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوئی ذلت ہے تم اپنی کامیابی کا راز تم خود پھینک کر آئے تھے وہ دشمن کے ہاتھ لگا تھا اب اس کو ہم واپس کرنا چاہتے ہیں کیا طریقہ ہوگا؟

کہا طریقہ یہ ہوگا کہ جب جالوت بادشاہ پر وبا آئی تو اس پر ایسی وبا آئی کی گاؤں کے گاؤں صاف ہو گئے۔ اس نے کہا یہ صندوق منحوس ہے اس کو واپس کر دو۔

معلوم ہوا جب وہ مٹنے پہ آئے تو صندوق ان کے ہاں منحوس تھا۔ او نبی کے میلاد پر اعتراض کرنے والو! یہ منحوس چیز نہیں، جب کوئی قوم مٹنے پہ آتی ہے کہتے ہیں یہ میلاد کے روپے یتیموں پر خرچ کرو۔ تو خود سرخی پاؤڈر کے پیسے یتیموں پر کیوں نہیں خرچ کرتا؟ گھر کے ڈیکوریشن پیس سے تو تم یتیم خانہ کیوں نہیں کھول لیتا۔ جن سے ہماری ہدایت کا راز کھلتا ہے۔

اب جن لوگوں نے تبرکات کی اتنی بے ادبی کی ہوگی اور قوم کے زوال کا باعث بنی ہوں گے۔ ان کو آل کہا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ دیگر کوئی گنہگار ہو تو وہ آل رہ جائے۔ صرف آل رسول کے لئے یہ پابندی ہو کہ جب تک وہ نیک نہ ہو تو وہ آل نہ ہو؟

شاہ عبدالعزیز صاحب (تحفہ اثنا عشریہ) کے اندر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں وہ بتاتے ہیں اہل بیت کون ہیں، آل محمد ﷺ کون ہیں؟ وہ کہتے ہیں:

یـا اهل بیت رسول الـلـه حبكم
فرض من الـلـه فی القرآن انزله
كفـا كم من عظيم القدر انكم
من لم یصل علیكم لا صلاة لـه

معلوم ہوا ان کے نزدیک جو اہل بیت ہیں ان کی محبت قرآن کے اندر نازل کی ہوئی آیت کے مطابق فرض ہے۔ یہ فخر کے لئے کافی بات ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد پڑھتے وقت آل کا لفظ بولتے ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہی اہل بیت ہے اور وہی آل محمد ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا قول امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الصواعق المحرقہ" ص:148 کے اندر بھی نقل کرتے ہیں۔

یہ معلوم ہو گیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے۔ درود کس طرح پڑھا جاتا ہے۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد ان کے نزدیک آل محمد کا وہی معنی ہے جو اہل بیت کا معنی ہے۔

یـارا كـب بـالـمحصب من منٰی
واهتف بسـاكن خیفهـا والناهض

یعنی دوسرے لفظوں میں ایک اونٹنی یا گھوڑے کے شہسوار تو منی کی وادی محصب میں کھڑا ہو جا۔ (الصواعق المحرقہ: ص133) (وادی محصب وہ مقام ہے جس کے متعلق صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ منی سے واپس آ کر یہاں ٹھہرے)۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (بنایہ فی شرح ہدایہ) کے اندر اس کے تحت لکھتے ہیں اس جگہ صرف ٹھہرنا ہی ہے اور کوئی کام نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

اس وجہ سے ہے کہ جس وقت کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ شعب ابو طالب کا بائیکاٹ کیا تھا تو اس وقت کفار اس جگہ بیٹھے تھے۔ اپنا

weight شو(show) کیا تھا کہ ہم اتنی تعداد میں ہیں۔ کہا تم بھی یہاں آ کے بیٹھو کچھ نہ کرو۔ Weight show کرو کہ نبی پاک ﷺ کے غلام اتنی تعداد میں ہیں۔ (یہ جلوس کا ثبوت ہے) دشمنوں کو پتا چلے یہ آ گئے ہیں۔

اس جگہ امام شافعی کہتے ہیں منیٰ کی وادی محصب میں ٹھہر جاؤ، جو اس وادی کے اندر رہنے والے لوگ ہیں یا یہاں سے گزرنے والے لوگ ہیں دونوں کو یہ بانگ دھل سنا دو۔ کیا؟

سحری کے وقت جس وقت کہ لوگ اس طرح وہاں سے موج مارتے ہیں حاجیوں کی موج اٹھتی ہے کہ جس طرح دریائے فرات کی موجیں اٹھتی ہیں۔

پیچھے اہل بیت کہا یہاں آل محمد ﷺ کہا۔ اس کا مطلب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بولی میں جو اہل بیت ہیں وہی آل محمد ہیں۔ بہت ساری تفاسیر موجود ہیں جن کے اندر یہ بات موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آیت مباہلہ کے وقت ان پر پھر چادر ڈالی اور سرکار ﷺ نے فرمایا اے مولا کریم .ھو لاءِ آلِ محمد جو معنی اہل بیت کا ہے وہی معنی آل محمد کا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں:

ان کان رفضا حب آلِ محمد

فلیشھد الثقلان انی رافض

اگر آل محمد سے محبت کرنا رفض ہے تو دونوں جہان گواہ ہو جاؤ کہ میں رافضی ہوں۔

اِنی یا اَنی دونوں روایتیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں موجود ہیں۔ کہا جو آل محمد ﷺ ہیں وہی اہل بیت ہیں، جو اہل بیت ہیں وہی آل محمد ﷺ ہیں۔ (ان کے لئے یہ شرط لگانا اگر متقی ہو تو پھر آل ہے)۔

معترض کہتا ہے: کل تقی ونقی وھو اھلی

علامہ بدرالدین عینی متوفی 855ھ عینی شرح بخاری جلد نمبر 9 کے اندر بات موجود ہے۔ اس کے بارے میں محدثین کی دو رائے ہیں۔ ایک بالکل ضعیف ہے، جیسے شیخ فانی ہوتا ہے اور دوسرا واھی جدًا۔ دو طرح کے الفاظ ہیں عقیدے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

سنن ابی داؤد جلد 2 ص:30۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایہ ہیں۔ عیدالضحیٰ کے دن سرکار ﷺ نے دنبہ ذبح کرتے وقت کہا کہ یہ دنبہ میری طرف سے ہے اور میری آل کی طرف سے ہے من محمد وآلِ محمد ''یہ میری طرف سے ہے اور میری آل کی طرف سے ہے'' اور دوسرا جملہ فرمایا من امۃ محمد ''محمد ﷺ کی امت کی طرف سے ہے''۔

اس وقت امت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ تھے ان جیسا متقی دنیا میں کب پیدا ہوگا۔ بعد از انبیاء علیہ السلام ان کی بڑی شخصیات ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بعد از انبیاء علیہ السلام سب سے افضل ہیں وہ موجود ہیں ان کی موجودگی میں یہ کہنا کہ یہ امت محمدیہ ﷺ کی طرف سے ہے اس وقت پرہیزگار ہو کے بھی کوئی آل ہوتا تو پھر یہ کلمہ مہمل ہوتا، سارے صحابہ جیسا پرہیزگار دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ آج کے اگر دنیا کے سارے پرہیزگار ملاؤ تو چھوٹے سے چھوٹے صحابی کا ہم پلہ نہیں ہوگا تو ماننا پڑے گا کہ آج کے اتقیا کے مقابلے میں قرون اولیٰ کے لوگ بہتر تھے۔

جس وقت حضور ﷺ کا یہ ارشاد تھا اس وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کم وبیش حضور ﷺ کے صحابہ تھے تو صحابہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ میری طرف سے ہے اور یہ میری اہل بیت کی طرف سے ہے اور یہ امت محمدیہ کی طرف سے ہے۔ پتا چلا آل محمد ﷺ اور ہے امت محمد ﷺ اور ہے اور اگر تقویٰ کی وجہ سے کوئی آدمی آل بن جاتا تو وہ سارے آل تھے۔ ہم لوگ اہل سنت والجماعت ہیں، یہ لوگوں نے سنیت اپنی طرف سے تصنیف کر کے نہیں دینی، جو کتابوں میں لکھی ہے اس پر چلنا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری جلد 9 ص:265 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ ان ابی بکر صدیق بعث رسول اللہ ۔ اس حدیث کے تحت اس وقت اعلان کیا کہ کوئی آدمی مشرک ہونے کی حالت میں طواف بیت اللہ نہیں کرے گا۔ کوئی ننگا ہو کر کے طواف نہیں کرے گا۔ بعد میں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو تیار کیا کہ جن لوگوں کے ساتھ معاہدہ تھا کہ ان کے ساتھ جنگیں نہیں ہوں گی انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا یہ معاہدہ ختم ہے چار مہینے تک تمہیں آزادی ہے، چار مہینے تک ہم تمہارے ساتھ نہیں لڑتے چار مہینوں کے بعد تیاری کر لو۔

جب حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کی اونٹنی پر سوار ہو کر کے گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر پوچھا: امیر ام ماموراً ''امیر بن کے آئے ہو کہ معمور بن کر آئے ہو؟'' انہوں نے کہا معمور پیچھے چلنے والا بن کے آیا ہوں۔ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیچھے چلنے کے لئے

آیا ہوں۔ اگر حضرت حیدر کرار ﷺ کو پیچھے چلنے میں اعتراض نہیں تو کسی اور کو کیوں اعتراض ہے؟

حضرت صدیق اکبر ﷺ نے کہا کہ میرے بارے میں کوئی آیت تو نازل نہیں ہوئی؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: آیت کا تو مجھے نہیں پتا سرکار ﷺ سے بات کریں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کس لئے آئے ہیں؟ حضرت حیدر کرار ﷺ نے کہا یہ اعلان کرنے کے لئے آیا ہوں کہ کوئی مشرک آئندہ حج کرنے کے لئے نہیں آئے گا، کوئی ننگا طواف نہیں کرے گا اور جن کے ساتھ معاہدے تھے اور جن لوگوں نے معاہدے کی خلاف ورزیاں کی ہیں چار مہینے کی مدت ہے۔ اس کے بعد جنگ ہوگی۔

حضرت صدیق اکبر ﷺ نے کہا کہ یہ اعلان تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا سرکار ﷺ سے جا کر پوچھیں۔ جب سرکار دو عالم ﷺ سے جا کر پوچھا تو (یہ بخاری کے شارح ہیں، اہل سنت وجماعت حنفی میں اگر قرض اتارا ہے تو علامہ بدر الدین عینی نے اتارا ہے) وہ لکھتے ہیں کہ اس وقت نبی پاک ﷺ نے فرمایا: کہ اے صدیق اکبر ﷺ لا یودعنی الا من اهل بیتی یہ اعلان یا میں کرسکتا ہوں یا میری اہل بیت کر سکتی ہے۔ کیونکہ تو میری اہل بیت میں سے نہیں ہے اس لئے تو نہیں کرسکتا علی ﷺ کر سکتا ہے۔ اگر صدیق اکبر ﷺ ساری امت میں نہیں پہلی امتوں میں بھی بعد از انبیاء علیہم السلام سب سے متقی ہو کر آل میں شامل نہیں تو باقیوں کو کیوں کھجلی ہوتی ہے۔

حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی ذات بابرکات گناہوں سے پاک ہے اور سرکار ﷺ کے طفیل حضور ﷺ کی اہل بیت کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک کیا۔ آل ہونے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں گنہگار بھی آل ہے۔ جب تک کافر نہ ہو جائے آل میں شامل ہے۔ البتہ نبی پاک ﷺ کی اولاد کے لئے یہ بات غیرت سے گری ہوئی ہے کہ نبی پاک ﷺ کی اولاد بھی زندہ ہو اور لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو گالیاں بھی دیں، ان کو یہ پاس نہ ہو کہ انہوں نے ہمارے باپ کے لئے جانیں دیں۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: احفظ ودّ ابیك لا تقطعه ، فیطفی الله نورك "اپنے باپ کی محبتوں کی حفاظت کر، اسے نہ کاٹ، ورنہ اللہ تیرے ایمان کا نور بجھا دے گا" (الادب المفرد ص: 34، امام بخاری متوفی 256ھ)

اگر تو اپنے باپ کی دوستی کی حفاظت نہیں کرے گا تو پھر اللہ تعالیٰ تیرے ایمان کا چراغ گل کر دے گا۔ جتنے نبی پاک ﷺ کی اولاد کے لوگ ہو صحابہ کی عزت کا دھیان کرو، امت کی حفاظت کرو، ملت کی بیٹیوں کو شرم وحیا کی تعلیم دو، نوجوانوں کو عزت دلاؤ، شب وروز دین پر لگا کے لوگوں میں بیداری پیدا کرو۔

سرکار ﷺ نے فرمایا: "میری اہل بیت اور قرآن کبھی جدا نہیں ہوں گے۔" اگر آپ قرآن مجید سے جدا ہیں تو نبی پاک ﷺ کی تعلیمات آپ کو کیا کہہ رہی ہیں؟ مجھے کیا کہہ رہی ہیں۔ میری بھی ڈیوٹی ہے آپ کی بھی ڈیوٹی ہے۔ انھیں ایک مرتبہ اہل باطل کا راستہ روک کے کھڑے ہو جائیں۔

☆☆☆

شاہینِ شہ لولاک، فلسفۂ خودی کا مبلغ، عشق رسول کا پرچارک

اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کا نقیب

رحمۃ اللہ علیہ

# علامہ اقبال

یوم اقبال پر ڈاکٹر ظفر اقبال نوری کی خصوصی تحریر

عروج کی بلندیاں اور زوال کی پستیاں قوموں کی تاریخ کا حصہ ہوتی ہیں۔ قدرت ہر قوم کو ایسے رجال کار عطا کرتی ہے جو اپنے نفس گرم سے مردہ دلوں کو زندگی کی حرارت سے آشنا کرتے ہیں۔ کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کرتے ہیں۔ متاع کارواں لٹا بیٹھنے والے قافلوں کو احساس زیاں کا شعور دیتے ہیں۔ مضمحل سوچوں، یخ بستہ جذبوں اور شکستہ ارادوں کو سوز خودی سے جلا کر شعلۂ جوالہ بنا دیتے ہیں۔ ہر طرف جہد و عمل اور سعی مسلسل کے چراغ روشن کر دیتے ہیں۔ راہ گم کردہ راہیوں کو جادۂ انقلاب پہ ڈال کر ان میں منزلوں کو پالینے کی تڑپ اس طرح بیدار کرتے ہیں کہ وہ منزلوں کو سر کر کے ہی دم لیتے ہیں، لیکن ایسے رجال کار کا ظہور بھی ملتوں کے صدیوں پر محیط مجاہدوں کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اقبال نے بجا طور پر کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اگر غور کیا جائے تو اقبال خود بھی ایسا ہی دیدہ ور ہے جو چمنستان اسلام کو ہزاروں سالوں کی بے نوری کے بعد میسر آیا تھا۔ اسے ہم مصور پاکستان اور شاعر مشرق جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں اور یہ گلہ اقبال کو اپنی زندگی ہی میں پیدا ہو گیا تھا کہ یار لوگ اسے محض ایک شاعر

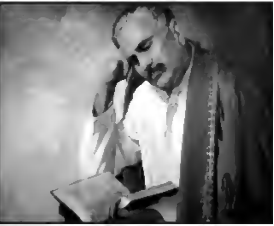

سمجھ رہے تھے اور اس کے شعری حسن و جمال ہی پہ داہ واہ کر رہے تھے، حالانکہ وہ صدیوں سے زوال اور مصائب و آلام کا شکار اور جہد و عمل سے محروم امت مرحوم کو پھر سے زندہ کر دینے کے لئے قم باذن اللہ کی صدائیں لگا رہا تھا۔ صور اسرافیل پھونک رہا تھا۔ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانے والوں کو بانگ درا سنا کر پھر سے آمادۂ سفر کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ملت کے افراد صرف اس کے شعری حسن کی داد نہ دیں بلکہ اس کے کلام میں پوشیدہ پیغام حیات اور ذوق انقلاب کو سمجھیں اور عملی جد و جہد کے ذریعے ایک بار پھر اوج ثریا پہ مقیم ہو جائیں۔ کلام اقبال کا مطالعہ کرنے والا ہر ذی فہم قاری جانتا ہے کہ اقبال فلسفۂ خودی کا مبلغ ہے، مسلک عشق کا پیامبر ہے۔ فقر غیور اور عشق خود آگاہ و خدا شناس کا داعی ہے مسائل حیات کی گتھیوں کو سمجھنے اور سلجھانے والا نکتہ داں حکیم ہے۔ مشرق و مغرب کے افکار قدیمہ و جدیدہ کا شناور اور ناقد ہے۔ تاریخ عالم کے مد و جذر کے مشاہدہ و ادراک سے اس کی لوح ضمیر پر مستقبل خود بخود اپنے آپ کو آشکارا کرتا ہے اور وہ یہ کہتا سنائی دیتا ہے:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

زیر نظر مضمون کی چند سطور اقبال کی ہمہ پہلو، ہمہ جہت اور ہمہ رنگ شخصیت کے فکر و فلسفہ کا تفصیلی تجزیہ نہیں کر سکتیں۔ ہاں اس کے گلستان افکار کے چند پھولوں کی مہک سے قارئین کو متعارف کرا سکتی ہیں، کیونکہ اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی وہ ملت اسلامیہ کے لئے مصیبت و نکبت کا دور تھا اس لئے اقبال کا دور شناس دل اس سے لاتعلق نہیں رہ سکا اور اس کی تمام سرگزشت گزرے ہوؤں کو پانے کی آرزو بن گئی۔ کبھی سوز و ساز رومی اور کبھی پیچ و تاب رازی اس کی زندگی کی راتوں میں باعث کشمکش رہا۔ اگر ایک جملے میں کہا جائے تو ملت کی آبرو کی بحالی ہی اس کا مطمع نظر تھا۔ امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی اور نشاۃ ثانیہ ہی اس کے تمام پیغام کا مرکزی نکتہ ہے۔ مگر اس کے لئے وہ اسلام کے علاوہ کسی جدید و قدیم فکر کی دریوزہ گری نہیں کرتا۔ وہ کمیونزم اور کیپٹلزم سے افکار کی بھیک نہیں مانگتا۔ وہ دانش افرنگ کے جلووں سے اپنی نگاہوں کو خیرہ نہیں ہونے دیتا بلکہ خاکِ مدینہ و نجف کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے اور وہ پوری ملت کو گھسیٹ کر اپنے آقا و مولا ﷺ کے قدموں میں لے جانا چاہتا ہے۔ "بانگ درا" کی نظم بحضور رسالت مآب ﷺ کے یہ اشعار ملت کے غم میں اس کی پریشانی کا اظہار کرتے ہیں:

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں

وفا کی جس میں ہو بُو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

آبروئے امت مرحومہ کی بحالی کا جذبہ ہی اسے دربار رسالت مآب ﷺ کا گدا بنا دیتا ہے اور پھر ہر فرد سے یہ کہتا ہے:

بیا اے ہم نفس باھم بنالیم
من و تو کشتہ ایشان جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوییم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم

یعنی اے دوست آ ہم اکٹھے مل کر آنسو بہائیں کیونکہ میں اور تو دونوں ہی حضور اکرم ﷺ کی شان جمالی کے شہید ہیں۔ آ اپنے دل کی مراد کے مطابق دو حرفوں میں اپنی گزارش پیش کریں اور اپنے آقا و مولا ﷺ کے مبارک پاؤں پہ اپنی آنکھیں ملیں۔ اقبال اپنے ہم نفسوں کو یقین دلاتا ہے کامیابی اپنے آپ کو رسول رحمت ﷺ کے قدموں میں حاضر کر دینے میں ہیں۔ اس لئے وہ کہتا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

اپنے آپ کو رسول اکرم ﷺ کے قدموں تک پہنچا کہ وہی سراپا دیں ہیں اور اگر تو وہاں نہ پہنچ سکا تو تیرے اعمال بولہب جیسے رہیں گے۔
اقبال ملت کو غلامی مصطفیٰ اور عشق رسول ﷺ کی طرف بلاتا ہے تو اس کے قلب و روح کو یقین کی دولت سے مالا مال کرنے کے لئے عظمت مصطفیٰ ﷺ کے لئے نئے سے نئے آہنگ میں بات کرتا ہے۔
کبھی کہتا ہے:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اور کبھی کہتا ہے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خُم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
بزمِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
دشت میں دامن کوہسار میں میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیابان میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

کبھی وہ لوگوں کے سامنے حضور رسالت مآب ﷺ کی شان بیان کرتا ہے اور کبھی خود دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض داشت کرتا ہے:

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ جن کو عطا کیا ہے تو نے دماغ سکندری

کبھی عرض کرتا ہے:

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مرا ایماں ہے زناری مری دانش ہے افرنگی

کبھی وہ کہتا ہے:

گرد تو گردد حریم کائنات
از تو خواہم نگاہ التفات
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

یعنی یارسول اللہ ﷺ یہ ساری کائنات آپ کے حریم ناز کا طواف کرتی ہے اور میں آپ کی ایک نگاہ التفات کا بھکاری ہوں۔
میرا ذکر میرا فکر میرا علم میرا عرفان سب آپ ہیں
میری کشتی میرا دریا اور میرا طوفان سب آپ ہیں
کبھی عرض گزار ہوتا ہے:

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

یارسول اللہ ﷺ یہ تو آپ نے فرمایا تو ہم نے مکے کا راستہ لے لیا وگرنہ آپ کے سوا میری کوئی منزل نہیں ہے۔
کبھی لہجہ کو پرسوز بنا کر کہتا ہے:

فقیرم از تو خواہم ہرچہ خواہم
دل کو ہے خراش از مرگ کاہم
مرا درس حکیماں دردِ سردار
کہ من پروردۂ فیض نگاہم

میں آپ کے دروازے کا فقیر ہوں جو مانگتا ہوں آپ سے مانگتا ہوں میری التجا ہے کہ میرے مرگ کاہ یعنی حقیر تنکے سے پہاڑ کا دل کاٹ دیا جائے۔ فلسفیوں کے لیکچر میرے لئے دردِ سر ہیں کیونکہ میں آپ کی نگاہ فیض کا پروردہ ہوں۔
جب اقبال ملت کی صفوں کو کم، دلوں کو پریشان اور سجدوں کو بے ذوق پاتا ہے تو اس کی شکایت بھی سرکار دو عالم ﷺ ہی کی بارگاہ میں کرتا ہے۔

مسلماں آں فقیرے کجکلاہے
رمیدہ از سینہ او سوز آہے
دلش نالد چرا نالد نداند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

وہ مسلمان جس کی فقیری میں شان کجکلاہی تھی۔ اس کا سینہ سوز آہ و فغاں سے خالی ہو چکا ہے۔ اس کا دل اور ماہے کیوں رو رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں۔ یارسول اللہ نظر کرم فرمائیے۔ نظر کرم فرمائیے۔
دولت عشق نبی کو اقبال صرف اپنے آپ تک یا عام لوگوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس وقت کے سعودی فرماں روا عبدالعزیز بن سعود کو بھی دعوت دینے کی جسارت کرتا ہے کیونکہ اس وقت شاہ سعودی عرب کے زیر سرپرستی دین میں ذات رسول ﷺ سے گریز پائی کی بدعت فروغ پا رہی تھی اور عشق رسول ﷺ کے قرینوں کو شرک ٹھہرایا جارہا تھا اس لئے اقبال نے بجا طور پر سعودی فرمانروا کو مخاطب کیا:

تو ہم آں مے بگیر از ساغر دوست
کہ باشی تا ابد اندر بر دوست

محو دیے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژہ خاکِ در دوست

اے عبدالعزیز ابن سعود تو بھی ساغر دوست یعنی رسول اکرم ﷺ سے وہ شرابِ عشق پی تاکہ تو ہمیشہ محبوب حقیقی کے پہلو میں رہے اور اے عبدالعزیز میں بارگاہِ رسول میں سجدہ نہیں کر رہا بلکہ دردوست کی خاک اپنی پلکوں سے صاف کر رہا ہوں۔

خمستان اقبال کی شراب ناب میں ایسا مزہ ہے کہ جو دنیا پرستی کے سارے نشوں کو اتار دیتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ ہم صرف اقبال کو ایک شاعر ہی نہ سمجھیں بلکہ ہمارے اجتماعی امراض اور ملت کے زوال و ادبار کے لئے اقبال نے عشق مصطفی کا جو نسخۂ شفا تجویز کیا تھا ہم اس کو اختیار کریں تاکہ دم توڑتی ہوئی ملت کی نبضیں پھر بحال ہو سکیں۔

آخر میں اقبال کی معرکۃ الآرا نعت کے اشعار نذر قارئین ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرے سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب
تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

☆☆☆

# قاضی محمد بشیر الدین

استاذ الاساتذہ قاضی محمد بشیر الدین مدظلہ العالی کا شمار سینئر اساتذہ کرام میں ہوتا ہے۔ جن کے شاگردوں کی تعداد بلاشبہ ہزاروں میں ہے اور وہ اعلیٰ سرکاری و نیم سرکاری عہدوں پر فائز ہیں مگر وہ اپنے لئے قابل فخر اپنے اساتذہ کرام کو سمجھتے ہیں۔ قائداعظم بانی پاکستان محمد علی جناح کی نماز جنازہ پڑھانے کا اعزاز حاصل کرنے والے علامہ شبیر احمد عثمانی کے استاذ زادے علامہ غلام رسول خان ہزاروی اور مولانا طٰہٰ بلگرامی جیسے اساتذہ سے آپ نے تربیت حاصل کی جبکہ حضور قبلہ مفکر اسلام علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ دامت برکاتہم القدسیہ نے سکول کی تعلیم جن اساتذہ سے حاصل کی، ان اساتذہ میں سے بھی قاضی محمد بشیر الدین مدظلہ العالی کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کا دیدار کرکے ان کی قدم بوسی کا شرف بھی قاضی صاحب کی انفرادی نمایاں خصوصیات میں شامل ہے۔ قیام پاکستان کے وقت ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات میں آپ شدید زخمی ہوکر کافی عرصہ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہے اور اس وقت آپ انگریزی روزنامہ "پاکستان ٹائمز" میں سرکولیشن ڈیپارٹمنٹ سے وابستہ رہے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت 87ویں سال میں ہے۔ مگر کوئی شخص آپ کی چابکدستی اور صحت سے اندازہ نہیں کرسکتا کہ آپ 50 سال سے بھی اوپر ہوں گے۔ آپ اس وقت بھی سردیوں میں فریج اور گرمیوں میں فریزر کی برف والا پانی استعمال کرتے ہیں۔ جنگ عظیم دوم کے وقت آپ ولنٹر سکالرشپ کے ساتھ فارسی میں آنرز کرچکے تھے اور عربی، فارسی کے علاوہ انگلش میں اب بھی اساتذہ کرام آپ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں مگر اب بھی قاضی محمد بشیر الدین صاحب لکھنے اور گفتگو سے زیادہ مطالعے پر توجہ دیتے ہیں۔ مجھے جب قاضی صاحب سے انٹرویو کا حکم ملا۔ تو یہ ایک امتحان تھا کیونکہ قاضی صاحب انٹرویو کے لئے اس وجہ سے راضی نہ تھے کہ اس میں انسان کی دس بڑی جبلتوں میں سے ایک جبلت "خود نمائی" کا عنصر نمایاں نظر آتا تھا۔ مگر جہاں سے ہمیں حکم ملا تھا ہمیں یقین تھا کہ اللہ کرم کرے گا اور اللہ نے ہی سبب پیدا فرمایا اور ہم نے یہ انٹرویو کیسے کیا، یہ اللہ یا اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ قارئین ہمارے سوال کے بعد قاضی صاحب کا جواب پڑھیں گے تو خود ہی سمجھ جائیں گے کہ قاضی صاحب قبلہ کتنے ہی تفصیلی جوابات انتہائی مختصر انداز میں گول مول کرتے ہوئے انتہائی مہارت سے نکل گئے ہیں۔ یقین نہ آئے تو انٹرویو پڑھنا شروع کیجئے اور دیکھئے کہ آج بھی 1947ء کی صحافت 2010ء کی صحافت پر بھاری ہے۔ حافظ محمد زبیر اعوان

فوٹوگرافر: وقار علی

دلیل راہ: آپ کا پورا نام مع ولدیت؟

قاضی صاحب: قاضی محمد بشیر الدین ولد قاضی حمید الدین (مرحوم)

دلیل راہ: تاریخ پیدائش مع جائے پیدائش؟

قاضی صاحب: تاریخ ولادت 15۔اکتوبر 1924ء مولد مظفر آباد (آزاد کشمیر)

دلیل راہ: تعلیم، کہاں سے کہاں تک تعلیمی سفر طے کیا۔ اس تناظر میں خاندان میں تعلیمی رجحان موجود تھا؟

قاضی صاحب: عربی، فارسی کی ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور میٹرک کا امتحان ہائی سکول مظفر آباد سے پاس کرنے کے بعد لاہور چلا گیا۔ جہاں 1943ء میں اورینٹل کالج لاہور سے دولز۔ سکالرز شپ کے ساتھ آنرز پرشین کا امتحان پاس کیا۔ (یہ زمانہ جنگ عظیم دوئم کا تھا) ایف۔اے، بی۔اے، ایم۔اے اور بی ٹی کے امتحانات پشاور یونیورسٹی سے پاس کیے۔ خاندان علمی وروحانی پس منظر کی وجہ سے معروف تھا۔

دلیل راہ: ''قاضی'' نام اور خاندانی سلسلہ کا مختصر تعارف؟

قاضی صاحب: میرا نسبی تعلق تو خاندان ''طور'' سے ہے لیکن خان مظفر خان مؤسس مظفر آباد نے جب علاقہ فتح کرنے کے بعد شہر کی بنیاد رکھی تو میرے پڑنانا حضرت مولانا سعد الدین کو جو اپنے وقت کے مشہور جید اور مستند عالم دین تھے، سرکاری طور پر ''قاضی'' مقرر کیا اور نماز عیدین کی خطابت کی ذمہ داری بھی سپرد کی، جو منصب آج تک اس خاندان میں چلا آ رہا ہے، چنانچہ یہاں سے لفظ ''قاضی'' ہمارے ناموں کا سابقہ بن گیا۔

دلیل راہ: اساتذہ کرام میں سے وہ شخصیات، جو اگر نہ ہوتیں تو میں کچھ نہ ہوتا؟

قاضی صاحب: مظفر آباد ہائی سکول میں مولانا عبدالرحمن نظامی اور سید امین شاہ گیلانی کے زیر تربیت رہا جو بعد میں آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم رہے اور اورینٹل کالج لاہور میں اگر مولانا حسن الدین، استاد زادہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا غلام رسول خان ہزاروی، مولانا طہٰ بلگرامی اور مولانا عبدالحق رحمہم اللہ جیسے اساتذہ کی تربیت نہ ہوتی تو میں شاید کچھ نہ ہوتا۔

دلیل راہ: ملازمت، عرصہ ملازمت، شعبہ، مقامات تعیناتی اور ریٹائرمنٹ کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔

قاضی صاحب: 1947ء میں جب پاکستانی فوج نے ایک سازش کے نتیجے میں وادی کشمیر سے رجعت کی تو علاقہ میں بدامنی پھیل گئی۔ جس کی وجہ سے باا ثر اور معزز خاندان ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے۔ جن میں میرا خاندان بھی شامل تھا۔ یہاں آ کر کچھ عرصہ میں نے محکمہ کسٹوڈین کی ملازمت کی جو ہندوؤں کی متروکہ جائیداد کی نگرانی والاٹمنٹ اور بھارت سے آنے والے مہاجرین کی آبادکاری کا ذمہ دار تھا۔ 1952ء میں وہ ملازمت چھوڑ کر محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گیا اور پہلی تقرری گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 میں بحیثیت مدرس ہوئی اور اسی حیثیت سے ہائی سکول نمبر 2 ہری پور سرائے نعمت خان اور ہائی سکول حویلیاں میں فرائض انجام دیئے، جبکہ ہائر سیکنڈری سکول کھلابٹ ٹاؤن شپ، ہائی سکول بکوٹ شریف اور کالج آف ایجوکیشن ہری پور میں بحیثیت پرنسپل فائز رہا اور بحمد اللہ اسی منصب سے 36 سالہ معلمانہ زندگی کے بعد 1988ء میں بصد عزت واحترام سبکدوش ہو گیا، لیکن محکمہ تعلیم سے رشتہ مکمل طور پر نہیں ٹوٹا۔

بقول:

تعلق اس قدر رہا بعد رہائی بھی
رہیں دیوار زنداں پر مری پرچھائیاں برسوں

دلیل راہ: آپ کی اس عمر میں صحت کا کیا راز ہے؟

قاضی صاحب: سادہ اور بے تکلف زندگی۔

دلیل راہ: بیعت کا واقعہ؟ کب اور کیسے؟

قاضی صاحب: 1942ء سے 1947ء تک لاہور مقیم رہا۔ 1947ء میں شمالی ہند میں جب پہلا انگریزی روزنامہ ''پاکستان ٹائمز'' لاہور سے جاری ہوا تو میں اس سے منسلک ہو گیا۔ میرا شعبہ سرکولیشن کا تھا اور ہمیں اخبار کی ترسیل وغیرہ کے انتظامات کی دیکھ بھال کرنی ہوتی تھی اور کچھ عرصہ فیض احمد فیض ایڈیٹر رہے تو ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ 1947ء میں ملک گیر ہندو مسلم فرقہ وارانہ فسادات کے دوران شدید زخمی ہو گیا، کچھ عرصہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد وطن واپس آتے ہوئے جب دربار عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تو قسمت نے یاوری کی اور حضرت قبلہ بابوجی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ سعادت دوبارہ میسر آئی۔ کچھ عرصہ بعد جب تیسری بار اس شوق کا اظہار کیا تو لحد

پھر توقف کے بعد مسکراتے ہوئے فرمایا کہ "کیا پہلی بیعت کافی نہیں؟"

دلیل راہ: وہ کون سی عظمت تھی جو دل و دماغ کو مسحور کر کے مرشد کریم کے قریب کر گئی؟

قاضی صاحب: اس سوال کے جواب میں بس یہی کہنا چاہوں گا:

رشک آیدم وگرنہ نقابت کشود ے
دست ترا گرفتہ بعالم نمود ے

وہاں عظمتوں کی کیا کمی تھی۔ گلہ تو اپنی تنگ دامانی اور حرماں نصیبی کا ہے۔

دلیل راہ: سنا ہے کہ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے حضور قبلہ پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ گولڑہ شریف کی جاگتی آنکھوں سے زیارت کی۔ یہ خوش بختی کب اور کیسے آپ کے مقدر کو سنوار گئی؟

قاضی صاحب: چونکہ دربار عالیہ گولڑہ شریف کی سالانہ حاضری ہمارا معمول تھا۔ اس لئے خوش قسمتی سے حضرت اعلیٰ گولڑوی کی زیارت و پابوسی کے وافر مواقع میسر آتے رہے۔ 1937ء میں آخری بار حضرت کے وصال سے تقریباً ہفتہ عشرہ قبل جب حضور عالم استغراق میں تھے تو شرف قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً چودہ پندرہ برس تھی۔ پائے اقدس کی لمس آج تک یاد ہے۔

نہ خفت خسرو مسکین ازیں ہوس شب ہا
کہ بوسہ بر کف پایت دہد بخواب رود

دلیل راہ: فن قوالی کے ذریعے تبلیغ اسلام چشتی صوفیائے کرام کا معمول رہا ہے۔ حضور قبلہ سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے دور میں قوالی کا کیا انداز تھا اور قبلہ بابو جی علیہ الرحمہ کے دور میں کیا رہا؟ یادگاری واقعات میں سے ایک دو پھولوں کی خوشبو اگر قارئین دلیل راہ کو میسر آ جائے تو رسالہ مزید مہک جائے گا؟

قاضی صاحب: برصغیر میں قوالی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خواجہ غریب نواز اجمیری کے دور سے رائج ہے۔ چنانچہ حضرت اعلیٰ گولڑوی بھی قوالی سنتے تھے، جس میں آلات موسیقی کا استعمال نہیں ہوتا تھا، جبکہ مجالس سماع بالمزامیر حضرت قبلہ بابو جی کے دور میں شروع ہوئیں اور آج تک جاری ہیں۔ سماع کی حلت و حرمت کا مسئلہ تو برطرف، لیکن ان محافل کی رقت انگیزی تاریخی مسلمات میں سے ہے (غالباً یہ میر مجلس کا تصرف ہوتا تھا)

دلیل راہ: قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر کی بے تکلفانہ شفقت کا یادگار واقعہ جواب تک آپ کی آنکھوں کو نم کر کے بھی ہونٹوں پر تبسم لے آتا ہو؟

قاضی صاحب: حضرت قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر کی شفقتوں، بندہ نوازیوں، کرم فرمائیوں اور دلداریوں کا سلسلہ اتنا طویل ہے جس کے بیان کے لئے بقول شخصے "سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے"۔ آخر ان کی دل لگی، دل کی لگی بن کر رہ گئی۔ ایک دفعہ مجلس میں جب بذریعہ فون کسی نیاز مند کی وفات کی خبر دیتے ہوئے نماز جنازہ میں شرکت کی استدعا کی گئی تو میں نے یہ شعر پڑھا:

بخاک مرقد من رنجہ کن پا
ترا ہم زیر پا آخر زہے آمد

تو فرمایا، کیا مطلب؟ عرض کیا، اگر میرے سفر آخرت کی اطلاع مل جائے تو کیا آپ چار تکبیروں کے لئے قدم رنجہ فرمائیں گے؟ ہنس کر فرمایا، قاضی صاحب! بسم اللہ کیجئے۔ پھر دیکھئے، چار کیا، ہم آٹھ تکبیروں کے لئے بھی حاضر ہیں۔

دلیل راہ: قبلہ بابو جی صاحب کا طریقہ تعلیم و تربیت تبلیغ و دین کیسا تھا۔ کیا معمولات تھے اور زور کس بات پر دیتے تھے؟

قاضی صاحب: حضرت قبلہ بابو جی کے معمولات تو آپ کے متعدد سوانحی خاکوں میں تفصیلاً موجود ہیں۔ البتہ تبلیغ و ارشاد کا خلاصہ ہمیشہ یہی رہا کہ نمی گویم کہ از عالم جدا باش

بہر جائے کہ باشی با خدا باش

خانقاہوں میں تصوف کا جو رنگ قرون اولیٰ میں تھا، وہ تو اب قصہ پارینہ ہے، لیکن الحمدللہ شب زندہ داروں کی کمی نہیں، صاحبان درد دسوز سے آج بھی دنیا خالی نہیں۔

دلیل راہ: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضور قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر علیہ الرحمہ آپ پر بے تکلفانہ شفقت فرماتے تھے اور آپ پر ان کی تصانیف کے مسودے پڑھنا ضروری ہوتا تھا؟

قاضی صاحب: میرے نانا حضرت قاضی قطب الدین، حضرت اعلیٰ گولڑوی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے، وسیع لنگر کا سلسلہ جاری تھا اور

اس بنا پر وہ لنگر والے قاضی صاحب مشہور تھے۔ ان کے وصال کے بعد منصب قضا اور امور لنگر کی ذمہ داری میرے والد گرامی قاضی حمید الدین کے سپرد ہوئی جو فارغ التحصیل مستند عالم تھے اور ان کے حلقہ درس میں ہر وقت پندرہ بیس طلبا موجود ہوتے تھے۔ جن کے طعام و قیام اور علاج معالجے کے تمام اخراجات لنگر کے سپرد تھے، چونکہ میرے والد گرامی کو بطور خانہ داماد یتیم کمسن قاضی غلام یٰسین کی تعلیم و تربیت کے لئے رکھا گیا تھا۔ اس لئے دربار عالیہ گولڑہ شریف کی سالانہ حاضری میرے ننھیالی خاندان کا معمول تھا۔ جس میں میری پرورش ہوئی۔ اسی نسبت سے حضرت قبلہ بابوجی اور پھر قبلہ پیر نصیر الدین نصیر کی خصوصی عنایات و توجہات اس خطاکار کے شامل حال رہیں۔

دلیل راہ: موجودہ دور میں آپ کن شخصیات سے متاثر ہیں۔ جو آج بھی اسلاف کے نقش قدم پر علمی وعملی میدان میں اسوۂ حسنہ کا نمونہ نظر آتی ہیں اور ان کا وجود دنیا کے لئے ضروری ہے؟

قاضی صاحب: ایسے علما کرام کو غنیمت سمجھتا ہوں جو علمائے سلف اور صوفیائے کرام کے اسوہ حسنہ کا نمونہ ہوں۔

دلیل راہ: آپ نے پوری زندگی کا بیشتر حصہ تعلیم کے شعبے سے منسلک ہو کر گزارا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پچھلی پچاس دہائیوں میں جو تعلیم سرکاری سکولوں میں دی جاتی تھی۔ آج اس میں کیا مزید بہتری آئی ہے اور کیا آپ نے جس مقصد کے لئے تعلیمی میدان میں زندگی صرف کی، وہ مقصد پورا ہوتا نظر آ رہا ہے؟

قاضی صاحب: ہمارا نظام تعلیم اصلاح طلب ہے۔ تبدیلیوں کے متعدد تجربوں نے پورے نظام میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ اگرچہ سائنس مضامین کی طرف حکومتی توجہ تقاضائے وقت ہے اس لئے مستحسن ہے۔ میں نتائج کے اعتبار سے اپنی پیشہ وارانہ خدمات سے کافی حد تک مطمئن ہوں۔

دلیل راہ: کل کے شاگرد اور آج کے شاگرد میں کیا فرق ہے؟

قاضی صاحب: ماضی میں استاد اور شاگرد کے درمیان ایک روحانی رشتہ استوار ہوتا تھا لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج جانبین اس رشتہ کے تقدس کی اہمیت سے عاری نظر آتے ہیں۔

دلیل راہ: آج کے استاد کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے کہ وہ کن کن خاص باتوں کا خیال رکھے اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک استاد کی اپنی عملی زندگی بھی شاگرد کی زندگی کا رخ متعین کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے؟

قاضی صاحب: استاد، شاگرد کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے۔ شاگرد شعوری و لاشعوری طور پر استاد کی عادات و خصائل کی تقلید کرتا ہے اور یہ تقلید اس کی تعمیر سیرت میں اہم کردار ادا کرتی ہے اس لئے استاد کے لئے ضروری ہے کہ خود کو بہتر نمونہ بنا کر پیش کرے میں نے اپنی پیشہ وارانہ زندگی میں اس کی بے شمار مثالیں دیکھی ہیں۔

دلیل راہ: آپ کے کتنے بیٹے بیٹیاں ہیں اور کہاں تک پڑھے ہیں؟

قاضی صاحب: میرے تین بیٹے ہیں اور پانچ بیٹیاں۔ جن میں سے چار گریجوایٹ ہیں اور پانچویں ایم۔ ایس۔ سی، بی ایڈ، ایم ایڈ ہونے کے بعد آج کل ایجوکیشن میں ڈاکٹریٹ کی طالبہ ہے۔ بحمد اللہ ساری بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔

دلیل راہ: شاگردوں میں سے جنہیں آپ قابل فخر کہہ سکیں اور کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے جو آپ بنانا چاہتے تھے وہ ان خوابوں کی تعبیر بنا؟

قاضی صاحب: رب کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے تلامذہ میں اندرون اور بیرون ملک بڑی تعداد اعلیٰ سول اور فکری عہدوں پر بحیثیت ڈاکٹر ،انجینئر، پروفیسر اور آفیسر فائز ہیں یعنی صوبہ کے متعدد ہائی سکولوں کے پرنسپل صاحبان سے میرا یہی رشتہ ہے۔

دلیل راہ: موجودہ دور یہودی اور عیسائی سازشوں کے عروج کا دور نظر آتا ہے۔ علمی و تجرباتی سطح پر بھی ان کی ترقی کا عمل جاری ہے۔ جدید ٹیکنالوجی میں مسلمان ان کے مرہون منت ہیں۔ وہ اپنی آنے والی نسلوں کو اس دنیا پر حکمرانی کے لئے تیار کر رہے ہیں اور دوسری طرف مسلم امہ اپنی نسلوں کو اس یلغار سے بچانے کے لئے دفاعی پوزیشن پر آچکی ہے۔ ہم پوری دنیا کی بات نہیں کرتے مگر ایک ایٹمی قوت ہونے کے ناطے آپ پاکستان کی آنے والی نسل کو کہاں کھڑا دیکھتے ہیں! کیا ہمارے سرکاری و نجی تعلیمی ادارے کما حقہ اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں؟

قاضی صاحب: میں فطری طور پر پرامید ہوں۔ اس لئے پاکستانی نسل سے ناامید نہیں۔ فیشن پرستی اور جدت پسندی کے جنوں کے باوجود پاکستانی جوان کے نہاں خانۂ دل میں حُبِ رسول ﷺ کی چنگاری یقیناً آج بھی زندہ ہے اور وہ سرکارِ مدینہ ﷺ کے ناموس پر جان دینے کو اعزاز سمجھتا ہے اور یہی عقیدہ فلاحِ دارین کا ضامن ہے۔

دلیل راہ: دینی مدارس میں جو نظام چل رہا ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہاں سے نکلتی ہوئی نسل ملک میں اسلامی انقلاب لا سکتی ہے؟

قاضی صاحب: معرفت اور فیضِ نگاہ سے خالی دینی مدارس سے نکلنے والی نسل شاید ہی اسلامی انقلاب لا سکے، لیکن بایں ہمہ مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بقول علامہ اقبال:

اگر نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

دلیل راہ: آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، جو مدارس کھول کر لوگوں کے بچے بھرتی تو کر لیتے ہیں اور سالانہ دستار فضیلت کے جلسے بھی کرا لیتے ہیں۔ مگر ان کے پاس پڑھنے والے بچوں کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی نہ قرآن یاد ہوتا ہے نہ مسائل کا پتہ ہوتا ہے مگر وہ مساجد میں امامت کرا لیتے ہیں۔

قاضی صاحب: موجودہ مدارس کا اجرا کسی ملی دردمندی اور مخصوص مقاصد عالیہ کے حصول کے ارادہ سے نہیں ہوتا۔ اس لئے صورت حال وہی ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔

دلیل راہ: علماء اور عوام کو ایسے مدارس اور ان کے سرپرست حضرات سے تعاون کرنے کے بارے میں آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

قاضی صاحب: ایسے مدارس کی سرپرستی اور ان سے تعاون کا معاملہ عوام کی صوابدید پر چھوڑ دینا چاہئے۔ وہ باشعور ہو چکے ہیں۔

دلیل راہ: آپ تعلیمی اداروں کے سربراہان / پرنسپل خواتین و حضرات کو اپنی نسل تیار کرنے کے حوالے سے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

قاضی صاحب: تعلیمی اداروں کے سربراہوں سے میری یہی گزارش ہوگی کہ طلبا کو مروجہ مضامین پڑھانے کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں عظمتِ رسول ﷺ کی شمع کسی نہ کسی طرح روشن کر رکھیں اس لئے کہ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا سبب بتاتے ہوئے علامہ مرحوم نے یہی تو کہا تھا کہ:

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زار اند و خوار اند
ندا آمد، نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

دلیل راہ: کیا آپ حکومتی تعلیمی پالیسیوں پر مطمئن ہیں؟

قاضی صاحب: میں حکومتی تعلیمی پالیسیوں سے کلیۃً متفق نہیں البتہ اس کے کچھ پہلو ضرور مفید ہیں۔

دلیل راہ: آپ کے کلاس فیلوز میں بھی کیا لوگ موجود ہیں؟

قاضی صاحب: افسوس ہے کہ میرے ہم درسوں میں آج بہت کم بقید حیات ہیں۔

دلیل راہ: سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں کیا کبھی سرکاری عتاب کا بھی سامنا کرنا پڑا؟

قاضی صاحب: بحمد للہ! دوران ملازمت سرکاری عتاب اور حاکمانہ ڈانٹ ڈپٹ سے ہمیشہ میں ناآشنا رہا اور یہ محض رب کریم کا فضل و کرم اور بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ تھا ورنہ اس میں میری کسی خوبی کا دخل نہیں تھا۔

دلیل راہ: اہل سنت و جماعت اولیاء اللہ کی جماعت ہے۔ کیا آپ تنظیمی سطح پر اس کے کام سے مطمئن ہیں؟

قاضی صاحب: میں اہل سنت والجماعت کی تنظیمی صورت حال سے مطمئن نہیں۔ مختلف گروہوں کے باہمی نفاق اور فکری افتراق نے کامیابیوں کی راہیں مسدود کر رکھی ہیں۔

دلیل راہ: آپ کافی ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ شعراء میں سے کس سے زیادہ متاثر ہیں اور ان کی کس خوبی نے آپ کو متاثر کیا؟

قاضی صاحب: بحیثیت مجموعی قلندر لاہوری علامہ اقبال میرے پسندیدہ شاعر ہیں اور ان ہی سے متاثر ہوں اردو میں میر و غالب پسند ہیں۔

دلیل راہ: آپ کے پسندیدہ چند اشعار؟

قاضی صاحب: اشعار کی پسند و ناپسند تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے لیکن یہ شعر ہمیشہ یاد رہتا ہے جو میری دعا کا بھی حصہ ہے:

مری لغزشوں پہ نہ کر نظر ، تو رحیم ہے ، تو کریم ہے
میری خو خطا ، تری خو عطا ، نہ یہ مجھ میں کم ، نہ وہ تجھ میں کم

دلیل راہ: زندگی کس اصول کے تحت گزاری؟

قاضی صاحب: زندگی کس اصول کے تحت گزاری تمام عمر اسی احتیاط میں گزری کہ آشیانہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو۔

دلیل راہ: پسندیدہ رسائل وجرائد میں سے دو نام؟

قاضی صاحب: دلیل راہ اور طلوع مہر۔

دلیل راہ: کیوں کر یہ پسندیدگی کی حد انتخاب کو پہنچے؟

قاضی صاحب: اس لئے کہ ان میں سیرت ساز اور فکر انگیز پاکیزہ مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔

دلیل راہ: کس عالم دین یا مقرر سے متاثر ہیں؟

قاضی صاحب: رٹی رٹائی تقاریر پسند نہیں، البتہ جو بیان لفظوں کی صنعت گری کے تکلف سے پاک اور درد آمیز ہو، پسند ہوتا ہے۔

دلیل راہ: خوشبو سنت رسول ﷺ ہے آپ کون سی خوشبو پسند کرتے ہیں؟

قاضی صاحب: سردیوں کے لئے عطر حنا و شمامہ اور گرمیوں کے لئے گلاب، خس، صندل اور کیوڑہ پسند ہیں (ان میں سے جو میسر آئے)۔

دلیل راہ: پسندیدہ رنگ۔

قاضی صاحب: گرمیوں کی پوشاک کے لئے سفید اور ہلکا آسمانی رنگ پسند ہے۔

دلیل راہ: مرشد خانہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر آنا جانا تو رہتا ہے پہلے کیا کیفیت تھی اور اب کیا محسوس کرتے ہیں؟

قاضی صاحب: اپنی قلبی افسردگی و اداسی کی بنا پر فضا سوگوار نظر آتی ہے:

اب نہ وہ شور سلاسل ہے نہ آہوں کی صدا
لے گیا ساتھ سب رونق زنداں کوئی

دلیل راہ: ایک مرید کیا اپنے مرشد کے مخالفین سے دوستیاں استوار کر سکتا ہے؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

قاضی صاحب: اپنے شیخ کے مخالفین سے رشتہ محبت استوار کرنا بڑی بدبختی کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شقاوت سے محفوظ رکھے۔

دلیل راہ: حضور قبلہ پیر مہر علی شاہ سرکار کے مشہور عالم شعر:

کتھے مہر علی ، کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا آڑیاں

پر نعت خوانوں میں بحث رہتی ہے۔ کوئی اسے "مشتاق آکھیں" اور کوئی "گستاخ اکھیں" پڑھتا ہے۔ آپ اس پر کیا راہنمائی فرمائیں گے؟

قاضی صاحب: حضرت اعلیٰ گولڑوی کی مشہور زمانہ بلکہ مقبول بارگاہ مصیاں پناہ نعت کا یہ شعر اس طرح ہے۔

کتھے مہر علی ، کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

یہاں آنکھوں کے لئے لفظ "گستاخ" کے استعمال کی نزاکتوں، لطافتوں اور اس کے معنوی حسن سے ارباب ذوق ہی محظوظ ہو سکتے ہیں۔

دلیل راہ: آپ نے مختلف مضامین وغیرہ بھی لکھے ہیں۔ طلوع مہر میں آپ کے مضامین ہماری نظروں سے گزرے ہیں۔ کیا یہ سلسلہ اب بھی قائم ہے اور کیا دلیل راہ جیسے رسالے بھی آپ کے مضامین کے قابل بن سکتے ہیں؟ ماہنامہ دلیل راہ پر اگر تبصرہ کرنے کو کہا جائے تو آپ کیا

تبصرہ کریں گے؟

قاضی صاحب: میرے معمولی سے مضامین طلوع مہر اور چند دیگر رسائل میں چھپتے رہتے ہیں لیکن "دلیل راہ" تو ایک ایسا مشہور رسالہ ہے۔ جسے حضرت قبلہ شاہ صاحب جیسی عظیم روحانی شخصیت کی ادارت کا شرف حاصل ہے، اس لئے میں اپنے افکار پریشاں سے اسے کیا پریشان کروں۔

افسردہ دل ، افسردہ کند انجمنے را

دلیل راہ: کوئی ایسی خواہش جو ابھی تک پوری نہ ہو سکی ہو؟

قاضی صاحب: اس سوال کا میں کیا جواب دوں۔ آپ نے اس کا جواب بے شمار لوگوں کی زبانی اس طرح سنا ہوگا۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان ، لیکن پھر بھی کم نکلے

دلیل راہ: کوئی ایسا واقعہ جسے آپ اپنی مرضی سے دلیل راہ کے قارئین سے "شیئر" کرنا چاہیں اور اس کے ذریعے کوئی پیغام پہنچانا چاہیں؟ آپ فارسی کے ترجمے بھی کرتے رہتے ہیں۔ کیا کوئی یادگاری تراجم بھی ہیں؟

قاضی صاحب: حال ہی میں غوث زماں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی تذکرہ "راحت العاشقین" کا اردو ترجمہ کیا ہے جو طباعت کے مراحل میں ہے۔ یہ حضرت "میاں محمد درزی" کی تالیف ہے۔

دلیل راہ: اگر آپ کو اب کسی نسخے کا ترجمہ کرنے کو کہا جائے تو کیا آپ حامی بھر لیں گے؟

قاضی صاحب: ارذل العمر کے دور سے گزر رہا ہوں، اس لئے اب ایسے دیدہ ریزی کے کام کا حوصلہ نہیں رہا۔

دلیل راہ: پسندیدہ مشاغل؟

قاضی صاحب: مطالعہ اور اقارب و احباب کی تقریبات، مسرت و غم میں امکانی شمولیت۔

☆☆☆

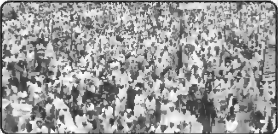

# گستاخِ رسول ﷺ کی سزا

ڈاکٹر منظور حسین اختر

ملک پاکستان میں گستاخ رسول کی سزا بارے موجود قانون 295/C کو بدلنے کی خبروں نے ہر درد مند دل رکھنے والے مسلمان کو پریشان کر دیا ہے۔ چاروں اطراف سے لوگ اس قانون کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کیونکہ اگر اس قانون کو ختم کر دیا گیا تو ملک افراتفری، فرقہ واریت اور باہمی کشت وخونریزی کا شکار ہو جائے گا۔ ہر شخص قانون اپنے ہاتھ میں لے کر دوسروں کو قتل کرنا شروع کر دے گا۔ چنانچہ محب وطن لوگ اس قانون کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہیں۔ حکومتی ایوانوں میں موجود چند نا عاقبت اندیش لوگوں نے اس نئی بحث کو چھیڑ کر ملکی فضا کو پریشان اور قوم کے اذہان منتشر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لوگ جو بدقسمتی سے بنیادی اسلامی علوم سے بہرہ مند نہیں وہ سوچ رہے ہیں کہ کیا گستاخ رسول کی سزا ''موت'' ہے یا نہیں؟ ایک بہت بڑا مغالطہ ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہو نا چاہتا ہے اور ہمارے ٹی وی چینلوں کے نام نہاد دانشور اوران پڑھ ''اینکروں'' نے سوال اٹھایا ہے کہ حضور تو رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ تو تکلیف پہنچانے والوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہیں معاف کر سکتے؟ حالانکہ دنیا کے قانون کے مطابق بھی حقدار ہی اپنا حق معاف کر سکتا ہے کوئی دوسرا شخص کسی کی طرف سے معافی دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر ہم ایک دوسرے کا حق معاف نہیں کر سکتے تو ہمیں حضور ﷺ کا حق معاف کرنے کا اختیار کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

کاش! گستاخ رسول کے لئے معافی چاہنے والے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر ان کے باپ کو گالی دی جائے تو پھر ان کی اخلاقیات کا جنازہ کیوں نکل جاتا ہے؟ اگر کوئی ان کے بیٹے کو تھپڑ مار دے تو پھر ان کی انسانی ہمدردی کہاں چلی جاتی ہے؟

عیسائی خاتون آسیہ بی بی کے لئے انسانی حقوق کا سایہ کرنے والے اس وقت کیوں خاموش تھے جب ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے؟ کیا انہیں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی قید نظر نہیں آتی؟ کیا ایمل کانسی پر ہونے والے ظلم ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں؟ یہ لوگ اس وقت کہاں تھے جب عامر شہید پر ظلم وستم کئے گئے؟ کیا امریکی جیلوں میں قید مسلمانوں کی حالت زار انسانی حقوق کا مطالبہ نہیں کر رہی؟

لیکن یہ لوگ دلائل کب مانتے ہیں؟ جن کی آنکھوں میں ''سفید چمڑی'' بس جائے، اللہ ان سے مصطفوی حسن چھپا لیا کرتا ہے، جن کے دلوں میں دولت کی محبت پیدا ہو جائے انہیں عشق رسالت مآب ﷺ کا مزہ چکھنا نصیب نہیں ہوتا۔۔۔ اور جن کے خیالات پر مغربی افکار کا قبضہ ہو جائے وہ نبوی ﷺ تعلیمات سے کبھی آشنا نہیں ہو سکتے۔

شاید اسی لئے یہ سطور حکومتی کارندوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی قوم کے ان جوانوں کے لئے تحریر کی جا رہی ہیں جو حق کے متلاشی ہیں جن کے ذہنوں میں سوال ہے کہ گستاخ رسول کی سزا قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ کے مطابق کیا ہے۔ میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ابھی عشق رسول کی چنگاری زندہ ہے؟ جن کے جذبے ابھی سرد نہیں پڑے۔ جو لوگ اب بھی عشق رسول ﷺ کو سینے میں سجائے ہیں۔

توہین رسالت کی سزا قرآن پاک کی روشنی میں:

1۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الآخرۃ واعد لھم عذاباً مھیناً (الاحزاب:۵۷)

''بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

دوسرا فرمان مبارک ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (التوبہ:۶۱)

''جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

تیسری جگہ فرمایا:

ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا (الاحزاب:۶۱)

''پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں''۔

توہین رسالت کی سزا احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

ا۔ بخاری اور مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے واقعۂ افک کے بارے میں خطبہ دیا اور تہمت لگانے والے عبداللہ بن ابی سلول کے بارے میں فرمایا من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی کون میری جان چھڑائے اس آدمی سے جس نے میری اہلیہ کے بارے میں

مجھے ایذا دی ہے، تو قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بندہ حاضر ہے اگر وہ اوس میں سے ہوا تو اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو ہم ان سے اس پر عمل کا کہیں گے۔ (البخاری: ۴۱۴۱)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا قول واضح طور پر دلیل ہے کہ موذی کا قتل مسلم تھا اور پھر حضور ﷺ نے بھی ان کی بات کو ثابت رکھا یہ نہیں فرمایا کہ اس کا قتل ناجائز ہے۔

فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ابن ابی سرح کے قتل اور عبداللہ بن خطل بن حلال بن خطل اور مقیس بن صبابہ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا اگرچہ انہوں نے غلاف کعبہ کے نیچے پناہ لی ہو، اس طرح حویرث بن نقید، ھبار بن اسود، ابن زبعری، عکرمہ بن ابی جہل، وحشی، ابن خطل کی دو لونڈیاں فرتنا اور ارنب، عمرو بن ہاشم کی لونڈی سارہ، یہ تمام قتل ہوئے البتہ ابن ابی سرح، ھبار بن اسود، ابن زبعری، عکرمہ، وحشی و فرتنا اسلام لے آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک نصرانی اسلام لایا اور وہ حضور ﷺ کا کاتب مقرر ہوا پھر وہ نصرانی ہو گیا اور وہ کہتا محمد (ﷺ) اتنا ہی جانتے ہیں جتنا میں لکھ دیتا وہ مر گیا لوگوں نے دفن کیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا، کہنے لگے یہ حضور ﷺ کے صحابہ کا عمل ہے جنہوں نے اسے قبر سے نکال کر پھینک دیا انہوں نے اس کے لئے خوب گہری قبر کھودی اور دبا دیا مگر جب صبح ہوئی دیکھا تو اس نے اسے باہر پھینک دیا تو سمجھ گئے یہ کسی کا عمل نہیں۔ (البخاری)

امام ابن اسحاق کہتے ہیں جب اوس نے ابن اشرف کو قتل کیا تو خزرج نے بھی ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں اس کی مثل تھا اور وہ خیبر میں ابن ابی الحقیق تھا انہوں نے اس کے قتل کی آپ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔

اس کے قتل کا واقعہ بخاری میں معروف ہے۔

امام ابوداؤد نے، باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ میں یہ روایت ذکر کی ہے، حضرت عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، ایک نابینا آدمی کی ام ولد (لونڈی) سرور عالم ﷺ کی گستاخی کیا کرتی اس کے منع کے باوجود وہ باز نہ آئی، اس نے اسے خوب ڈانٹا مگر وہ کہاں سمجھنے والی تھی، ایک رات جیسے ہی اس نے گستاخی شروع کی تو آدمی نے اس کے پیٹ پر سوار کر دبایا اور اسے قتل کر دیا اس کا بچہ قدموں میں گرا اور وہیں خون میں لت پت ہو گئی۔ صبح حضور ﷺ کی خدمت میں کیس آیا آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں اسے اللہ کی قسم یاد دلاتا ہوں بتائے جس نے یہ عمل کیا، نابینا صحابی کھڑے ہوئے، حالت اضطراب میں لوگوں کو پھلانگتے آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہو گئے، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس کا مالک ہوں یہ آپ کے بارے میں بکواس و گستاخی کیا کرتی، میں نے روکا، منع کیا مگر یہ باز نہ آئی، اس سے میرے دو موتیوں کی طرح بیٹے ہیں اور یہ میری رفیقہ تھی گذشتہ رات اس نے جب گستاخی کا سلسلہ شروع کیا تو سُوا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا حتیٰ کہ ختم ہو گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: الا اشھدوا ان دمھا ھدر گواہ ہو جاؤ اس کا خون ضائع ہے۔ (سنن ابوداؤد، ۴۳۶۱) (سنن نسائی، ۷: ۱۰۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ایک خطمی عورت نے آپ ﷺ کی ہجو کی تو فرمایا کون ہے جو اسے سنبھالے؟ اسی کی قوم سے ایک آدمی نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں حاضر ہوں، اس نے جا کر اسے ٹھکانے لگا دیا حضور ﷺ کو اطلاع دی گئی تو فرمایا:

لا ینتطح فیھا عنزان (الکامل لابن عدی ۲: ۱۴۵)

"اس میں کسی کو اختلاف اور نزاع نہیں"۔

امام واقدی نے غزوہ بدر کے آخر میں اشعار نقل کرتے ہوئے لکھا مجھے عبداللہ بن حارث نے اپنے والد سے بیان کیا، عصماء بنت مروان یزید بن زید حصن خطمی کی بیوی تھی یہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتی تھی، اسلام پر طعن اور حضور ﷺ کی مخالفت پر ابھارنے کے لئے شعر کہتی، حضرت عمیر بن عدی بن خرشہ بن امیہ خطمی کو اس بارت میں خبر ہوئی تو انہوں نے یہ نظر مانی اے اللہ جب رسول اللہ ﷺ بدر سے باخیریت مدینہ آ جائیں گے تو میں اسے ضرور ٹھکانے لگاؤں گا، حضور ﷺ جیسے ہی واپس آئے حضرت عمیر بن عدی رات کو اس کے ہاں داخل ہو گئے وہاں اس کے اردگرد بچے سوئے ہوئے تھے ایک بچہ دودھ پی رہا تھا اسے ہاتھ سے پیچھے کیا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ نماز صبح حضور ﷺ کے ساتھ ادا کی جیسے ہی آپ ﷺ نے سلام پھیرا حضرت عمیر کو بلا کر فرمایا اقتلت بنت مروان؟ بنت مروان کو تم نے ٹھکانے لگایا ہے؟ عرض کیا، میرے والدین آپ پر فدا، میں نے کیا ہے، ساتھ ڈرے کہ میں نے بغیر پوچھے ایسا کر دیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر کچھ لازم تو نہیں؟ فرمایا لا ینتطح فیھا عنزان "اس میں تو دوسری کوئی رائے ہی نہیں" پھر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اذا احببتم ان تنظروا الی رجل نصر اللہ ورسولہ بالغیب فانظروا الی عمیر بن عدی" اگر تم ایسا شخص دیکھنا چاہو جس نے

غائبانہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی تو عمیر بن عدی کو دیکھو"۔

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی فرمایا، اسے کون ٹھکانے لگائے گا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بندہ تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک یہودی عورت حضور ﷺ کی گستاخی کیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے اسے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کے خون کا بدلہ قصاص و دیت کی صورت میں نہیں دلوایا۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی اور ایک منافق فیصلے کیلئے آئے۔ ان دونوں کا فیصلہ حضور انور ﷺ پہلے فرما چکے تھے لیکن منافق نے حضور ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کی گردن اڑا دی۔ مقتول کے ورثاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے کوئی قصاص مقرر نہ فرمایا۔ بلکہ آپ کو اسی واقعہ کے بعد "فاروق" کا لقب عطا کیا گیا۔

گستاخ رسول کی سزا آئمہ امت و بزرگان دین کی نظر میں:

امام مالک فرماتے ہیں:

من سب رسول اللہ ﷺ او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلما کان او کافرا ولا یستطاب (الصارم المسلول ص ۵۲۶)

"جس شخص نے حضور ﷺ کو گالی دی یا آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی شان اقدس میں تحقیر و تنقیص کا ارتکاب کیا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کر دیا جائے گا اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی"۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

کل من شتم النبی او تنقصہ مسلما کان او کافرا فعلیہ القتل (الصارم المسلول ص ۵۲۵)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

وایما رجل مسلم سب رسول ﷺ او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ وبانت منہ زوجہ (کتاب الخراج ص ۱۸۲)

کوئی بھی مسلمان جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا آپ کی تکذیب کرے یا عیب جوئی کرے یا آپ کی شان میں کمی کرے اس نے یقیناً اللہ کا انکار کیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ (جدا ہو گئی)۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں:

ہر شخص جس نے رسول اکرم ﷺ کو گالی دی اور آپ کی طرف عیب منسوب کیا یا آپ کی ذات اقدس کے متعلق اور نسب و حسب اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام یا آپ کی عادات کریمہ میں سے کسی عادت کی طرف کوئی نقص و کمی منسوب کی یا اشارۃً کنایۃً آپ کی شان اقدس میں نامناسب و ناموزوں بات کہی یا آپ کو کسی شے سے گالی دینے کی طریق پر تشبیہ دی یا آپ کی شان و عظمت و تقدس اور رفعت کی تنقیص و کمی چاہی یا آپ کے مقام و مرتبے کی کمی کا خواہش مند ہو یا عیب جوئی کی تو

فہو سب والحکم فیہ حکم الساب لیقتل (الشفاء ج ۲ ص ۳۲)

"یہ شخص سب و شتم کرنے والا ہے اس میں گالی دینے والے کا حکم ہی جاری ہوگا اور وہ یہ کہ قتل کر دیا جائے گا"۔

امام احمد بن سلمان نے فرمایا:

من قال ان النبی کان اسود یقتل (الشفاء ج ۲ ص ۴۳۹)

"جس شخص نے کہا حضور ﷺ کا رنگ سیاہ ہے وہ قتل کر دیا جائے گا"۔

امام ابوبکر بن علی نیشاپوری فرماتے ہیں:

اجمع عوام اہل العلم علی ان من سب النبی یقتل قال ذالک مالک بن انس واللیث واحمد واسحاق وھو مذہب الشافعی وھو منتھیٰ قول ابی بکر (الصارم المسلول در المختار ۲۳۲)

"سب اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا وہ قتل کیا جائے گا۔ جن ائمہ کرام نے یہ فتویٰ دیا ان میں امام مالک امام لیث امام احمد و امام اسحاق شامل ہیں یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیق کے قول کا مدعا ہے"۔

تنویر الابصار اور در مختار فقہ حنفی کی بڑی مستند کتابیں ہیں ان میں یہ عبارت درج ہے:

کل مسلم ارتدفتو بتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقاً" (در المختار

جلد۴صفحہ۲۳۱)
''جو مسلمان مرتد ہو اس کی توبہ قبول کی جائے گی سوائے اس کافر مرتد کے جو انبیا علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کو گالی دے تو اسے حداً قتل کر دیا جائے گا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی''۔

امام ابن سحنون مالکی نے فرمایا:

اجمع المسلمون ان شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك فى عذابه وكفره كفر (درالمختار جلد۴صفحہ۲۳۳)
''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور نبی ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ کافر ہے''۔

امام ابن عتاب مالکی نے حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے کے لئے سزائے موت کا فتویٰ دیا ہے:

الكتاب والسنة موجبان ان من قصد النبى باذى او نقص معرضا او مصر حاو ان قل فقتله واجب فهذا الباب كله مماعده العلماء سبا او تنقصا وجب قتل قائله لم يختلف فى ذالك متقدمهم ولا متاخرهم۔
''قرآن وسنت اس بات کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ایذا کا ارادہ کرے صریح وغیر صریح طور پر یعنی اشارہ و کنایہ کے انداز میں آپ کی تنقیص کرے اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کرنا واجب ہے اس باب میں جن جن چیزوں کو آئمہ وعلماء کرام نے سب و تنقیص میں شمار کیا ہے آئمہ متقدمین و متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اس کے قائل کا قتل واجب ہے''۔

امام ابن الھمام حنفی کا فتویٰ:

والذى عندى من سبه او نسبه مالا ينبغى الى الله تعالىٰ وان كانوا لا يعتقد ونه كنسبة الولدالى الله تعالىٰ وتقدس عن ذالك اذا اظهره يقتل به وينتقض عهده ۔ (فتح القدیر ج۵ص۳۰۳)
''میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذمی نے اگر حضور ﷺ کو گالی دی یا غیر مناسب چیز اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جو کہ ان کے عقائد سے خارج ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت حالانکہ وہ اس سے پاک ہے جب وہ ایسی چیز کا اظہار کرے گا تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا''۔

امام ابوسلیمان خطابی کا فتویٰ:

لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فى وجوب قتله اذا كان مسلما ۔ (الشفاج۲ص۹۳۵)
''میں مسلمانوں سے کسی ایک فرد کو بھی نہیں جانتا جس نے گستاخ رسول کی سزائے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو جبکہ وہ مسلمان بھی ہو''۔

ابوبکر الجصاص کا فتویٰ:

ولا خلاف بين المسلمين ان من قصد النبى صلى الله بذالك فهو فمن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل (احکام القرآن للجصاص ج۳ص۱۰۹)
''مسلمانوں کے مابین اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اہانت وایذا کا قصد کیا حالانکہ وہ خود کو مسلمان بھی کہلواتا ہو تو ایسا شخص مرتد اور مستحق قتل ہے''۔

امام حصکفی کا فتویٰ:

من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبه او بفعله بان بغضه بفعله قتل حدا (درالمختارج۴ص۲۳۲)
''جس شخص نے مقام رسالت مآب ﷺ کی تنقیص و تحقیر اپنے قول کے ذریعے بایں صورت کہ آپ کو گالی دی یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل سے آپ سے بغض رکھا تو وہ شخص بطور حد قتل کر دیا جائے گا''۔

علامہ ابن تیمیہ مزید لکھتے ہیں:

واذا كان كذالك وجب علينا ان ننصر له ممن انتهك عرضه والانتصار له با لقتل لان انتهاك عرضه انتهاك دين الله (الصارم المسلول ص۲۱۱)
''اور جب بہ حقیقت ہم پر لازم ہے کہ حضور ﷺ کی خاطر اس شخص کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں جو آپ کی شان میں گستاخی

کرے، اور احتجاج یہ ہے کہ اسے قتل کر دیں اس لئے آپ ﷺ کی عزت کو پامال کرنا اللہ کے دین کی اہانت کرنا ہے"۔

فتاویٰ حامدیہ میں ہے:

**فقد صرح علماء نافی غالب کتبهم بان من سب رسول الله ﷺ أو احداً من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام و استخف بهم فانه يقتل حدا ولا توبة له اصلاً سواء بعد القدرة عليه والشهادة او جاء تائباً من قبل نفسه لا نه حق تعلق به حق العبد فلا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الآدميين ووقع في عبارة البزازيه ولو عاب نبياً كفر (فتاویٰ حامدیہ صفحہ ۱۰۳)**

"ہمارے علماء کرام نے اپنی اکثر کتب میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے یا انبیاء کرام میں سے کسی بھی نبی کی توہین کرے۔ یا ان کا استخفاف کرے۔ تو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا۔ اس کی توبہ اصلاً قبول نہیں۔ خواہ گرفتار ہونے اور شہادت پیش ہونے بعد توبہ کرے یا گرفتاری اور شہادت سے قبل از خود توبہ کرلے بہرصورت اس کی توبہ مقبول نہیں۔ کیونکہ یہ ایسا حق ہے جس کے ساتھ حق عبد متعلق ہو چکا ہے۔ لہذا انسانوں کے تمام حقوق کی طرح یہ حق بھی توبہ سے ساقط نہیں ہوگا اور بزازیہ کی عبارت میں ہے جو شخص کسی نبی پر عیب لگانے وہ اس کے سبب کافر ہو جائے گا"۔

**گستاخ رسول کے قتل پر صحابہ کا اجماع:**

علامہ ابن تیمیہ مذکورہ مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجماع کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

**اما اجماع الصحابه فلان ذالك نقل عنهم في قضايا متعددة ينتشر مثلها ويستفيض ولم ينكر ها احد منهم فصارت اجماعا (الصارم المسلول ۲۰۰)**

"مذکورہ مسئلے پر اجماع صحابہ کا ثبوت یہ ہے کہ یہی بات (گستاخان رسول ﷺ واجب القتل ہے ان کے بہت سے فیصلوں سے ثابت ہے مزید برآں کہ ایسی چیز مشہور ہو جاتی تھی لیکن اس کے باوجود کسی صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو اس کی بین دلیل ہے"۔

**قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں:**

**من اذى رسول الله بطعن في شخصه ودينه او نسبه او صفته من صفاته او بوجه من وجوه الشين فيه صراحة وكناية او تعريضا او اشارة كفر ولعنهم الله في الدنيا واعد له عذاب جهنم (تفسیر مظہری ج ۷ صفحہ ۳۸۱)**

"جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو اشارۃً و کنایۃً صریح وغیر صریح طریق سے عیب کی جملہ وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے یا آپ کی صفات میں سے کسی ایک صفت میں، آپ کے نسب، میں آپ کے دین میں یا آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق کسی قسم کی زبان طعن درازی تو وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں اس پر لعنت کی اور اس کے لئے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اندلس کے فقہائے اسلام نے ابن حاتم طلیطلی کو قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا فتویٰ دیا کیونکہ اس کے متعلق حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی و گستاخی تحقیر تنقیص اور استخفاف کا مرتکب ہونے کی معتبر شہادتیں موصول ہوئی تھیں۔ اس نے ایک مناظرے کے دوران گستاخانہ لہجے میں حضور ﷺ کو یتیم اور ختن حیدر (حضرت علی) کا سسر کہا تھا۔

**جمیع امت مسلمہ کا فیصلہ:**

امام ابوبکر الفارسی شافعی نے بھی حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والے کو حد قتل کرنے کو اجماع امت کا قول کہا ہے:

**قد حكىٰ ابو بكر الفارسي من اصحاب الشافعي اجماع المسلمين على ان حد من سب النبي القتل كما ان حد من سب غيره الجلد وهذا لا جماع الذى حكاه محمول على الصدر الاول من الصاحبة والتابعين او انه ارادا جماعهم على ان ساب النبي يجب قتله اذا كان مسلما (الصارم المسلول ۳)**

"امام ابوبکر فارسی جو اصحاب شافعی میں سے ہیں انہوں نے امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع بیان کیا ہے کہ جس شخص نے حضور ﷺ کو گالی دی تو اس کی سزا حداً قتل ہے جس طرح کہ کسی غیر نبی کو گالی دینے والے کی سزا (حد) کوڑے لگانا ہے یہ اجماع صدر اول کے یعنی صحابہ و تابعین کے اجماع پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والا اگر مسلمان ہے تو اس کے وجوب قتل پر اجماع ہے"۔

☆☆☆

# حج بیت اللہ

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضٰے

حج ایک ایسا عزم جس میں گناہوں کی معافی ۔۔۔۔حج ایک ایسی نیت جس میں توبہ کی قبولیت ۔۔۔۔حج ایک ایسا ارادہ جس میں حاجی نومولود کی طرح ذنوب سے پاک ۔۔۔۔حج ارکان اسلام کا بنیادی رکن ۔۔۔۔حج صاحب حیثیت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ۔۔۔۔حج ایک ایسا فرض جس کو کتاب اللہ نے بیان کیا ۔۔۔۔حج ایک ایسا فرض جس کو رسول کریم ﷺ نے ادا فرمایا ۔۔۔۔حج ایک ایسا رکن جس کے فرض ہوتے ہی اس کی ادائیگی ضروری ۔۔۔۔حج مخصوص ایام میں مخصوص مقامات کی زیارت کرنا ۔۔۔

حج کے لئے اسلام، حریت، عقل، بلوغ، صحت، سفر حج کے اخراجات اور وقت کا ہونا شرائط ۔۔۔۔حج کی ادائیگی کے لئے احرام کی دو سفید چادروں کا لباس ۔۔۔۔منی میں سکونت ۔۔۔۔عرفات میں قیام ۔۔۔۔مزدلفہ سے کنکریاں چننا اور رات گزارنا ۔۔۔۔رمی جمرات ۔۔۔۔قربانی کی ادائیگی ۔۔۔۔کعبۃ اللہ کا طواف ۔۔۔۔حجر اسود کا استلام ۔۔۔۔صفا و مروہ کی سعی ۔۔۔۔سر کا حلق ۔۔۔۔آب زمزم سے سیر ہونا ۔۔۔۔حج میں برگزیدہ ہستیوں کی یادوں کا تازہ کرنا اور ان سے برکات حاصل کر کے اپنے آپ کو پاک کرنا اور آلودگیوں سے بچ کر زندگی گزارنے کا مصمم ارادہ کرنا۔

حج کی فرضیت کے لئے سورہ ال عمران کی آیت نمبر 97 کے کلمات کا واضح و بین ہونا ملاحظہ ہو۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

''اور واجب ہے لوگوں کے لئے کہ وہ اس عظیم گھر کا حج کریں جو اس راہ چلنے کی طاقت رکھتے ہوں''۔

یہاں قرآن کریم نے حج کے فرض ہونے کو بیان کیا اور اس امر کی بھی صراحت فرما دی کہ استطاعت والوں پر ہی اس کو لازم کیا گیا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی چیز حج کو فرض کرتی ہے آپ نے فرمایا۔ ''الزاد والراحلہ'' یعنی توشہ سفر اور سواری۔ ایسا شخص جو استطاعت نہیں رکھتا ۔۔۔۔طاقت نہیں رکھتا ۔۔۔۔آنے جانے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا ۔۔۔۔جن کا خرچ و کفالت اس کے ذمے ہے اس کا اہتمام نہیں کر سکتا ۔۔۔۔سفر میں تندرست نہیں رہ سکتا ۔۔۔۔حج کے ارکان ادا کرنے کی قوت نہیں رکھتا اس کے لئے حج فرض نہیں ہے اور ہاں جو استطاعت رکھتا ہے ۔۔۔۔طاقت رکھتا ہے ۔۔۔۔وسائل بھی رکھتا ہے تو اسے کوئی رخصت نہیں۔ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں۔ چاہے مشرق یا مغرب میں ۔۔۔۔شمال یا جنوب میں ۔۔۔۔نزدیک ہو یا دور ۔۔۔۔پیدل آ سکتا ہو یا سواری پر اس کے لئے آنا ضروری ہے۔ سورہ حج کی آیت 27 نے اسی بات کا اعلان کیا ہے۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق

''اور لوگوں میں حج ادا کرنے کے لئے اعلان فرمائیے وہ آپ کے پاس پا پیادہ اور سبک رفتار اونٹوں پر دور دراز کے راستوں سے حاضر ہو جائیں''۔ (ترجمہ قرآن از علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب)

عمیق کے کلمات دنیا بھر کے مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ ان کو کتنے ہی دور دراز راستوں سے آنا پڑے ان کو آنا ہوگا۔ حرم کی زیارت کے لئے ۔۔۔۔کعبہ سے وارفتگی اختیار کرنے کے لئے ۔۔۔۔حجر اسود کو چوم کر گناہ معاف کروانے کے لئے ۔۔۔۔انبیا کی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے ۔۔۔۔یاتوک کے کلمہ سے یہ بھی پیغام سمجھا جا سکتا ہے کہ مسلمان اسلامی وحدت کو اختیار کریں۔ حرمین میں جمع ہو کر دنیا بھر کو یہ بتا دیں کہ مسلمان دنیا کے کسی خطے میں بھی رہتے ہوں ان کے لئے وحدت کی اس قدر اہمیت ہے کہ وہ قومیت اور وطنیت کے دائروں سے نکل کر اللہ کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ مختلف نسلوں اور ملکوں سے اپنے اپنے علاقائی و ثقافتی لباسوں کو بھی چھوڑ کر ایک ہی لباس کو اختیار کر کے وحدت، یگانگت اور اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ہاں آیت میں ضامر کہہ کر یہ بھی بتا دیا کہ تیز رفتار سواریوں کو اختیار کرو۔ عصر حاضر میں گاڑیاں استعمال کرتے ہوئے ۔۔۔۔ٹرین میں بیٹھتے ہوئے ۔۔۔۔بحری جہاز کو وسیلہ بناتے ہوئے ۔۔۔۔یا ہوائی سفر اختیار کرتے ہوئے ۔۔۔۔سب ہی تیز رفتار میں ان کو اسی زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

حج کی ادائیگی زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اگر کوئی سفر حرمین میں وارفتگی اختیار کرے اور بار ہا مناسک حج کرتا رہے تو یہ اس کا شوق ہے۔ بار بار کرنے میں حج بدل بھی ہو سکتا ہے اور والدین یا اس دنیا سے رخصت ہونے والوں کے ایصال ثواب کو بھی مدنظر رکھا جا سکتا ہے۔ بڑھاپے کو مدنظر رکھتے ہوئے اولاد بھی والدین کی جانب سے حج ادا کر سکتی ہے جیسے ابو رزین عقیلی نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو حج و عمرہ کی طاقت رکھتے ہیں نہ سوار ہونے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''حج عن ابیک واعتمر'' یعنی اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔ لیکن جہاں تک صاحب ثروت لوگوں پر فرض ہونے کا تعلق ہے وہ زندگی میں صرف ایک ہی بار ہے۔ اس کو مسلم شریف کی اس حدیث میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ ﷺ قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال ایھا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوافقال رجل اکل

عام یارسول اللہ ﷺ فسکت حتی قالها ثلاثا فقال رسول الله ﷺ لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم ثم قال ذرونی ماتر کتکم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم واختلافهم على انبيائهم فاذاامرتكم بشی ء فاتو منه مااستطعتم واذانهیتکم عن شیء فدعوه

''حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو تم پر حج فرض ہو گیا۔ پس حج کیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتی کہ اس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے تھے کہ بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء سے اختلاف کرتے تھے لہذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اس کو چھوڑ کرو''۔

اسلام کے احکام میں آسانی ہے۔ انسانی ہمت واستطاعت کو نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ ایک بار حج فرض ہونے میں بھی اس اصول کو سمجھا جا سکتا ہے کہ شریعت کے احکام میں کس قدر آسانی اور رخصت ہے۔ دین میں آسانی کے قاعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے رسول کریم نے خاموشی اختیار فرمائی، حالانکہ نسائی کی روایت کے مطابق آپ سے اقرع ابن حابس نے تین بار پوچھا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے۔ آپ نے پھر بھی کمال شفقت فرماتے ہوئے یہ بھی فرمادیا کہ زیادہ سوال نہ کیا کرو، اس لئے کہ زیادہ سوالات میں مشکل پیدا ہو سکتی ہے اور پھر نوازنے کا یہ بھی انداز، کہ آپ نے فرمایا اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال، تو پھر ہر سال فرض ہو جاتا۔ رسول رحمت ﷺ کی مہربانی۔۔۔ شفقت۔۔۔ عنایت۔۔۔ کرم۔۔۔ نوازش۔۔۔ عطا۔۔۔

انسان ہونے کے ناتے خطاؤں، لغزشوں اور گناہوں سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ انسان کہیں نہ کہیں آلودگیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ نفس اور شیطان کے مکروفریب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حج ایک ایسا خوبصورت تحفہ اور اعزاز ہے کہ جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ توبہ قبول ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے حج کرنے والے کو پیدا ہونے والے بچے کی طرح گناہوں سے پاک قرار دیا۔

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه

''جو اللہ کے لئے حج کرے، فحش کلامی اور فسق نہ کرے، تو وہ ایسا لوٹے گا جیسے ماں نے اسے آج جنا''۔

حج میں فحش کلامی سے، بچنا فسق سے بچنا حج کے قبول ہونے کے لئے ضروری ہے۔ حج جسمانی عبادت بھی ہے اور مالی بھی۔ انسان طویل سفر کرتا ہے اور ایک ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ تھکاوٹ اور وطن سے دوری کی بنا پر وہ کسی سے بدکلامی کر ڈالے یا کسی اور گناہ میں میں مبتلا ہو جائے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان باتوں سے عموماً بھی پرہیز کرنا اور بطور خاص ایام حج میں بچنا ضروری ہے۔ جو حج میں فسق وفجور سے بچ گیا وہ معصوم بچے کی طرح گناہوں سے پاک ہوا، اور جس نے اس انداز میں حج کیا تو اس کا حج مبرور ہوا۔ اور حج مبرور کی جزا جنت۔

حج اور عمرہ دونوں باعث برکت ہیں۔ حج ایک ایسی عبادت ہے جس سے دل نرم ہوتا ہے۔ جب دل نرم ہو جائے تو انسان صدق دل سے توبہ کرتا ہے اور جب کبائر پر توبہ کرے اور وہ بھی حرمین میں تو حرمین کی برکت سے شرف قبولیت نصیب ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ حرم میں آنے والے تو سبھی مسافر ہوتے ہیں، جب انسان سفر میں بھی ہو تو مسافر کی دعا تو بہ جلد قبول ہوتی ہے یقیناً حرم کے مسافر کی توبہ بھی جلد قبول ہوتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ حج سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں اور عمرے سے بھی۔ عمرہ کو حج اصغر بھی کہا جاتا ہے۔ حج وعمرہ دونوں کو ملا کر ادا کرنے سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور تنگدستی بھی دور ہوتی ہے۔ تنگدستی دور ہو اور گناہ معاف ہوں تو اس سے دنیا و آخرت دونوں بہتر ہو جاتے ہیں۔ ترمذی، ابن ماجہ نسائی کے حوالے سے یہ روایت ملاحظہ ہو۔

عن ابن مسعود ؓ قال قال رسول الله ﷺ تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة

''حضرت ابن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج اور عمرہ دونوں ملا کر کرو۔ یہ غربت اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو۔ اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں''۔

صاحب حیثیت پر حج فرض ہے، اس لئے جس پر حج فرض ہو اس کو جلدی ادا کرنا چاہئے۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ من اراد الحج فليعجل جو حج کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ وہ اس کی ادائیگی جلد کرے، اس لئے کہ اگر وہ اس پر قادر نہیں رہتا یا کوئی ایسی رکاوٹ

آجاتی ہے تو حج اس کے ذمے رہتا ہے اور اس عدم ادائیگی کے حوالے سے وعید بھی ہے۔ حضرت ابوامامہ ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو حج سے کوئی ظاہری ضرورت یا ظالم بادشاہ یا شدید بیماری نہ روکے اور پھر بھی وہ حج کئے بغیر فوت ہو جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا چاہے تو عیسائی ہو کر مرے۔ اللہ اکبر! کتنی سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو موت اور آخرت کی ذلتوں سے بچائے اور جن پر حج فرض ہے ان کو اس فریضہ کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حج ادا کرنے والے کو حاجی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع حجاج ہے۔ حجاج اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں اور یہ ,,وفد اللہ،، جو دعا بھی کرے اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے، بلکہ حاجیوں کو ملنا، ان کا استقبال کرنا، ان کو دعا کے لئے کہنا باعث برکت بھی ہے اور ثواب بھی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم حاجی سے ملو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے دعا کے لئے کہو کہ وہ تمھارے لئے مغفرت کی دعا کرے اس لئے کہ وہ تو بخشا ہوا ہے۔

خواتین کے لئے محرم کا ہونا ضروری ہے۔ خواتین کو محرم میسر نہ ہو تو ان پر حج فرض نہیں ہوتا۔ جب ان پر فرض نہیں ہے تو محرم کے بغیر ان کا سفر حج پر روانہ ہونا درست نہیں ہے۔ بلکہ محرم کے بغیر تین دن جو شرعی سفر کی مقدار ہے کرنا گناہ ہے۔ بعض خواتین قافلے کے ساتھ جاتی ہیں یا کسی واقف خواتین کے ساتھ سفر حج کرتی ہیں یا خواتین کا الگ سے گروپ بنا دیا جاتا ہے اگر تو ہر ایک کا محرم موجود ہے پھر تو ٹھیک ہے، محرم نہیں تو ان سب صورتوں میں ان کا سفر کرنا غلط ہے نبی ﷺ نے فرمایا، لا تحجن امراۃ الا ومعھا ذو محرم ، عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔ یہاں واضح طور پر منع کر دیا گیا ہے کہ عورتیں بغیر محرم کے حج مت کریں۔ اب اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ عورتیں اکیلی سفر کریں۔

حج کی عام طور پر تین اقسام بیان کی جاتی ہیں:

افراد۔ تمتع۔ قران۔ حج افراد یہ ہے کہ صرف حج ہی کیا جائے۔ حج تمتع یہ ہے کہ عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دیا جائے اور حج کے لئے پھر سے احرام باندھا جائے۔ تمتع کا لغوی معنی فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ حج قران یہ ہے کہ ایک ہی احرام کے ساتھ عمرہ اور حج ادا کیا جائے۔

حج یا عمرہ کرنے والوں کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ میقات اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے آگے بڑھنے کے لئے احرام کا ہونا ضروری ہے۔ مکہ شریف سے باہر رہنے والا مکہ کسی بھی غرض سے جائے تو میقات کی حدود سے اس کے لئے احرام باندھنا ضروری ہے۔ میقات پانچ ہیں۔ مختلف اطراف سے آنے والوں کو انہی حدود سے آگے بڑھنے کے لئے حالت احرام میں ہونا لازم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ان پانچوں کو بیان فرمایا ہے۔ صاحب مشکوۃ نے بخاری و مسلم کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس ؓ قال وقت رسول اللہ ﷺ لا ھل المدینۃ ذاالحلیفۃ ولاھل الشام الجحفۃ ولاھل نجد قرن المنازل ولاھل الیمن یلملم فھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر اھلھن لمن کان یرید الحج ولعمرۃ فمن کان دونھن فمھلہ من اھلہ وکذاک وکذاک حتی اھل مکۃ یھلون منھا۔

"حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ، اہل نجد کے لئے قرن منازل، اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات بنایا اور یہ میقات ان علاقوں والوں اور جو ان پر سے گزرے ان کے لئے بھی ہیں جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو، پھر جو ان میقاتوں کے اندر رہنے والا ہو اس کا احرام اپنے گھر سے ہے اور اسی طرح مکہ کا رہنے والا بھی اپنے گھر سے ہی احرام باندھے گا"۔

ایک دوسری حدیث میں اہل عراق کے لئے ذات عرق کو میقات بنایا۔ اس طرح پانچ میقات آپ نے مقرر فرما دیئے۔ یہ حدود باہر رہنے والوں کے لئے ہیں۔ ان حدود کے اندر رہنے والوں کی فضیلت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ لیتے ہیں۔

حاجی حرم مکہ میں بھی حاضر ہوتا ہے اور حرم مدینہ میں بھی۔ سورہ نسا کی آیت نمبر 64 واضح کرتی ہے کہ جانوں پر ظلم کرنے والوں کو مصطفےٰ کریم ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش ہی سے معافی ملتی ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضری دینا ایمان کا تقاضا بھی ہے اور شفاعت کا سبب بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا,, جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ ایسے ہی جیسے اس نے زندگی میں میری زیارت کی سعادت پائی۔ ایک اور حدیث میں آپ نے یوں بھی فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

نبی پاک ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ایک ہی حج فرمایا۔ اس موقع پر صحابہ کی کثیر تعداد نے آپ کے ساتھ ہی مناسک حج ادا کئے۔ اس

کی وجہ یہ بھی تھی کہ پہلے ہی اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس سال مصطفے کریم ﷺ حج کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ گرد و نواح سے مسلمانوں نے جان کائنات ﷺ کی قیادت میں حج کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اگرچہ ایک سال پہلے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔ اسی موقع پر سورہ توبہ کی آیات نازل ہوئی جن میں مشرکین سے بیزاری کا اعلان کیا گیا اور ان آیات کو سنانے کے لئے آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی دے کر بھیجا، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ حج ادا کیا۔ آپ یمن سے حاضر ہوئے تھے۔ اسی موقع پر آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے نیت پوچھی کہ کیا نیت کی ہے؟ جناب علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے یہ نیت کی تھی اللھم انی اھل بما اھل بہ رسولك اے اللہ میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا تیرے رسول ﷺ نے احرام باندھا۔ سبحان اللہ! مولا علی کی خوبصورت نیت۔۔۔ الفاظ میں حسن۔۔۔ کلمات میں نور۔۔۔ نیت میں محبت۔۔۔ ارادے میں پیار۔۔۔ اللہ تعالی حیدر کرار کی حسن نیت کا وسیلہ ہماری نیتوں میں بھی حسن پیدا فرمائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے حج کے احوال تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔ اور خصوصاً اس خطبہ کا ذکر بھی کیا جو آپ نے بطن وادی میں اپنی اونٹنی قصواء پر ارشاد فرمایا۔ وہ معروف و مشہور خطبہ مسلم شریف کے حوالے سے ملاحظہ کریں۔

ان دماء کم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ ابن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد فقتلہ ھذیل وربا الجاھلیۃ موضوعۃ واول ربا اضع ربانا عباس ابن عبدالمطلب فانہ موضوع کلہ فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذلك فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ ان اعتصم بہ کتاب اللہ وانتم تسالون عنی فما انتم قائلون قالوا نشھد انك قد بلغت وادیت ونصحت فقال باصبعہ السبابۃ یرفعھا الی السماء وینکتھا الی الناس اللھم اشھد اللھم اشھد ثلاث مرات۔

”رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمھاری جانیں اور تمھارے مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ سنو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔ زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے کے خون ختم ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ وہ بنی سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے تمام سود ختم ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ ان کا تمام سود ختم کر دیا گیا ہے۔ تم لوگ عورتوں کے بارے اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالی کی امان میں لیا ہے۔ تم نے اللہ تعالی کے کلمہ یعنی نکاح سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمھیں ناپسند اور ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو، میں تمھارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اور وہ کتاب اللہ ہے، تم لوگوں سے قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالی کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا اور آپ نے امت کی بھلائی فرمائی۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا اے اللہ گواہ ہو جا“۔

اے اللہ حج بیت اللہ کی برکتیں نصیب فرما اور خطبہ حج کے پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔

☆☆☆

# ابلیس کے مظاہر اور اس کے فریب

عبدالکریم ابن ابراہیم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد امین عباسی (مترجم)

ابلیس کے مظاہر اور اس کے طرح طرح کے رنگ بدلنے اور اس کے ان مکاید اور حیلوں کو جن کے ذریعے سے وہ انسانوں کے دلوں پر قبضہ کر لیتا ہے اور اس کے چیلوں، اس کی اولاد اس کے سوار اور پیادوں کے گروہ کا بیان یوں ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے:

**واجلب علیهم بخیلك و رجلك وشارکهم فی الاموال والاولاد و عدهم وما یعدهم الشیطان الا غرورا۔**

(بنی اسرائیل:۶۴)

''اور اپنے سوار و پیادوں سے ان کو لتاڑ ڈالو اور ان کے مال اور اولاد میں ان کے شریک ہو جاؤ اور ان سے وعدے کرو اور شیطان کا ان سے وعدہ دھوکا ہی ہے''۔

جاننا چاہئے کہ ابلیس انسانوں کو دھوکا دینے کے لئے مختلف صورتوں اور طرح طرح کی شکلوں میں ان کے پاس آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزاسمہ کے پاک ناموں کی تعداد ننانوے ہے اسی کے مقابل ابلیس کے بھی ننانوے۔۹۹۔ مظاہر ہیں۔ ان مظاہر میں انسانوں کو جن جن چالاکیوں اور فریبوں سے کام لیتا ہے۔ وہ بے شمار ہیں۔ ان سب کو بالتفصیل بیان کرنے میں بڑی طوالت ہے لہٰذا میں اس کے صرف سات مظاہر کو لکھتا ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں میں صرف سات ہی نام اصل سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح ابلیس کے بھی ننانوے مظاہر میں سے صرف سات مظاہر اصل ہیں وہ یہ ہیں:

پہلا مظہر دنیا اور جن سے دنیا کا نظام قائم ہے۔ یعنی ستارے اور عناصر وغیرہ یہاں یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ابلیس کا یہ مظہر کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ بیشتر ہر گروہ کے سامنے اسی فریب کے ساتھ آتا ہے جس کو ہم بتائیں گے جب ابلیس کسی فرقے کو دھوکا دیتا ہے اور جس بھیس میں وہ پیش آتا ہے اسی پر اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ اس میں بھی وہ طرح طرح کے فریبوں اور دھوکے بازیوں سے کام لیتا ہے، جن سے وہ ان کے عقول پر غلبہ کر لیتا ہے اور اس طرح ان پر چھا جاتا ہے کہ پھر ان پر ہدایت کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ معمولی سمجھ کو بھی کام میں نہیں لا سکتے۔ میں ان تمام فرقوں کا جو شیطان کے دام میں پھنستے ہیں ذکر نہیں کرتا بلکہ اسی گروہ کو بیان کرتا ہوں جو عام طور پر دیکھے جاتے ہیں اور عام طور پر لوگ ان سے واقف ہیں۔ اسی پر بقیہ گروہ کو جن کا میں ذکر نہیں کرتا قیاس کر لینا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ اس گروہ کے ساتھ جو فریب اور دھوکے بازی کرتا ہے ویسی ہی حیلہ سازی اور مکر دوسرے بقیہ گروہ کے ساتھ بھی کرتا ہے۔

ان مشرکین سے جن کا دنیا سے اور ان چیزوں سے جن پر نظام عالم قائم ہے۔ جیسے عناصر اربعہ ستارے، چاند، سورج، افلاک زمین کے مختلف حصوں کی آب و ہوا اور ان کے اثرجہ انسانیہ وحیوانیہ پر اثرات، فضائے آسمانی کی موجودات جیسے بجلی، شہاب ثاقب وغیرہ جن کو خدا نے انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ عزاسمہ فرماتا ہے:

**و سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا** (الجاثیہ:۱۳)

''اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے سب کو تمہارے تابع کر دیا ہے''۔

ابلیس اس طرح پیش آتا ہے کہ ان سے کہتا ہے کہ اس عالم کا نظم و نسق اور تمام موجودات عالم کو جو کچھ بھلائی یا برائی نفع یا نقصان پہنچتا ہے۔ ابلیس اپنے اس قول کے ثبوت میں مشرکین کو ستاروں کے اسرار عناصر اربعہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کی عجیب و غریب قوتوں کو بتاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کی خدمت کے لئے اس کے مناسب زبردست، عجیب و غریب طاقت بھی دے گا ورنہ وہ اس خدمت مفوضہ کے کیسے انجام دے سکتے ہیں۔ ابلیس کے اس نامعقول فریب میں آ کر مشرکین آسمانوں، ستاروں چاند، سورج کے مجسمے بنا کر پوجنے لگتے ہیں۔ آگ، پانی، ہوا اور مٹی کی پرستش کرتے ہیں۔ جب ابلیس ان کو سورج کی گرمی کے اسرار بتاتا ہے کہ کس طرح سورج اپنی گرمی سے انسان، حیوانات، نباتات کی پرورش کرتا ہے اور اس کی مختلف گردشوں سے برسات، جاڑا، گرمی کے فصول پیدا ہوتے ہیں اور ان کی تاثیرات جو تمام موجودات پر مترتب ہوتے ہیں ان کو بتاتا ہے تو ان کے دلوں میں ان کا ذرا ہونا جن کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور یہ قوتیں دی ہیں جما دیتا ہے۔ جب ان کے دلوں میں ان کا خالق ہونا بیٹھ جاتا ہے تو ان کو بہائم کی طرح مطلق العنان چھوڑ دیتا ہے، پھر ان کو سوائے کھانے پینے اور اپنی لذت کی فراہمی کے اور کوئی فکر باقی نہیں رہتی۔ مرنے کے بعد جزا و سزا پر ایمان نہیں رہتا۔ ان لذائذ کے حصول میں جائز و ناجائز کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ ظلمت طبیعت کے دریا میں غوطے کھاتا رہتا ہے اور زمین میں فسادات پھیلتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان فسادات کو روکنے کے لئے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن بیکار جب خدا ہی پر ایمان نہ رہا تو انبیاء علیہم السلام کی ہدایات پر عمل کیونکر ہو، پھر ہمیشہ اسی ضلالت اور گمراہی میں ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔

اسی طرح وہ معتقدین عناصر سے کہتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جسم جوہر سے مرکب ہے اور جوہر حرارت برودت ویبوست اور رطوبت سے مرکب ہے یہ عناصر مادہ عالم ہیں جن سے عالم کا وجود ہے عالم کی تمام چیزیں انہیں عناصر سے موجود ہیں یہ عناصر خدا ہیں جو باعث وجود عالم ہیں ہمیشہ اسی طرح تھے ہمیشہ اسی طرح رہیں گے یہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح آگ کو پوجا کرنے والوں سے کہتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ وجود کی دو قسمیں ہیں: ایک ظلمت دوسرے نور ظلمت ایک خدا ہے جس کو اہرمن کہتے ہیں۔ دوسرا نور دوسرا خدا ہے جس کو یزداں کہتے ہیں۔ آگ ہی نور کی اصل ہے اسی سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اس عقیدہ کے دل میں راسخ ہو جانے سے آگ کی پوجا ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام مشرکین کو فریب دیتا ہے اور یہ اپنی جگہ پر لگتی ہوئی بات ہونے کی وجہ سے باور کر لیتے ہیں اور اس فریب کی یہ لوگ ناواقفیت کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے اور اسی کو راہ راست اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں جو بالکل فریب اور دھوکا ہے۔

دوسرا مظہر طبیعہ (nature) شہوات ولذات ہیں۔ اس راستہ سے وہ عام مسلمانوں کے سامنے آتا ہے۔ اس طرح کہ پہلے ان کو امور شہوانیہ پر فریفتگی اور لذات حیوانیہ کی رغبت دلاتا ہے۔ یہ دونوں ظلمت طبیعت کی پیداوار ہیں اس لئے کہ انسان کی جنس حیوان ہے۔ حیوان کے انواع میں گھوڑا، ہاتھی، گائے، بکری، شیر وغیرہ بہائم ہیں۔ انہیں انواع میں انسان بھی ہے لہٰذا حیوان کے جو خواص ہیں۔ وہ انسان میں بھی پائے جائیں گے۔ حیوان کا خاصہ امور شہوانیہ اور مرغوبات نفسانیہ کے تحصیل میں انہماک ہے اس لئے یہ خاصہ حیوانیہ ہر نوع حیوان میں بوجہ اشتراک جنسیت کے لزوماً پایا جائے گا۔ جس طرح ہر نوع کے مخصوص حقائق ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسری نوع سے علیحدہ سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً بکری کی مخصوص حقیقتیں ہیں جن سے وہ ہاتھی سے جداگانہ ہستی رکھتی ہے، ہاتھی میں اس کا شمار نہیں ہوتا، اسی طرح انسان کی بھی مخصوص حالت ہے جس سے وہ تمام دوسرے انواع سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ جوہر نطق ہے جس کے ذریعہ سے وہ بھلے برے کا امتیاز کرتا ہے اور اسی قوت سے وہ نتائج اعمال پر ذکر کر کے برائی سے بچتا ہے اور بھلائی کو اختیار کرتا ہے جب یہ قوت نطق غالب ہوتی ہے تو خواص جنسی حیوانی سے مغلوب ہو کر دب جاتی ہے۔ تو پھر بھلائی برائی خیر وشر کا امتیاز باقی نہیں رہتا اور قوت فکری جس سے انسان نتائج اعمال کو سوچ سکے غائب ہو جاتی ہے اور لذائذ نفسانیہ اور حظائذ شہوانیہ کی طرف رغبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ کسی برائی کو جس کے جانب اس کی رغبت ہے برائی نہیں سمجھتا اور اس کو کرنے میں اسے کوئی جھجھک نہیں ہوتی اس حالت میں اگرچہ جسے نطق کی وجہ سے شکل انسان کہا جاتا ہے لیکن اس جوہر اشرف کے مفلوج ہو جانے سے حقیقتاً اس کا عقلا کے نزدیک بہائم میں شمار ہوتا ہے اور درجہ انسانیت سے جو برترین درجہ مخلوقات ہے، گر جاتا ہے چنانچہ شراب کو عربی میں خمر کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی لغت میں چھپانا ہے اسی لفظ سے خمار بنا ہے۔ جس کے معنی پردہ دوپٹہ جس سے عورتیں اپنا جسم وچہرہ چھپاتی ہیں۔ اس کے پینے سے عقل پر جو جوہر انسانیت ہے پردہ پڑ جاتا ہے اور جب اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ انسان کا جو اشرف مخلوقات ہے افضل مخلوقات میں شمار ہوتا ہے۔ کیونکہ عقل جس کی وجہ سے انسان انسان کہا جاتا ہے۔ غائب ہو جاتی ہے۔

جب یہ رغبت دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے تو لوگ ان مرغوبات کے درپے حصول ہو کر چشم عقل کی بینائی کھو بیٹھتے ہیں اور عقل کے اندھے ہو جاتے ہیں۔ اب ابلیس کو موقع مل جاتا ہے اور ایسے اندھوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دیتا ہے کہ سب دنیاوی چیزیں ہیں ان کا حصول دنیاوی ذرائع سے ہی ہو سکتا ہے، پھر تو دنیادار ان لذائذ میں اس طرح منہمک ہو جاتا ہے کہ سوائے امور دنیاوی کے اور کسی چیز کی طلب ان کے دلوں میں باقی نہیں رہ جاتی۔

امور آخرت، ثواب وعقاب کے تخیل سے ان کو نفرت ہو جاتی کیونکہ اس تخیل سے ان لذائذ کا نشہ کرکرا ہو جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے ان لذائذ میں بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو یہ دنیادار گوارا نہیں کرتے۔ اس وجہ سے ثواب وعقاب کے خیال کو دل میں آنے ہی نہیں دیتے۔

جب وہ ابلیس کے اس جادو سے مسحور ہو جاتے ہیں اور اس کا نقش ان کے دل میں جم جاتا ہے تو ابلیس ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور یہ لوگ ہمہ تن اس کے پیرو ہو جاتے ہیں وہ ان کو جو حکم دیتا ہے اس کو یہ لوگ بسر وچشم بجالاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اگر ان کو کفر کا حکم دیتا ہے تو یہ لوگ کفر سے دریغ نہیں کرتے۔ اب ابلیس کو موقع مل جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں شک وشبہات پیدا کرے پھر تو ان کے دلوں میں شک وشبہات کا ایک طوفان بپا ہوتا ہے اور شک وشبہات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ امور آخرت، احوال معاد اور جنت ودوزخ میں جن کی باری تعالیٰ عز اسمہ نے خبر دی ہے۔ جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ شک کرنے لگتے ہیں۔ آخر کار ان کو ملحد بنا دیتا ہے۔ تیسرا مظہر اعمال صالحین ہیں۔ اعمال صالحین میں اس کے ظہور کی صورت یہ ہے کہ ابلیس صالحین کے مجاہدات، اعمال و بر وتقویٰ کو زینت دیکر آراستہ صورت میں ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور ان کے انہیں اعمال سے ان کو اس طرح فریب دیتا ہے کہ ان کے نفوس میں ان مجاہدات واعمال بر وتقویٰ سے تفاخر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اس فریب اور دھوکے میں آجاتے ہیں اور اپنے اعمال صالحہ سے ان میں تفاخر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے تو ان پر ہدایت کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ کسی بزرگ یا عالم کی ہدایت نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں

رہتی۔ اپنے کو خدا رسیدہ، مستجاب الدعوات مقبول بارگاہ ایزدی سمجھنے لگتے ہیں۔

جب ابلیس کا یہ جادو ان پر اثر کر جاتا ہے اور وہ بالکل مسحور ہو جاتے ہیں تو ان سے کہتا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص تمہارے تقویٰ اور ریاضات و مجاہدات کا دسواں حصہ بھی کرے تو اس کے لئے کافی ہو اور مقبول بارگاہ ایزدی ہو جائے اور تمہارے اعمال کے عشر و عشیر سے اس کی نجات میں کمی کر کے راحت و آرام طلبی میں زیادتی کر دیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مقبول خدا اور سب سے بزرگ اور دوسروں کو اپنے سے کمتر اور مردود بارگاہ ایزدی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور دوسروں میں طرح طرح کے عیوب دکھاتے ہیں اور مقابلۃً اپنی برتری کو ذہنشین کرانے کے لئے ہم عصر صلحاء اور علماء کی غیبت پر اتر آتے ہیں۔ پھر تو ان کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے کسی معصیت کے ارتکاب میں ان کو کوئی جھجک نہیں ہوتی اور نہ کوئی معصیت ان کے نزدیک معصیت رہ جاتی ہے۔ اب ابلیس ان سے یہ کہتا ہے کہ تم تو مقبول بارگاہ ایزدی ہو چکے تو جو چاہو کرو اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تو خود بڈھوں سے شرماتا ہے (حدیث)۔ اللہ کریم ہے، کریم تو کبھی اپنے حق کا مطالبہ نہیں کرتا۔ کریم کے معنی ہی درگزر کرنے والا ہے اسی قسم کے فریب و حیلوں سے وہ کام لیتا ہے اور انجام کار ان کو ان کے اعمال صالحہ سے روک دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ نیکوکاری چھوڑ کر بدکاریوں میں ہمہ تن مشغول ہو جاتے ہیں۔

چوتھا مظہر نیات اور مسابقت اعمال ہے۔ ابلیس اس راستے سے آتا ہے اور ان کی نیتوں میں فتور پیدا کرتا ہے، جس سے ان کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو لوگ محض رضائے الٰہی عزاسمہ کے لئے ریاضات و مجاہدات کرتے ہیں ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ تم خوب نیکی کر دتا کہ تم کو دیکھ کر لوگ تمہاری پیروی کریں اور لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ فلاں شخص نے اس طرح نیک کام کئے تو لوگ ان کے معتقد ہو گئے اور رفتہ رفتہ معتقدین کی جماعت بن گئی۔ اور ایک بڑی جمعیت ان کی پیرو ہو گئی۔ اگر وہ تلاوت قرآن پاک کا عادی اور روزانہ بلا ناغہ قرآن پاک پڑھتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ تم حج کیوں نہیں کرتے کہ تم کو حج کا ثواب بھی مل جائے اس وسوسہ میں پڑ کر وہ حج کے لئے روانہ ہو جاتا ہے اور حسب معمول راہ میں تلاوت قرآن پاک کرتا ہے تو ان سے کہتا ہے کہ اس وقت تم مسافر ہو تمہارے لئے قرآن پاک کی تلاوت چنداں ضروری نہیں ہے جب کہ نماز فرض میں بھی قصر کا حکم ہے تو تلاوت کا تو اس سے کم مرتبہ ہے۔ اس وسوسہ سے متاثر ہو کر وہ قرآن پاک کی تلاوت چھوڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے فرائض بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کار خیر کی رغبت دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کار خیر اس سے افضل ہے یہ سمجھ کر مشغول ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اس کار خیر میں رخنہ ڈال دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں چھوٹ جاتے ہیں۔

پانچوں مظہر علم ہے اس راہ سے علما کے سامنے آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کو ان کے علم کے ذریعہ سے دھوکا دینا ابلیس کے لئے سب سے زیادہ آسان ہے ابلیس کا قول ہے کہ ایک ہزار عالم کو دھوکا دینا میرے نزدیک ایک ایک قوی الایمان امی (ناخواندہ) کو دھوکہ دینے سے بہت زیادہ آسان ہے، کیونکہ ایک قوی الایمان امی پر اس کا بس نہیں چلتا۔ البتہ ان کو دھوکا دینا بذریعہ انہیں علماء کے جن سے ان کو مذہباً عقیدت ہے آسان ہوتا ہے اور برابر ہوا کرتا ہے۔

علماء کو انہیں کے معلومات اور مسلمات کے ذریعہ سے جن کو وہ تسلیم کر چکے ہیں، دھوکا دیتا ہے اور آخر میں انہیں کو عامۃ المسلمین کو دھوکا دینے کے لئے اپنا آلہ کار بناتا ہے اور اس کا یہ نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ علماء کو دھوکا دینے میں ان کے فطری میلان طبع سے کام لیتا ہے۔ جس عالم کو جس ہوا و ہوس میں مبتلا پاتا ہے اسی راہ سے اس کے سامنے آتا ہے اور اس کو اس کے حصول کے جائز یا ناجائز طریقے سکھاتا ہے۔ اور اس کی تدابیر سوجھاتا ہے۔ مثلاً اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس عالم میں شہوت نفسانیہ کی فطرتاً زیادتی دیکھتا ہے اور اسمیں اس جہت سے اخلاقی کمزوری پاتا ہے تو ان سے کہتا ہے کہ اگر وہ حنفی المذہب ہے کہ فلاں عورت بہت خوب صورت ہے حسن دلفریب رکھتی ہے نازک اندام ہے اس سے مذہب داؤد پر شادی کرا لو اور اگر وہ شافعی المذہب ہے تو اس سے ابلیس کہتا ہے کہ اس سے مذہب حنفی پر بغیر اجازت ولی کے شادی کر لو (مذہب شافعی میں بغیر اجازت ولی کے نکاح جائز نہیں اگرچہ عورت عاقلہ بالغہ ہی کیوں نہ ہو) جب وہ شادی کر لیتا ہے اور عورت نان و نفقہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ تو ابلیس اس کو اس سے جان بچانے کے لئے سکھاتا ہے کہ عورت سے حلف لے کر کہو کہ میں تجھ کو یہ دوں گا اور یہ دوں گا، اس طرح اس طرح خوش کروں گا۔ اس طرح حلفیہ جھوٹے وعدے کر کے اس وقت اس کو راضی کر لو، کیونکہ شریعت میں بی بی کو راضی کرنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اس طرح جب کچھ دن اس کے ساتھ عیش و عشرت میں گزر گئے اور عورت نے یہ سمجھ لیا کہ مرد کے یہ وعدے جھوٹے تھے تو وہ عدالت میں مرد پر نان و نفقہ کا دعویٰ دائر کرتی ہے تو ابلیس اس کو سکھاتا ہے کہ تم عدالت میں کہو کہ یہ تو میری بی بی ہی نہیں ہے۔ میں تو شافعی ہوں میرے مذہب میں بغیر اجازت ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہے۔ میں اس سے نکاح کیونکر کر سکتا ہوں لہٰذا اس کا دعویٰ باطل ہے۔ اس طرح ادائے

نان ونفقہ سے جان بچ جاتی ہے اس سے تمتع بھی رہا اور نان ونفقہ بھی دینا نہ پڑا اور شریعت بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔ (کبھی ان سے کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بی بی کو کسی شکر رنجی سے طلاق بائن دے دے اور پھر نادم ہو کر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو تم اپنے کو حلالہ کے لئے پیش کرو اور مرد سے سودا کر لو اور اس عورت سے ہفتہ یا دو ہفتہ کے لئے بغیر اظہار مدت کے نکاح کر لو اور اس مدت کو اپنے ہی ذہن میں رکھو۔ (نکاح موقت اہل سنت والجماعۃ میں جائز نہیں) اس مدت میں اگر وہ عورت پسند خاطر ہو تو اسکے ساتھ عیش کرو اور اگر ناپسند ہو تو اس مدت کے بعد اس کو طلاق دے دو اور مرد سے اس کی رقم مہر و نان ونفقہ و مصارف ایام عدت مع نفع طے کر لو۔ عورت کو واجبی رقوم ادا کر دو اور نفع اپنے جیب میں رکھو۔ اس طرح کے کاروبار کی ایک دوکان کھول دو پھر تو بلا کسی خرچ کے تعیش کا پورا سامان مہیا ہے۔ تم کو شرعی الزام اور بدنامی سے نجات بھی ہو گی اور بلا خرچ تعیش و ہوس رانی احکام شرعیہ ظاہر پر جاری ہوتے ہیں اس کے کاروبار میں کوئی بات خلاف شرع نہیں۔

پھر جس عالم میں مال و دولت کی طمع دیکھتا ہے تو ابلیس ان کے سامنے اس طرح پیش آتا ہے کہ ان سے کہتا ہے کہ اپنے علم و زبان آوری اور تصانیف رسائل کے پروپیگنڈے سے اپنے معتقدین اور مریدین کی تعداد بڑھاؤ، ان میں سے ہر ایک سے یا تو ہدیہ و تحفہ کے نام سے روپے وصول کرو، اس صورت میں تمہاری فراوانی دولت کا انحصار تمہارے معتقدین اور مریدین کی کثرت تعداد پر ہوگا۔ مریدین و معتقدین کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر تمہاری آمدنی زیادہ ہوگی اگر کوئی سرپھرا یہ اعتراض کرے کہ روپیہ تو ہدیہ اور تحفہ کی صلاحیت نہیں رکھتا روپیہ ذریعہ تبادل اشیاء ہے یا کسی خدمت کا معاوضہ ہے یا کسی کام کی اجرت، لہٰذا تم جو یہ روپیہ وصول کرتے ہو وہ کس خدمت یا کسی کام کا معاوضہ ہے یا کسی چیز کی اجرت ہے۔ تم اس کا جواب دو کہ بھئی ہم بال بچے والے آدمی ٹھہرے جب ہم نے اپنے کو خلقت کی وعظ و نصیحت کے لئے وقف کر دیا تو ہمارا کام کیسے چلے ہم تو مولوی ہیں محنت مزدوری یا کوئی پیشہ کر نہیں سکتے اس لئے اصحاب دولت کا فرض ہے کہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے اخراجات کی کفالت کریں تا کہ ہم فراغت بال سے وعظ و نصائح میں مشغول رہیں یا کوئی خانقاہ مریدین کے قیام کے لئے یا طلبہ کی تعلیم کے لئے کوئی مدرسہ کھول دو جس میں دل کھول کر خوب چندے وصول کرو بلا کسی محاسبہ کے خطرے کے، پھر جس عالم میں حب جاہ و نام و نمود اور حکومت میں دخیل ہونے کی ہوس دیکھتا ہے ان سے ابلیس کہتا ہے تو تم اپنی ایک جماعت کسی مخصوص اصلاح قومی کے نام سے تیار کرو یا کوئی نیا مذہب ایسا ایجاد کرو جس کی بنیاد ایسے اصول و قضایا پر ہو جو عوام کی نگاہوں میں بہت خوش آئند ہوں، لیکن خواص او اہل نظر کے نزدیک اگرچہ سفسطہ اور مغالطہ ہی کیوں نہ ہو۔ عام نگاہیں اس حد تک نہیں پہنچتیں جہاں سفسطہ یا مغالطہ کا چور گھسا ہوا ہے لہٰذا اس طرح اپنے رسائل اور تحریرات کے ذریعہ اپنے معتقدین اور مریدین کی جماعت بڑھاؤ۔ تمہارے معتقدین اور مریدین کا گروہ جس قدر بڑا ہوگا اسی قدر تمہارا رسوخ گورنمنٹ میں زیادہ ہوگا لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تم میں اتنی سوجھ بوجھ ہو کہ تم اپنے مشن (مبہم) کے موافق آیات قرآنی کی تفسیر آیات بیان کرو گے اگر وہ جمہور مفسرین کے خلاف ہوگی جن کی بنیاد احادیث پر ہے تو تمہارا مشن کامیاب نہ ہوگا۔ اور تمہارا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

چھٹا مظہر عادات اور آرام طلبی ہے۔ اس راستہ سے ابلیس حق کے سچے طلب گاروں پر ظاہر ہوتا ہے اور ان کو ان عادات کی طرف لے جاتا ہے جو ظلمت فطرت سے پیدا ہوتی ہیں اور ان کو مختلف حیلوں اور فریبوں سے آرام طلبی تعیش اور تنعم کی طرف کھینچتا ہے، یہاں تک کہ ان میں طلب حق کی ہمت اور ذوق شوق عبادت باقی نہیں رہتا جب طلب حق کی ہمت اور عبادت کی طرف رغبت جاتی رہتی ہے تو وہ اپنی فطرت اور طبعیت حیوانیہ کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ شر، بدی اور فساد کا جزو جو خاصہ طبیعہ ظلمانیہ ہے غالب ہوتا ہے جو شخص اتباع شریعت اور ریاضات و پیروی سنت نبویہ ﷺ سے ہی دب سکتا ہے لہٰذا طلبگاران حق کے لئے آرام طلبی اور عادات حیوانیہ سے جو خواص فطرت حیوانیہ سے ہے کوئی چیز زیادہ خوفناک نہیں ہے۔

ساتواں مظہر علوم الٰہیہ یعنی وہ علوم و معارف جن کا تعلق روحانیت سے ہے جیسے معرفت، تصوف، طریقت وغیرہ اس راہ سے ابلیس صدیقین عظام، اولیائے کرام اور عارفین ذوی الاحترام کے پاس آتا ہے بجز ان مقدس ہستیوں کے جن کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ مقربین بارگاہ ایزدی کے گرد تو وہ پھٹک ہی نہیں سکتا۔

سب سے پہلے وہ متصوفین اور اہل معرفت کے سامنے مسئلہ وحدت الوجود جو مسلمہ متصوفین ہے اور سب سے زیادہ محل لغزش اقدام ہے لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا ذات باری تعالیٰ عز اسمہ عین وجود نہیں ہے۔ یعنی ذات باری تعالیٰ ہی ہستی ہے اس کی ذات کے سوا کوئی دوسری ہستی نہیں ہے یہ ہستی جس چیز میں پائی جاتی ہے یعنی جو چیز موجود ہے وہ خدا ہی ہے کیونکہ خدا اور ہستی ایک ہی چیزیں ہیں صرف کہنے میں دو کہی جاتی ہیں۔ تمام عالم تو مجموعی طور پر خدا ہے یا ایک خدا ہے جو عالم کی تمام غیر متناہی چیزوں کی صورتوں میں نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر مان لیا جائے کہ گرمی خود آگ ہے یعنی جس چیز میں گرمی پائی جاتی ہے وہ آگ ہے جیسے گرم پانی میں گرمی پائی جاتی ہے تو یہ گرم پانی آگ ہے تب وہ اس مسلمہ اصول کے مطابق جواب دے گا کہ "ہاں" تو ان سے ابلیس کہے گا کہ جب تو تسلیم کر چکے کہ تمہاری ہستی اور تمہارا وجود خود ذات باری

تعالیٰ عزاسمہ ہے تو پھر تم ان اعمال شاقہ سے کیوں تکلیف اٹھاتے ہو اور یہ مصائب کیوں جھیلتے ہو۔ جو یہ مقلدین یعنی بارگاہ ایزدی عامیانہ تقلید سے اٹھاتے ہیں۔ جب تمہاری ہستی جس سے تم موجود ہو عین ذات باری تعالیٰ ہے تو تم حقیقتاً عین حق ہو، ہستی تو ایک ہی ہے اسی سے ہر چیز کا وجود ہے اور ہر چیز اسی ہستی سے ہے فرق صرف اعتباری اضافی ہے یعنی زید کی ہستی، عمرو کی ہستی، گھوڑے کی ہستی اور درخت کی ہستی وغیرہ۔ جب وہ اس فریب میں آجاتے ہیں تب ان سے ابلیس کہتا ہے کہ تم جو چاہو کرو تمہاری حقیقت تو عین خدا ہے یعنی تمہیں خدا ہو (العیاذ باللہ) وھو لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون (خدا کو اپنے فعل کی جواب دہی نہیں ہے لوگوں کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔) لہٰذا اس فرمان خداوندی کے مطابق تم جو کچھ کروگے تم کو اس کی جوابدہی نہیں ہے۔ یہ لوگ اس کو مان کر زنا، چوری، شراب خوری، حصول مطلب میں کسی معصیت سے گریز نہیں کرتے۔ اس طرح رفتہ رفتہ وہ ملحد و بے دین ہو کر اسلام وایمان کے حدود سے باہر ہو جاتے ہیں۔ پھر تو ان میں کوئی اتحاد (خالق ومخلوق کا ایک ہونا) کا قائل ہو جاتا ہے اور کوئی حلول (انبیاء اور خدا کا انسان میں پیوست ہو جانا) کا معتقد ہو جاتا ہے۔ جب ان پر شرعی داروگیر ہوتی ہے اور ان پر بیدینی اور الحاد کا فرد جرم لگا کر ان کو تعزیر کے لئے طلب کیا جاتا ہے تو ابلیس ان کو سکھاتا ہے کہ وہ اس جرم سے قطعاً انکار نہ کریں اور اپنی ذات کو مجرم قرار نہ دیں بلکہ یہ کہیں کہ میں تو اس فعل کا فاعل ہی نہیں ہوں، جب میری ہستی عین ذات باری تعالیٰ عزاسمہ ہے تو میرا کوئی فعل میرا نہیں ہے بلکہ اس کا فاعل خدا ہے، پھر جب حلف پیش کیا جائے تو ابلیس کہتا ہے کہ حلف پیش کرنے والے کی نیت پر حلف ہوتا ہے۔ حلف پیش کرنے والا تم کو انسان سمجھ کر حلف رکھتا ہے تم تو جیسا کہ تم کو عوام الناس ظاہر میں انسان سمجھتے ہیں لیکن وحدت وجود کی بنیاد پر تم انسان ہی نہیں ہو عین حق ہو ابلیس کی اس لگتی ہوئی بات کو مان کر وہ حلف کاذب لے لیتا ہے اور اپنے فعل وقول سے قطعاً انکار کرتا ہے۔ کوئی ان میں سے حلول کے عقیدے کی بنیاد پر انا الحق (میں ہی خدا ہوں) کہتا ہے اور لوگوں کو ہدایت کرتا ہے کہ میں نے تمام حرام چیزوں کو تمہارے لئے حلال کر دیا تم لوگ جو چاہو کرو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر عبادت گزار اور سالک جادۂ حقیقی پر گامزن ہے اور وہ شیطان کے فریب سے بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ رہتا ہے لیکن اگر وہ مار کر بیٹھے تو اتنا سب کچھ ضائع کر بیٹھتا ہے۔

لیکن ایسے فریبوں میں صرف وہی لوگ آتے ہیں جن کو اصول معرفت، حقیقت تصوف اور قواعد شریعت سے واقفیت نہیں ہے، ورنہ اس طرح کے وجد وحال سالک کو بیشتر طریقت کی راہ میں پیش آتے ہیں جو ہر ایک اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے بشرطیکہ شیطانی نہ ہو جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ چنانچہ جن لوگوں کو اصول معرفت کا علم ہے ان پر یہ امور پوشیدہ نہیں ہیں۔ اصول، کاشفات، مرتبہ فنافی اللہ مرتبہ فنافی الشیخ اور اس طرح کے دوسرے اسرار جو اہل وجد وحال پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان کے علامات مقرر ہیں جن کو اہل حق اور صاحب وجد ہی سمجھتے ہیں لیکن جو اس راہ سے ناآشنا ہے نہیں جان سکتے۔

مثلاً اہل نجوم کواکب وسیاروں کے خاص خاص برجوں میں اجتماع سے جو آثار زمین اور موجودات ارضیہ پر مترتب ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر پیشین گوئی کرتے ہیں اکثر و بیشتر صحیح ہوتی ہے اگر ان کا حساب صحیح ہے جو لوگ اس فن سے ناواقف ہیں وہ اس کو صحیح تسلیم نہیں کرتے یا متعجب ہوتے ہیں جیسا کہ سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کسی صحرا میں تھے آپ نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اے عبدالقادر میں خدا ہوں میں نے تمہارے لئے تمام حرام چیزوں کو حلال کر دیا اب تم جو چاہو کرو"۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے تو شیطان ہے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیسے سمجھا کہ یہ شیطان ہے آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انہ یامر بالفحشاء والمنکر" شیطان بدکاری اور ناپسندیدہ بات کا حکم دیتا ہے"۔ اس ملعون نے مجھے بدکاری کا حکم دیا تو میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان ہے مجھے دھوکہ دیتا ہے۔ ایسے ہی واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہ ایسی منزل ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ابتدا میں خود مجھ پر ایسے ہی واقعات گذرے ہیں لیکن خدا نے بہ برکت سیدی شیخ استاذ الدین سید الیاالتحقیق میرے والد شیخ اسماعیل بن ابراہیم الجبرتی نے مجھے بچایا۔

ابلیس کے انواع واقسام کے مظاہر اور اس کے گوناگوں بھیس بدلنے کا اتنا بیان کافی ہے ورنہ ان سات مظاہر میں سے ایک ہی مظہر میں اس کے تمام فریبوں کا اور اس کے مختلف شکلوں میں پیش آنے کا اگر تفصیل ذکر کیا جائے تو اس کے لئے کئی جلدیں درکار ہیں۔ مثلاً جس طرح وہ اعلیٰ طبقات عارفین سے پیش آتا ہے ادنیٰ طبقہ والوں کا ذکر ہی کیا ہے اس کے اختیار میں ہے کہ وہ ادنیٰ طبقہ والوں کے سامنے انہیں اشکال اور بھیس میں آئے جن صورتوں اور روپوں میں اعلیٰ طبقہ والوں کے سامنے آتا ہے۔ اسی بھیس میں اعلیٰ طبقہ والوں کے سامنے نہیں آتا۔ چنانچہ بعض عارفین کے سامنے کبھی بحیثیت اسم الٰہی کے آتا ہے اور کبھی صفات الٰہیہ کے روپ میں، کبھی بحیثیت ذات کبھی بحیثیت عرش کبھی بحیثیت کرسی کبھی لوح کے بھیس میں کبھی قلم کے روپ کبھی عما کی شکل میں اور کبھی بحیثیت الوہیت ان صورتوں میں جو اعلیٰ ترین ہیں اس کو پہچان لینا ہر

ولی کا کام نہیں ہے بلکہ مخصوص عارفین ہیں جو ابلیس کو اس کی ان صورتوں میں پہچان لیتے ہیں۔ ورنہ بیشتر دھوکا کھاتے ہیں۔ اور مرتبہ اعلیٰ سے گر کر ذلیل ترین درجہ میں پہنچ جاتے ہیں اگر کسی ولی کو اللہ تعالیٰ نے مدد دی اور ابلیس کو اسی بھیس میں جس میں وہ اس ولی کو دھوکا دینا چاہتا ہے پہچان لیا تو وہی روپ اور بھیس اور وہی فریب اس ولی کی ہدایت کا بہترین سبب بن جاتا ہے اور وہی فریب اس کے حقائق الٰہیہ سے تقرب کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس وقت ابلیس کے تمام حیلے اور فریب بیکار ہو جاتے ہیں۔

اولادِ ابلیس:

جاننا چاہیے کہ شیاطین اولادِ ابلیس علی اللعنہ ہیں ان کے پیدائش کی صورت یہ ہے کہ جب نفسِ طبیعیہ جس کا میلان فطرتاً برائی کی طرف ہے غالب ہوتا ہے اور ابلیس کا اس پر قبضہ ہو جاتا ہے اور دل کے اندر آتشِ شہوانی سے ان کا نکاح ہو جاتا ہے جو عاداتِ حیوانیہ کا منشا ہے تو اس جوڑے سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں اور یہی اولادِ ابلیس ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دو قوتوں سے جو اعمال بد صادر ہوں گے۔ وہ شیطانی صورت اختیار کریں گے، جیسا کہ آگ سے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں یا زمین سے گھاس اگتی ہے۔ یہ قلوبِ انسانی میں وسوسہ خیالاتِ نفسانیہ کی طرح پیدا کرتے ہیں۔ جن سے عام طور پر لوگ دھوکہ کھاتے ہیں اور انہیں کو الوسواس الخناس کہا گیا ہے۔ ان میں سے جن پر طبیعتِ ناریہ کا غلبہ ہوتا ہے وہ ارواحِ عنصریہ سے مل جاتے ہیں وہی ارواحِ خبیثہ ہیں اور جن پر طبیعتِ حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے وہ بصورت بنی آدم نمودار ہوتے ہیں، یہی شیطانِ محض ہیں۔ انہیں کو اللہ تعالیٰ نے شیاطین الانس والجن فرمایا ہے۔ ان میں سے جو بصورت بنی آدم پیدا ہوتے ہیں وہی ابلیس کے خیل و حشم ہیں۔ یہ ارواحِ خبیثہ سے زیادہ قوی ہیں۔ یہی دنیا میں فسادات کی جڑ ہیں اور وہ اس کی شاخیں اور اس کے پیادے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

و اجلب علیہم بخیلك و رجلك۔

ابلیس کے ہتھیار:

جاننا چاہیے کہ ابلیس کے ہتھیاروں میں سب سے زیادہ کارگر غفلت ہے، جو بمنزلہ تیز دھار والی تلوار کے ہے۔ پھر شہوت جو بجائے تیر کے ہے جس کا نشانہ کبھی خطا ہی نہیں کرتا، گلے کو چھید دیتا ہے۔ اس کے بعد ریاست کی خواہش اور حکومت کا ذوق جو بجائے قلعہ ہے جس سے نکلنا ناممکن ہے، پھر جہالت خاص کر وہ جہالت جس میں جاہل کو اپنے عالم ہونے کا یقین ہو، جس کو جہل مرکب کہتے ہیں، جو جہل سادہ سے بدرجہا خطرناک ہے، اس کا مارا ہوا تو کبھی سنبھلتا ہی نہیں۔ جاہل بجہل مرکب اس سوار کی طرح ہے جس کو جہل کا گھوڑا جدھر چاہے لے جائے۔ سوار کو اس پر کوئی اختیار نہیں۔

ابلیس کا سب سے بڑا ہتھیار عورتیں ہیں، جو نائب و قائم مقام ابلیس ہیں اور یہ اس کا ایسا زبردست مضبوط پھندا ہے کہ اس پھندے کو جس کے گلے میں ڈال دیتا ہے اس کو اس پھندے سے اپنا گلا چھڑانا ناممکن ہے جو اس پھندے میں پھنس گیا وہ ایسا بے بس ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں کھلی ہیں سب کچھ دیکھتا ہے سمجھتا ہے لیکن کچھ کر نہیں سکتا۔ ابلیس کے ہتھیاروں میں عورتوں سے بہتر کوئی دوسرا ایسا کارگر ہتھیار نہیں ہے۔ ان کے علاوہ ابلیس کے اور بھی بہت سے ہتھیار اور مواقع ہیں جن میں وہ اپنا کام بآسانی پورا کرتا ہے۔ ان مواقع میں سے ایک تو رات کا وقت ہے دوسرا بدنامی کے مواقع جن میں انسان کو تہمت لگائی جا سکے۔ مثلاً کوئی شخص شراب خانہ سے نکلے تو دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ شراب پینے گیا تھا۔

تیسرا سب سے اہم اور پر خطر موقع انسان کی دینی تباہی کا جان کنی کا وقت ہے۔ جو ابلیس کے فریب دینے کا بہترین وقت ہے۔ وقت نازک کا فریب خوردہ قیامت تک سنبھل ہی نہیں سکتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہی زندگی دنیاوی اور حیاتِ اخروی کا جنکشن نقطۂ اتصال ہے، یہیں سے اخروی زندگی شروع ہوتی ہے۔ اس وقت جو خیال قائم ہوگا اور جس نقش کو لے کر روح بدن کو چھوڑے گی وہ نقش آخرت کے ناختناہی ایام تک باقی، اس نقش کے بدلنے کے لئے پھر اسی جسم اور اسی قلب و دماغ کی حاجت ہے جس کے ذریعہ سے یہ نقش روح پر قائم ہوا اب ان کا پلٹنا ناممکن ہے، لہٰذا اس نقش کے مٹنے کی کوئی صورت نہیں۔ بجز اس کے کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اس کو مٹائے۔ اسی وقت کو سنبھالنے کے لئے جس کا سمجھنا انسان کی استطاعت سے باہر ہے متصوفین اور دانیان عاقبت اندیش اور انجام پر نظر رکھنے والے مجاہدات اور ریاضات سے کام لیتے ہیں۔ اور لذائذ دنیا میں مصروف نہیں ہوتے۔ تاکہ دنیاوی خزاں و ہوا کے غلبہ سے یہ دمِ واپسیں تباہ نہ ہو۔

میں نے یہاں تک ابلیس کے ہتھکنڈوں کو لکھ دیا جو میرے خیال میں بہت کافی ہے، بشرطیکہ دل اس کو قبول کرلے اور ابلیس جو دشمن ہے اپنے خلاف باتوں کو انسان کے دل میں جمنے سے مانع نہ ہو۔

لمن کان لہ قلب او القی۔ السمع و ھو شہید

☆☆☆

# کھول کر آنکھیں مرے ''آئینۂ گفتار'' میں ''آنے والے دور'' کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

تحریر و تفتیش:
صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری المعروف بہ سعید بدر معروف سینئر صحافی ہیں۔ انہوں نے مختلف قومی اخبارات، رسائل اور جرائد میں خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ نعت نگار بھی ہیں۔ کچھ عرصہ وہ ماہنامہ دلیل راہ کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ کچھ عرصے سے انہوں نے ماہنامہ ''دلیل راہ'' میں ''حالات حاضرہ واقعات کے آئینہ میں'' کے عنوان سے لکھنے کا آغاز کیا ہے جن میں قومی، ملکی اور بین الاقوامی حالات پر روشنی ڈالی جائے گی اور دلچسپ تجزیہ وتبصرہ پیش کیا جائے گا۔ ''دلیل راہ'' کے قارئین کے لئے یہ ایک نیا اور دلچسپ اضافہ ہے۔ امید ہے کہ اس سلسلہ سے قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ ہوگا اور وہ اس کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

# ناموَر تاریخی شخصیات۔۔۔جن کو اسلام کی آغوش میں آنے کی سعادت ملی

برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیئر کی خواہر نسبتی (sister-in-law) نے لورین بوتھ نے اسلام قبول کرکے برطانیہ کے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو تاریخ اسلام میں یہ واحد اور پہلی مثال نہیں کہ کسی بلند و بالا خاندان کے کسی فرد نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا ہو بلکہ لورین سے قبل متعدد نامور شخصیات قبول اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکی ہیں۔ حیران کن امر یہ ہے کہ پرانا مذہب ترک کرکے نیا مذہب یعنی اسلام قبول کرنے والوں میں چار صدور یعنی سربراہان مملکت بھی شامل ہیں، تاہم ان میں دو صدور سیاسی مقاصد اور مصلحتوں کے تحت منحرف ہوگئے جنہیں اسلامی اصطلاح کے مطابق ''مرتد'' کہنا چاہئے اور اسلام میں ایسے لوگوں کی سزا، سزائے موت ہے۔ دین کے معاملے میں اسلام کسی جبر و اکراہ کا قائل نہیں لیکن مرتد ہونے والوں کو معاف بھی نہیں کرتا۔

روس کے جبر و استبداد سے آزاد ہونے والی ریاستوں میں قازقستان بھی شامل ہے۔ اس ریاست کی اکثریت مسلمان ہے۔ اس ریاست کے موجودہ صدر نور بایوف اور گبون کے عمر بونگو اسلام کی آغوش میں آگئے۔ عمر بونگو کے دائرہ اسلام میں آنے سے گبون کے لوگ تیزی سے مسلمان ہونے لگے۔ ارجنٹائن کے صدر کارلوس مینم کی پرورش مسلمان کی حیثیت سے ہوئی لیکن وہ سیاسی مقاصد کے پیش نظر عیسائی ہوگئے۔ یہی حال امریکہ صدر بارک اوباما کا ہے جس کا باپ افریقی مسلمان تھا اور اس کی پرورش پہلے اس کے مسلمان دادا نے کی بعد میں اسے عیسائی نانی نے پالا تو وہ عیسائی ہوگیا۔ اسی طرح یمن کے صدر مینتھیو بھی سیاسی مصلحتوں کے تحت اسلام قبول کرنے کے بعد منحرف ہوگئے۔

اسلام قبول کرنے والی دوسری عالمی شہرت کی حامل شخصیات میں سیاہ فام محمد علی کلے بھی شامل ہیں جو باکسنگ کے ہیوی ویٹ عالمی چیمپئن تھے۔ ان کے مسلمان ہونے پر امریکہ ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں شور مچ گیا۔ محمد علی کے مسلمان ہونے کے بعد امریکیوں کا تعصب عود کر آیا اور وہ محمد علی کو نظرانداز کرنے لگے۔ بعض کا خیال ہے کہ خفیہ طور پر اسے ایسی دوائیاں دی گئیں کہ اسے رعشہ ہوگیا اور معذور ہوکر رہ گیا۔ باکسنگ ہی سے تعلق رکھنے والے مائیک ٹائی سن بھی مسلمان ہوگئے اور ان کا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔ بانی پاکستان محمد علی جناح کی اہلیہ رتن پٹیٹ زرتشت مذہب سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ لوگ آتش پرست ہوتے ہیں لیکن قائداعظم سے شادی سے قبل وہ بخوشی مسلمان ہوگئیں۔ 2005ء میں پاکستانی کرکٹ کے مایہ ناز کھلاڑی، یوسف یوحنا مسلمان ہوکر محمد یوسف بن گئے، جبکہ اس سے پہلے وہ عیسائی تھے۔ 6۔ ماہ تک طالبان کی قید میں رہنے والی یوآن رڈلے، رہا ہوئیں تو وہ مسلمان ہوگئیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ مسلمان طالبان کے حسن سلوک سے متاثر ہوئیں۔ رہائی کے بعد انہوں نے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ 2003 میں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ اب وہ برطانوی معاشرے میں حجاب اوڑھ کر بازار میں نکلتی ہیں وہ باعمل مسلمان ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کو انہوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔

برعظیم پاکستان و ہند کی تقسیم کے 17۔ سال قبل، معروف شاعر فیض احمد فیض کی اہلیہ ایلس فیض نے اسلام قبول کیا۔ پاکستانی ٹیم کے سابق کپتان اور آج کل تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کی بیوی جمائما خان نے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد، عمران خان سے شادی کی۔ وہ برطانوی یہودی تھیں۔ جن دنوں جمائما مسلمان ہوئیں انہی ایام میں برطانوی شہزادہ چارلس سے طلاق لینے والی شہزادی ڈیانا بھی اسلام سے شدید متاثر تھیں۔ شہزادی نے پاکستانی ڈاکٹر حسنات احمد سے شادی نہ ہونے پر برطانیہ میں مقیم مصری نژاد تاجر کے بیٹے الفائد کے ساتھ تعلقات استوار کر لئے لیکن پیرس میں سیر و سیاحت کے دوران وہ گاڑی کے ایکسیڈنٹ میں وہ اور ڈوڈی الفائد پراسرار طور پر ہلاک ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ وہ مسلمان ہوچکی تھیں اور الفائد سے شادی کا اعلان کرنے ہی والی تھیں کہ سازش کے تحت دونوں کو ہلاک کروا دیا گیا۔ تہذیب کے علمبردار اس قدر متعصب ہیں کہ ان کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ شاہی خاندان سے متعلق کوئی فرد دائرہ اسلام میں شامل ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اگر ڈیانا قبول اسلام کا اعلان کر لیتیں تو یورپ کی آدھی سے زیادہ خواتین مسلمان ہوجاتیں۔ ڈاکٹر حسنات ہی بزدل نکلا۔ مشہور بھارتی اداکاروں سیف علی خاں اور سوہا علی خاں کی والدہ شرمیلا ٹیگور بھی بھارتی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان نواب منصور علی خاں پٹودی سے شادی کے بعد مسلمان ہوگئیں، اسی طرح بھارت کی سپر سٹار دیویا نے پروڈیوسر ساجد سے شادی کے بعد 20۔ مئی 1992ء کو اسلام قبول کرلیا اور ان کا اسلامی نام ثناء رکھا گیا۔ 1993ء میں دیویا بھارتی کی موت کے اسرار آج تک پردۂ اخفا میں ہیں۔ شک ہے انہیں مسلمان ہونے پر قتل کروا دیا گیا۔ مشہور بھارتی گلوکار کشور کمار (عبدالکریم) بالی وڈ کی فلم سٹار مدھو بالا سے شادی کے بعد 1960 میں مسلمان ہوگئے کیونکہ مدھو بالا پہلے ہی سے مسلمان تھیں اور ان کا اصل نام ممتاز بیگم جہاں دہلوی تھا۔ آسکر ایوارڈ یافتہ نامور بھارتی موسیقار اے۔ آر۔ رحمان (اللہ رکھا رحمان) 1989ء میں ہندومت ترک کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ دراصل اے آر رحمان کی والدہ کا تعلق مسلمان گھرانے سے تھا۔

سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کی بیوی شیری بلیئر کی بہن، لورین بوتھ نے حال ہی میں اسلام قبول کرلیا ہے اور وہ اب حجاب پہنتی اور پانچوں وقت نماز ادا کرتی ہیں بلکہ مسجد میں بھی جاتی ہیں۔ لورین بوتھ بالغ ہیں اور ان کی عمر 43۔ سال ہے، جو پیشے کے اعتبار سے صحافیہ ہیں۔ وہ ایران کے ایک انگریزی نیوز چینل میں کام کرتی ہیں۔ لورین بوتھ 6۔ ہفتے قبل ایران کے دورے پر گئیں تو انہوں نے ایران کے شہر قم میں حضرت فاطمۃ المعصومہ رضی اللہ عنہا کے روضہ مبارک پر حاضری دی تو وہ اسلامی تعلیمات سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لورین بوتھ کا کہنا ہے کہ انہوں نے گزشتہ 45۔ دنوں سے شراب نوشی نہیں کی اور نہ سور وغیرہ کا حرام گوشت کھایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے ان کی شراب پینے کی خواہش ہی ختم ہوگئی ہے۔

لورین بوتھ، قبول اسلام سے قبل بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردانہ رویہ رکھتی تھیں۔ انہوں نے فلسطین میں بھی کافی وقت گزارا ہے اور اسرائیلی مظالم کے شکار فلسطینی مسلمانوں کی حالت زار کا مشاہدہ کیا ہے۔ لورین بوتھ عراق میں امریکی جنگ کے خلاف بھی آواز بلند کرتی رہی ہیں۔ 2008ء میں وہ سائپرس (قبرص) سے امدادی جہاز پر سوار ہو کر دیگر 46۔ امدادی کارکنوں کے ہمراہ غزہ گئیں لیکن انہیں اسرائیل کے بعد مصر جانے سے روک دیا گیا۔ لورین بوتھ کا کہنا ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا، اسلام کے بارے میں ٹونی بلیئر کے خیالات کو تبدیل کرنے میں سازگار ہوگا۔

تفصیلات کے مطابق لورین بلیئر، سابق برطانوی وزیراعظم چیری بلیئر کی سوتیلی بہن ہیں۔ برطانوی اخبار کے مطابق لورین بوتھ ایران کے دورے کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ جب لورین سے پوچھا گیا کہ کیا وہ مسلمان خواتین کی طرح مکمل پردہ کریں گی جس میں آنکھوں کے سوا پورے چہرے اور جسم کو کپڑوں سے ڈھانپا جاتا ہے تو لورین نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم، میرا روحانی سفر مجھے کہاں لے جائے گا"۔

لورین نے دورہ ایران کو "مقدس تجربہ" قرار دیتے ہوئے کہا کہ قم میں حضرت فاطمہ المعصومہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضری، انتہائی پرکیف روحانی کیفیت کی حامل تھی۔ وہاں پر میں مسرت کے جذبات سے سرشار تھی۔ میں نے برطانیہ پہنچ کر فوری طور پر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ "میں نے قرآن پاک کے مطالعے کا آغاز کردیا ہے اور اب تک 60۔ صفحات کا مطالعہ کرلیا ہے"۔

ہم نے چند افراد کے نام درج کئے ہیں جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اگر تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو ہزاروں ایسے اور نام بھی مل سکتے ہیں جنہوں نے بخوشی اسلام قبول کیا۔

☆☆☆

## پاکستان کرپشن میں سال گزشتہ کے مقابلے میں 8 قدم آگے

وطن عزیز میں کرپشن، بدعنوانی اور رشوت ستانی کے قصے کہانیاں عام ہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ جو لوگ صرف ٹین ۱۰ پرسنٹ کے طور پر معروف تھے۔ اب وہ اربوں اور کھربوں لوٹ رہے ہیں۔ کہیں فرانسیسی آبدوزوں کے قصے ہیں جہاں رشوت نہ ملنے پر فرانسیسی انجینئرز کو حادثے کے ذریعے مروادیا گیا۔ اب فرانس کے صدر سرکوزی کو بھی اس کیس میں ملوث کیا جارہا ہے۔ مقتولین کے لواحقین کے اصرار پر یہ مقدمہ اب عدالت میں زیر سماعت ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں 6۔ ارب ڈالر کا معاملہ عدالت عالیہ میں چل رہا ہے۔ جس میں ہماری حکومت عدالتی حکم کے باوجود حکومت کو خط لکھنے میں لیت ولعل سے کام لے رہی ہے۔ این آر او کو اب عدالت نے بحال کردیا ہے۔ جس کے تحت آٹھ ہزار لوگوں کے مقدمات بہ یک جنبش قلم منسوخ ہوگئے تھے اور اربوں روپے کی لوٹی ہوئی رقوم معاف ہوئی تھیں اور سزائیں ختم کردی گئیں۔ پنجاب بینک کا کیس ہے جس میں پرویز الٰہی اور بابر اعوان ملوث ہیں بظاہر میٹ اینڈ کلین وزیراعظم کی بیگم نے 70۔ کروڑ روپے کا قرضہ معاف کروایا۔ اب سپریم کورٹ نے سٹیٹ بینک کو حکم دیا ہے کہ یہ معاف شدہ قرضے وصول کئے جائیں جس پر تھرتھلی مچ گئی ہے۔ یہ معاف شدہ قرضے بھی اربوں پر مشتمل ہیں۔

غرضیکہ کوئی ادارہ، کوئی محکمہ یا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں کرپشن نہ ہوتی ہو۔ حج کا شعبہ رہ گیا تھا موجودہ حکومت نے اس میں بھی "چار چاند" لگادیے ہیں۔ حاجیوں کا کوٹہ بیچا گیا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں عمارتوں کے حصول میں اربوں کے گھپلے کئے گئے ہیں۔ 1200۔ ریال والی بلڈنگ کے حاجیوں سے 3600۔ ریال وصول کئے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ڈھائی سال سے جاری ہے۔ حال ہی میں "ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل" کے چیئرمین سید عادل گیلانی کے تحقیقاتی رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق پاکستان دنیا بھر میں بدعنوان ترین ممالک میں 34۔ ویں نمبر پر آگیا ہے جبکہ گزشتہ سال اس کا نمبر بیالیسواں تھا۔ صرف بارہ ماہ میں 300۔ ارب روپے کی کرپشن کی نشاندہی

کی گئی لیکن حکومت کے احتسابی ادارے "نیب" نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی۔ پاکستان اسٹیل ملز اور واپڈا کرپٹ ترین ادارے قرار پائے ہیں جبکہ محکمہ پولیس میں میرٹ پر ہونے والی بھرتیاں بدعنوانی میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔300۔ارب سے زائد کے کرپشن کے کیس نیب کو بھجوانے کے باوجود کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ عالمی ادارے ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق صومالیہ دنیا کا بدعنوان ترین ملک ہے۔ پاکستان کی نسبت بھارت بدعنوان ممالک کی فہرست میں 90۔نمبر پر ہے۔ جبکہ افغانستان اور میانمار مشترکہ طور پر دوسرے نمبر پر ہیں۔ عراق نے تیسرا نمبر حاصل کیا ہے۔ کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل پاکستان کے چیئرمین سید عادل گیلانی نے کہا کہ گزشتہ 2۔سالوں کے دوران پبلک سیکٹر اداروں میں اربوں روپے کے کرپشن کے کیس سامنے آئے جن کی تحقیقات نیب سے کروائی جانی چاہیے تھی تاہم کرپشن کے خاتمے کے لئے حکومت کی نیت ٹھیک نہ ہونے کے باعث سپریم کورٹ کو نیشنل انشورنس کارپوریشن، پاکستان سٹیل ملز اور رینٹل پاور پراجیکٹس کے معاملوں پر ازخود نوٹس لینا پڑا۔ انہوں نے کہا کہ سی پی آئی کے نتائج سے یہ بات واضح ہوگئی کہ پاکستان میں کرپشن میں اضافہ ہوا ہے انہوں نے کہا کہ 2001 سے 2004 تک بنگلہ دیش کو کرپٹ ترین ملک قرار دیا گیا تھا تاہم 2010 میں بنگلہ دیش 39۔ویں نمبر پر آیا ہے۔ کرپشن میں کمی کی وجہ سے بنگلہ دیش کی جی ڈی پی کی شرح افزائش 5 فیصد ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ کی جانب سے آزاد احتساب کمیشن کے قیام میں مزید تاخیر ابتری کا باعث بن سکتی ہے۔ خواجہ آصف کے مطابق گزشتہ 18۔ماہ سے احتساب بل پارلیمنٹ میں زیر بحث وزیر التوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 12۔اکتوبر 2010 کو سپریم کورٹ نے نیشنل انشورنس کارپوریشن کے کیس نمبر (2010)18۔ میں پبلک پروکیورمنٹ قوانین کی خلاف ورزی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا تھا اور اس فیصلے کے باعث کرپشن میں کمی میں مدد ملی تھی۔ انہوں نے کہا کہ کرپشن میں اضافے کا براہ راست اثر اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور ان کی قیمتوں میں گذشتہ ایک سال کے دوران 120 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری جو مالی سال 2008 اور 2009 کے دوران 3.71 بلین امریکی ڈالر ریکارڈ کی گئی تھی، مالی سال 2009 اور 2010 میں 2.21 بلین امریکی ڈالر کی سطح پر آگئی ہے اور رواں سال جولائی سے ستمبر کے دوران یہی سرمایہ کاری 387.4 ملین امریکی ڈالر کی سطح پر آگئی ہے جو گذشتہ سال کا 68 فیصد ہے۔ انہوں نے کہا کہ 1999 سے 2008 کے درمیان بیرونی قرضوں کا حجم 40 ملین امریکی ڈالر سے بڑھ کر 46 بلین امریکی ڈالر تک جا پہنچا جو گذشتہ 2 سالوں کے دوران بڑھ کر 53.5 بلین امریکی ڈالرز ہوگیا۔ انہوں نے کہا کہ اس رپورٹ کو مرتب کرنے کے لئے افریقی ترقیاتی بنک، ایشائی ترقیاتی بنک، برٹلسمین فاؤنڈیشن، اکنامسٹ انٹیلی جنس یونٹ، فریڈم ہاؤس، گلوبل انسائٹ اور عالمی بینک کی رپورٹوں سے مدد لی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کرپشن پرسیپشن انڈیکس کے ذریعے دنیا کے 178۔ممالک کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ ان میں سے 3 چوتھائی ممالک نے صفر سے 5۔تک پوائنٹس حاصل کئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ کرپشن بدستور ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ پاکستان 2.3 پوائنٹس کے ساتھ 34۔ویں نمبر پر ہے۔ گذشتہ سال پاکستان کا نمبر 48۔واں تھا۔ فہرست میں پاکستان کے 8۔درجے نیچے آنے کا مطلب ہے کہ یہاں بدعنوانی میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان کی نسبت بھارت بدعنوان ممالک کی فہرست میں 90 نمبر پر ہے۔ صومالیہ دنیا کا بدعنوان ترین ملک ہے جبکہ افغانستان اور میانمار مشترکہ طور پر دوسرے نمبر پر ہیں، عراق نے تیسرا نمبر حاصل کیا ہے۔ اگر دنیا کے سب سے کم بدعنوان ممالک کی بات کی جائے تو ڈنمارک، نیوزی لینڈ اور سنگاپور 9.3 پوائنٹس کے ساتھ مشترکہ طور پر دنیا کے سب سے کم بدعنوان ملک ہیں۔ فن لینڈ اور سویڈن مشترکہ طور پر دوسرے اور کینیڈا تیسرے نمبر پر ہے۔ کرپشن کے بارے میں ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کی رپورٹ شائع ہوتے ہی سرکاری ایوانوں میں زلزلہ سا آگیا اور وہ لرزنے لگے۔ وزیر اطلاعات قمر الزمان کائرہ زیادہ ہی "برس" رہے ہیں۔ انہوں نے اس رپورٹ کو معیشت پر ایک اور ڈرون حملہ قرار دیا ہے اور (یہ سیاسی الزام ہے اور سیانی بلی کھمبا نوچے کے مترادف ہے) انہوں نے اسے کاغذی تنظیم قرار دیا ہے۔ ادھر سندھ کابینہ میں مشیر تعلیم کے عہدے پر فائز شرمیلا فاروقی نے کہا ہے ایک دفتر ایک سٹینوگرافر اور ایک کلرک کے ساتھ بھلا رپورٹ کیسے جاری کی جا سکتی ہے۔ دریں اثنا ایک چینل کے اینکر پرسن نے "بزعم خویش" اس رپورٹ کے چھکے چھڑوائے۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ رپورٹ کا اجرا کنندہ خود "پورٹ ٹرسٹ" سے کرپشن کے الزام میں نکالا جا چکا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اربوں کی کرپشن کرنے والے، مسٹر ٹین پرسنٹ کہلانے والے آج کل حکمرانوں میں شامل ہیں۔ ان کے کیس تو صرف ملک کے اندر نہیں فرانس، سوئزرلینڈ اور برطانیہ میں چلتے رہے اور چل رہے ہیں۔ سوس ڈالرز کیس اور سرے محل کے کیس زبان زد عام وخاص ہیں۔ اینکر پرسن "بادشاہ کے مقابلے میں پادشاہ کے زیادہ وفادار" کا کردار ادا کر رہا تھا جبکہ اس مکالمہ میں خود وزیر اطلاعات دھیمے انداز میں بات کر رہے تھے۔ اینکر پرسن نے ایک اور شریک گفتگو (ن) لیگ کے ایم این اے روحیل اصغر کے لتے لئے اور انہیں بات ہی نہ کرنے دی،

ان کی بات کو بار بار منقطع کیا۔ یوں لگتا تھا کہ ''کائرہ صاحب یا پی پی پی کا کوئی جیالا گفتگو کر رہا ہے۔ وہ حکمرانوں کی کرپشن پر اظہار افسوس کرنے کی بجائے سید عادل گیلانی پر بلند آواز میں ''برس'' رہے تھے۔ اور اس بات پر زور دے رہے تھے کہ گیلانی صاحب کے پاس مناسب دفتر نہیں، وافر تعداد میں سٹاف نہیں اور مختلف شہروں اور محکموں میں تحقیق و تفتیش کے نمائندے نہیں اس لئے ان کی رپورٹ قابل اعتماد نہیں۔'' روحیل اصغر نے جب یہ کہا کہ ''میں بلند آواز سے بولنے کا قائل نہیں'' میں آہستگی سے بات کرتا ہوں۔'' تو اینکر پرسن نے غصہ کے عالم میں کہا کہ ''آپ مجھ پر اونچی بولنے کا الزام لگا رہے ہیں۔'' (ظاہر ہے الزام انہی پر تھا) لیکن روحیل اصغر نے ''جان کی امان پاؤں'' کے انداز میں تلخی کو دبانے کے لئے کہہ دیا کہ ''نہیں! میں آپ کو نہیں کہہ رہا'' تو اس پر اینکر پرسن بمشکل چپ ہوئے۔ بہرحال اینکر پرسن نے حکومت وقت کی ''حمایت'' کا حق ادا کر دیا اور ''نمک'' حلال کر دیا۔ امید ہے کہ امریکہ میں ''مزید تربیت'' کے حصول کے لئے، جانے کے لئے انہیں وظیفہ مل جائے گا جس کا حال ہی میں اعلان کیا گیا ہے۔

ہم نے تو سنا تھا کہ اخبار نویس، صحافی، قلمکار اور اب اینکر پرسن غیر جانبدار ہوتے ہیں۔ بہرحال ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں۔ گیلانی کابینہ نے وزیر تعلیم خورشید شاہ سے کہا ہے کہ وہ رپورٹ کے اجراء کنندہ کو نوٹس دیں جس کی وجہ سے حکومت پاکستان کو ایسے وقت میں بدنام کیا ہے۔ جب بمشکل تمام اب امریکہ سے امداد کی تجوری ملنے والی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ رپورٹ کا اجرا کنندہ بھی گیلانی ہے اور جس کے خلاف رپورٹ جاری کی گئی ہے وہ گیلانی حکومت ہے۔ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے کہا ہے کہ پاکستان صرف کرپشن میں ترقی کر رہا ہے۔ بہرحال عوامی حلقوں نے اس رپورٹ کی حمایت کرتے ہوئے ایک سال میں 300۔ ارب کی کرپشن کی مذمت کی ہے۔ سید عادل گیلانی نے کہا ہے کہ ان کی رپورٹ کے مندرجات ورلڈ بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کی رپورٹوں سے لئے گئے ہیں۔ ان کے مستند ہونے کے لئے یہی حوالہ کافی ہے در یں اثنا عالمی اداروں نے حکومت کی طرف سے ''ٹرانسپیرنسی'' کو ہدف ملامت بنانے کی شدید مذمت کی ہے۔

☆☆☆

## صحافیوں اور اعلیٰ سرکاری افسروں کے لئے امریکی وظائف

اکتوبر کے وسط میں امریکہ میں پاکستان اور امریکہ کے درمیان تین دن تک سٹریجک مذاکرات ہوئے جن میں دیگر امور کے علاوہ امریکہ نے بکمال مہربانی ہمارے صحافی بھائیوں کو امریکہ میں تربیتی کورس کے لئے وظائف دینے کا اعلان کیا تھا۔ اسی معاہدے کی روشنی میں وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات قمر الزماں کائرہ نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان صحافیوں کی ''استعداد کار'' بڑھانے کے لئے اتفاق رائے ہوا ہے جس کے تحت 125۔ صحافیوں اور 80۔ افسروں کو ''تربیت'' کے لئے وظائف ملیں گے جبکہ دس ہزار پاکستانی خواتین تاجروں کی تربیت کے لئے امریکی اشتراک سے پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔

مصدقہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سال گزشتہ بھی بہت سے صحافیوں کو امریکہ بھجوایا گیا تھا۔ وزارت اطلاعات نے ابھی سے ان افراد کی فہرست بنانا شروع کر دی ہے جنہیں امریکی وظائف پر امریکہ بھجوایا جائے گا۔ ایک معتبر اخبار کے ایک ممتاز کالم نگار نے لکھا ہے کہ 13۔ وزارتوں کے سیکرٹریوں اور وزراء پر مشتمل بھاری بھرکم وفد امریکہ میں 15۔ دن کی سخت مصروفیت کے باوجود قوم کے لئے کچھ نہیں لے کر آیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی جب پاکستان پہنچے تو انہوں نے اسلام آباد لینڈ کرنے کے بجائے لاہور کو ترجیح دی جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان کے ہاتھ بھی کچھ نہیں آیا حتیٰ کہ یہ ڈرون حملوں پر بھی امریکہ کا کوئی واضح موقف نہیں لا سکے۔ وزیر اطلاعات ونشریات قمر الزمان کائرہ بھی واپس آنے کے بعد اپنی شعلہ بیانی کے باوجود قوم کو ان مذاکرات پر اعتماد نہیں لے سکے۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی صرف اس بات کو اپنی فتح قرار دے رہے ہیں کہ ''اب اگر ہم امریکہ کی بات مانتے ہیں تو منواتے بھی ہیں، لیکن وہ قوم کو یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ انہوں نے امریکہ سے کون سی بات منوائی۔ جب پاکستانی وفد امریکہ جا رہا تھا تو قوم پاکستان پر ڈرون حملوں کے ختم ہونے اور تجارت کے نئے معاہدوں بارے سوچ رہی تھی لیکن ڈرون حملوں میں ہونے والے اضافے نے اس بات کی نفی کر دی کہ پاکستانی وفد کو ان مذاکرات میں کوئی کامیابی نصیب ہوئی۔ ان مذاکرات کے ایک واقف حال کا کہنا ہے کہ یہ اہم مذاکرات دراصل کیری لوگر بل کے تحت ملنے والی امداد کے مصرف بارے تفصیلات فراہم کے لئے تھے یعنی صاحب بہادر امریکہ کو یہ یقین دلانا تھا کہ آپ کی پائی پائی درست استعمال ہوگی۔ ان اہم مذاکرات میں ایک اور بڑی دلچسپ چیز جو سامنے آئی اور وہ یہ تھی کہ ایک سو سے زائد اخبار نویسوں کو تربیت کے لئے امریکہ بھجوایا جائے گا۔ امریکہ کی اس فراغ دلانہ پیشکش کے بعد شائد اسلام آباد کے حکمرانوں کو تھوڑی سی راحت نصیب ہو اور چھپنے والی تنقید میں کچھ کمی نظر آئے گی

لیکن حکومت کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر دور میں میڈیا کو "رام" کرنے کے لئے مراعات دی گئیں۔ جنرل ضیاء الحق کے بعد آنے والے ہر حکمران نے رشوت کے طور پر صحافیوں کو پلاٹ، فلیٹ دیئے بلکہ موجودہ حکومت نے تو حج جیسے مقدس فرض کو بھی رشوت کے طور پر استعمال کیا اور گزشتہ سال سینکڑوں صحافیوں کو قطع نظر ان کی عمر اور تجربے کے حج پر بھجوایا گیا اور ہماری اطلاع کے مطابق اس وقت بھی وزارت حج اور وزارت داخلہ میں ایسے صحافیوں کی ایک فہرست مرتب ہو رہی ہے جن کو آخری فلائیٹ کے ذریعے چپکے سے حج پر بھجوایا جائے گا۔ ابھی تو قوم نے رحمان ملک صاحب سے یہ پوچھنا ہے کہ گزشتہ سال کن خدمات کی بنا پر سینکڑوں صحافیوں کو حج پر بھجوایا گیا اور اب وزارت اطلاعات نے ان اخبار نویسوں کی فہرست مرتب کرنا شروع کر دی ہے جو اس سال کے آخر میں امریکہ "یاترا" پر روانہ ہوں گے، لیکن جب حکومتوں پر زوال آیا تو یہ لاڈلے کہیں نظر نہیں آتے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کو چاہئے کہ گزشتہ سال سرکاری خرچ پر جانے والے اخبار نویسوں کا ریکارڈ منگوائے تاکہ قوم کو یہ علم ہو سکے کہ کس کس اخبار نویس نے حکومت کی، اس دریا دلی سے فائدہ اٹھایا اور اس سے قومی خزانے کو کتنا نقصان ہوا اور ساتھ ہی حکومت کو پابند کرائے کہ امریکہ بھجوائے جانے والے اخبار نویسوں کی سلیکشن کا باقاعدہ طریقہ کار بنایا جائے، تاکہ وہی صحافی مستفید ہو سکیں جو استحقاق رکھتے ہیں۔ حال ہی میں سبکدوش ہونے والی پاکستان میں متعین امریکی سفیرہ پیٹرسن اور امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے شکوہ کیا تھا کہ پاکستان کے بعض صحافی امریکہ مخالف تحریرات لکھتے ہیں جس سے پاکستانی عوام میں امریکہ مخالف جذبات جنم لیتے ہیں اور وہ امریکہ سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اتنے بڑے ملک کی اعلیٰ شخصیات کو نفسیات کی ابجد کا بھی علم نہیں۔ جب آپ کسی کو تھپڑ ماریں گے تو وہ طاقتور ہونے کی صورت میں تھپڑ کا جواب تھپڑ ہی سے دے گا لیکن اگر کمزور ہوگا تو وہ چپ رہے گا لیکن دل میں تھپڑ مارنے کی وجہ سے آپ سے نفرت ضرور کرے گا"۔ امریکہ کے تعلیم یافتہ حکمرانو! اور تہذیب کے علمبردارو! آپ ہم پر ڈرون طیاروں سے حملے کریں، ہمارے بے گناہ لوگوں کو گولیوں اور بموں کا نشانہ بنائیں، آپ ہمارے بچوں، ماؤں اور بہنوں کو شہید کریں، محنت سے بنائے مکانوں حتیٰ کہ مسجدوں کو مسمار کریں تو کیا پھر بھی پاکستانی عوام آپ سے محبت کریں گے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

دراصل امریکی استعمار کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے پہلے حملے کر کے ہمیں تباہ و برباد کرتا ہے ہمارے لوگوں کو شہید کرتا ہے اور پھر ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے "امداد" کے نام پر "قرض" دیتا ہے جس سے "حکمران" تو خوش ہو جاتے ہیں لیکن عوام، اپنے حکمرانوں اور امریکہ سمیت اہل مغرب سے "نفرت" کرتے ہیں۔ امریکہ کی پالیسی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ "تالیف قلوب" کے لئے صحافیوں، دانشوروں، قلم کاروں، کالم نگاروں، اساتذہ کرام، سرکاری افسروں اور بعض این جی اوز کے اہلکاروں کو مختلف صورتوں میں امریکہ بلاتا ہے جس کا بظاہر مقصد "پیشہ ورانہ استعداد کار" بڑھانا ہوتا ہے لیکن "در پردہ" انہیں "رام کرنا" انہیں خوش کرنا، ان کے دل جیتنا اور انہیں اپنے حق میں موڑنا ہوتا ہے۔ اس "پراسیس" میں کمزور لوگ متاثر ہو جاتے ہیں لیکن حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار، اہل دل اور اہل درد اپنا قلم نہیں بیچتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک ہی مثال کافی ہے جس کا تعلق پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ صحافت سے ہے ایک لیکچرر کو ایک ماہ کے لئے امریکہ "یاترا" کا موقع ملا، وہ واپس آئے تو امریکہ کی ثقافت، تہذیب اور تمدن کے رطب اللسان تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے امریکہ کے بارے میں ایک عدد کتاب بھی لکھ ماری جو امریکی سفارت خانے نے خرید لی۔ اس طرح ان کے وارے نیارے ہو گئے۔ اس کے بعد وہ برسوں تک زیر تعلیم طلبہ کو اپنے لیکچرز میں امریکہ کے "قصیدے" سناتے رہے۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ہم نے بڑے بڑے جغادری لوگوں اور قلمکاروں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی حکومت یا امریکی "نوازشات" کی پہلی کھیپ پر "سرنڈر" کر گئے اور ان کے قلم کا "ڈنک" نکل گیا۔ ان بے چاروں کا تو ذکر ہی کیا، یہ تو مجبور و بے بس ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہم نے

قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

کی مثال نہ صرف ماضی میں بھی پیش کی بلکہ اب بھی پیش کر رہے ہیں۔ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے دنیا کی چھٹی ایٹمی طاقت کو "امریکہ کا غلام" بنا دیا ہے۔ وہ ڈرون حملے کرتا ہے اور ہم چپ ہیں۔ احتجاج بھی نہیں کرتے۔ تین ہزار امریکی فوج یہاں موجود ہے اور ہم مانتے ہی نہیں حالانکہ امریکی اخبار چیخ چیخ کر اس صداقت کا اعلان کر رہے ہیں۔

خدا ہی ہم پر رحم کرے۔

☆☆☆

## میں نہیں چاہتی کشمیریوں کے ناخن کھینچ کرانہیں زبردستی "انڈین" کہنے پر مجبور کیا جائے۔ (ارون دھتی رائے)

بھارت کی شہرت یافتہ مصنفہ ارون دھتی رائے نے سری نگر کے ایک مذاکرہ میں اپنی طرف سے دیئے گئے ریمارکس کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے کہ "کشمیر کے متعلق میرے ریمارکس محبت اور فخر کے جذبات سے سرشار ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ لوگ قتل ہوں، ان کی عصمتیں لٹیں، انہیں جیل میں بند کر کے ان پر تشدد کیا جائے اور ان کے ناخن کھینچ کر انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے آپ کو "انڈین" کہیں۔" انہوں نے کہا کہ "میرا بیان انصاف کی کال تھی۔ مجھے قوم کی خاموشی پر افسوس ہے جو انصاف کا مطالبہ کرنے والی خاتون کو سزا دینا چاہتی ہے"۔

بھارت کی مصنفہ ارون دھتی رائے کافی عرصہ سے مجبور و مقہور کشمیریوں کی آزادی کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں اس نے اخبارات میں مضامین لکھے، مذاکروں میں شرکت کر کے تقریریں کی ہیں۔ حال ہی میں اس نے سری نگر (مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت) میں منعقدہ سیمینار میں کشمیریوں کی آزادی کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ "تشدد، جبر اور ظلم سے کسی قوم کو اپنے ساتھ نہیں رکھا جا سکتا"۔ اس پر عمر عبداللہ کی حکومت نے دھمکی دی ہے کہ وہ تحریک حریت کشمیر کے سربراہ سید علی گیلانی اور ارون دھتی رائے کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلائے گی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ بھارت میں اکا دکا "باضمیر" لوگ موجود ہیں جو وقتاً فوقتاً سچ بولتے ہیں اور کلمہ حق کہہ دیتے ہیں۔ وہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ خوفزدہ ہوتے ہیں۔

ارون دھتی رائے نے تازہ ترین بیان میں کہا ہے کہ اگر میرے خلاف مقدمہ بنایا گیا تو میں عدالت میں ثابت کروں گی کہ کشمیر کبھی بھارت کا حصہ نہیں رہا۔ "انہوں نے کہا کہ میں اپنے اس دعوی کو تاریخ کے حوالوں سے ثابت کروں گی"۔ ورائیں انتہائی جے پی (کٹر ہندو فرقہ پرست جماعت) کے لیفٹننٹ منہالے ارون دتی رائے کے بیان پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارتی حکومت خفیہ طور پر کسی کے کہنے پر غلطی کر رہی ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اس نتیجہ کے طور پر ہمیں کشمیر سے ہاتھ دھونا پڑے گا"۔

ارون دھتی رائے دھان پان سی لڑکی ہو کر بہت بہادری اور جرأت مندی کے ساتھ مجبور و بے بس کشمیریوں کے کاز کی حمایت کر رہی ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر

متذکرہ بالا بیان کے بعد اس بیباک لڑکی کے گھر پر غنڈوں نے حملہ کیا۔ اس کے گھر کا سامان پلٹ کیا اور اروتی دھتی کے خلاف بدزبانی کرتے رہے۔ اس کے باوجود کشمیریوں پر مظالم کے خلاف اٹھانے والی لڑکی کے پایہ استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ممتاز بھارتی مصنفہ ارون دھتی رائے نے امریکہ کے صدر اوبامہ کے حالیہ دورہ بھارت کے موقع پر کشمیر جیسے سلگتے ہوئے مسئلے پر کوئی بیان نہ دینے پر اوبامہ کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ نیو یارک ٹائمز میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں انہوں نے کہا ہے کہ "کشمیر میں بھارتی فوجی قبضے کو اس کی سیاسی کامیابی قرار نہیں دینا چاہیے۔ صدر اوبامہ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران میں کشمیر کے حل کو اپنی اولین ترجیحات سے ایک قرار دیا تھا لیکن صدر منتخب ہونے کے بعد انہوں نے کشمیر کے بارے میں محض "بیان" دینا بھی مناسب نہیں سمجھا جبکہ کشمیری نوجوان اپنے حقوق دارادیت کے حصول کے لئے بے پناہ قربانیاں دے رہے ہیں۔

اس کے برعکس بھارت پاکستان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے کہ پاکستان "مجاہدین" کو مقبوضہ کشمیر میں بھیجتا رہتا ہے جس کی وجہ سے "بدامنی" پیدا ہوتی ہے۔ بھارتی حکمرانوں سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ بات درست ہے تو مقبوضہ کشمیر میں ہر روز ہڑتال کون کرتا ہے یا کراتا ہے؟ بازار کون بند کرتا ہے یا کرواتا ہے؟ سڑکوں پر احتجاج کے لئے ہر روز ہزاروں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، جلسے کرتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں کیا یہ سب "پاکستانی مداخلت کار" ہیں؟ منموہن سنگھ نے پچھلے دنوں دورہ کیا تو سری نگر میں مکمل ہڑتال تھی۔ سونیا گاندھی تشریف لائیں تو اہل کشمیر نے ہڑتال اور اب اوبامہ کی آمد پر تین دن تک کشمیر میں پرزور ہڑتال رہی۔ سارے بازار بند رہے۔ سید علی گیلانی نے لاکھوں دستخطوں کے ساتھ ایک خط بارک اوبامہ کو روانہ کیا ہے لیکن امریکہ کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا کیونکہ مسلمان حقوق طلب کریں تو وہ "دہشت گرد" قرار پاتے ہیں۔

☆☆☆

## وزیر اعظم گیلانی کی بھاری بھرکم کابینہ

کہنے کو تو وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی کابینہ کے ارکان کی تعداد "صرف" 61۔ ہے لیکن پورے پیرافرنیلیا (لاؤلشکر) کو شمار کیا جائے تو یہ تعداد 90۔ تک پہنچ جاتی ہے۔ کابینہ کی تشکیل سے اب تک اس بھاری بھرکم تعداد پر ملک کے اندر اور باہر بھی اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے لیکن چیف ایگزیکٹو کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی بلکہ ان کے بس میں ہو تو وہ کچھ اور ارکان بھی شامل کرنے سے دریغ نہ کریں۔

امریکہ کے اخبار "واشنگٹن پوسٹ" نے حال ہی میں انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں "جمبو سائز" 61۔ رکنی کابینہ اپنے حجم کے اعتبار سے امریکہ اور نائجیریا سے بھی بڑی ہے۔ وزراء میں سے اکثر بہت کم تعلیم یافتہ ہیں یا پھر ان پر کرپشن کے سنگین الزامات ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 17۔ کروڑ آبادی والے ملک پاکستان کے مقابلے میں 31۔ کروڑ آبادی والے ملک ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں صرف 16۔ ارکان کابینہ کے ممبر ہیں، حالانکہ امریکہ 52۔ ریاستوں پر مشتمل ملک ہے اور اس اعتبار سے اسے کم از کم 52۔ وزیر رکھنا چاہئیں، اسی طرح 15۔ کروڑ آبادی پر مشتمل افریقی ملک نائجیریا کی کابینہ صرف 40۔ ارکان پر مشتمل ہے۔ اس تقابلی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری پاکستانی کابینہ کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ چین جیسے بہت بڑے ملک کے وزراء کی تعداد بھی ہم سے کم ہے۔

گیلانی کابینہ کے وزیرخزانہ حفیظ شیخ نے جو چند ہی دنوں قبل شوکت ترین کی جانب سے احتجاج کے طور پر دیئے گئے استعفے کے بعد کابینہ میں شامل ہوئے ہیں، کابینہ کی تعداد پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ موجودہ کابینہ کا حجم کم ہونا چاہئے۔ انہوں نے تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی کابینہ کا حجم صرف 10۔ ارکان پر مشتمل تھا جبکہ اس وقت مشرقی پاکستان کی کثیر آبادی کا علاقہ بھی وطن عزیز کا حصہ تھا۔ 1956 کے آئین کے نفاذ کے بعد پاکستانی کابینہ کے ارکان کی تعداد صرف 12۔ تھی۔

وزیرخزانہ ابھی نئے نئے ہیں۔ یہ جلد "سدھر" جائیں گے یا کابینہ ہی چھوڑ جائیں گے۔ انہوں نے صرف کابینہ کے حجم پر ہی "اعتراض" نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ "زرعی ٹیکس" کے نفاذ میں ایسے لوگ مخالف ہیں جو میرے ساتھ کابینہ میں بیٹھے ہیں۔ اس سے قبل شوکت ترین نے بھی "رینٹل پاور ہاؤسز" کی خریداری پر اعتراض کیا تھا کہ یہ "بجلی گھر" مہنگے ہیں اور ان سے حاصل کردہ بجلی بہت مہنگی ہو گی جو 22 سے 25 روپے فی یونٹ پڑے گی مگر کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ آخر کار انہوں نے کرائے کے بجلی گھروں اور بعض دیگر امور پر اختلافات کی وجہ سے کابینہ ہی سے استعفےٰ دے دیا۔

دیکھئے عبدالحفیظ شیخ یہ "نیک کام" کب سرانجام دیتے ہیں۔ آخر کار انہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ حفیظ شیخ نے یہ نہیں بتایا کہ یہ وزراء کتنی تنخواہیں، الاؤنسز اور دیگر مراعات حاصل کرتے ہیں اور قومی خزانہ پر کس قدر "بوجھ" ڈالتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ ایک وزیر پر ایک دن میں لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔

☆☆☆

## 60 من وزنی قرآن کا نسخہ

جھنگ کا ایک شہری اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے قرآن پاک کا 60۔ من وزنی نسخہ تیار کر رہا ہے۔ اس نے اب تک 24۔ پارے مکمل کر لئے ہیں۔

اس شہری کا نام حکیم مشتاق احمد ہے۔ جیومیٹریکل قرآن لکھنے کا آغاز اس نے 23۔ برس قبل کیا ہے۔ اس نے بتایا قرآن عظیم کے صرف ایک پارے کی تکمیل کے لئے اسے ایک سال کی مدت درکار ہے۔ ہر پارے کا وزن 80۔ کلوگرام ہوتا ہے۔ قرآن پاک کے اس نسخہ کے لئے ایسا کارڈ استعمال کیا جا رہا ہے جس کے ایک صفحہ پر صرف تین سطریں لکھی جا سکتی ہیں اور اس کی لیمینیشن کرنے کے بعد اسے جلد بند کر دیا جاتا ہے۔

☆☆☆

## ملتان کے نوجوان کی بیک وقت دو شادیاں

محلّہ جوگیاں والا کا رہائشی اظہر حیدری پاکستان کا ہی نہیں، شاید دنیا بھر میں انوکھا آدمی ہے جس نے بیک وقت دو شادیاں کی ہیں۔ یہ واقعہ پوری دنیا میں دلچسپی کا باعث بنا ہوا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کی خبر کے مطابق اس دلچسپ اور انوکھے دولہا کو بیرون ممالک سے بھی مبارک باد کے پیغامات موصول ہو رہے ہیں۔ اس نے پہلی شادی حمیرا قاسم سے کی اور چند ہی روز بعد دوسری شادی اپنی چچازاد رومانہ سے کی ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اس کی دوسری شادی میں حمیرا قاسم نے بھی شرکت کی ہے اور وہ اس شادی پر بھی شاداں و فرحاں ہے۔

دولہا اظہر حیدری نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان کے والدین کی دعائیں ان کے ساتھ شامل ہیں۔ وہ خوش ہے کہ اسے اتنی بڑی خوشیاں نصیب ہوئی ہیں۔ تاہم اس کا ارادہ ہے کہ اپنی دونوں بیویوں کو خوش وخرم رکھے گا۔ اس نے کہا کہ دو شادیاں کرنا ہمارے ہاں عجوبہ نہیں کیونکہ ہمارے ہاں اس کا پہلے ہی سے رواج ہے۔ اظہر حیدری نے وزیر اعظم گیلانی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انہیں 'ہنی مون' منانے کے لئے بیرون ملک بھجیں۔

☆☆☆

## 15 سال سے وکالت کرنے والا جعلی وکیل

حال ہی میں ایک ایسے وکیل کا انکشاف ہوا ہے جو کسی مستند قانونی ڈگری کے بغیر 15 سال سے وکالت کر رہا تھا اور کالا کوٹ پہن کر عدالتوں میں مقدمات کی پیروی بھی کر رہا تھا۔ حیرانی ہے کہ اس ملک میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ گویا صرف ارکان قومی اسمبلی وصوبائی ہی جعلی ڈگریوں ہولڈرز نہیں بلکہ وکلاء میں بھی 'کالی بھیڑیں' موجود ہیں۔ قومی وصوبائی اسمبلیوں کے 58 کے قریب ارکان کی ڈگریاں جعلی ثابت ہو چکی ہیں۔ 428 ایسے ارکان ہیں جنہوں نے اب تک اپنی درست یا جعلی اسناد جمع ہی نہیں کرائیں۔ قرائن بتاتے ہیں کہ وہ مستقبل قریب میں بھی اپنی ڈگریاں جمع نہیں کرائیں گے۔ ہماری قسمتوں کے وارثوں اور ہمارے حقوق کے نگہبانوں کا یہ حال ہے اور اس پر دعویٰ یہ ہے کہ ہم سے باز پرس کرنے والے کون ہے؟ پارلیمنٹ سب سے 'بالا' ہے اور اس کے ارکان 'بالاتر' ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ 'لکڑیوں کے بالے' ہیں جس چھت پر ڈالیں جائیں گے وہ گر کر رہے گی۔

آمد برسر مطلب۔ بات ہو رہی تھی جعلی وکیل کی۔ واقعات کے مطابق مسٹر جسٹس افتخار حسین چوہدری کے کمرۂ عدالت میں ایک مقدمہ میں دھواں دھار دلائل دینے کے بعد جب فریقین کمرۂ عدالت سے باہر نکلے تو درخواست گزار نے نشاندہی کی کہ ان کے مخالف پیش ہونے والا وکیل، اصلی وکیل نہیں، درخواست گزار کے وکیل چوہدری رشید احمد نے دوسرے وکیل تنویر احمد سے استفسار کیا تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ اس پر موقع پر موجود وکلاء نے اسے زدوکوب کیا۔ وکلاء نے اس کی یونیفارم اتروا کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ جعلی وکیل کا اصل نام امتیاز ہے اور لاہور کا رہنے والا ہے۔

☆☆☆

## 19 سالہ طالبہ سے تیسری شادی

کینیا میں امریکی صدر بارک اوبامہ کے 52 سالہ سوتیلے بھائی نے 19 سالہ طالبہ سے تیسری شادی رچالی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق امریکی صدر بارک اوباما کے کینیا میں مقیم سوتیلے بھائی مالک اوبامہ نے ہائی سکول کی 19 سالہ طالبہ سے شادی کر لی ہے دلچسپ امر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی بارک اوباما کو شادی میں مدعو نہیں کیا۔ مالک اوبامہ نام سے مسلمان معلوم ہوتا ہے۔

☆☆☆

## اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی پر اینکر کو جھاڑ پلا دی

ہالی وڈ کی مشہور ومعروف سٹار اداکارہ ووپی گولڈ برگ نے ایک شو میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شر انگیز گفتگو پر شدید احتجاج کیا ہے ووپی گولڈ برگ نے فوکس ٹی وی کے ایک ٹاک شو میں اس وقت شدید برہمی کا اظہار کیا جب میزبان نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی۔ اداکارہ نے اسے برداشت نہ کیا اور اینکر کو جھاڑ پلا دی۔

☆☆☆

# کربلا کا انتقام

محمد اختر قصوری

حضرت امام حسین ؑ کے قاتلین کے متعلق تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی عذاب الٰہی کی گرفت سے بچ نہ سکا۔ بعض قتل کر دئیے گئے اور بعض کو ایسے دردناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا کہ موت ان مصائب کے مقابلہ میں کہیں زیادہ آسان تھی۔

ابن الجوزی زہری سے روایت کرتے ہیں کہ قاتلین حسین ؑ میں کوئی بھی شخص دنیا میں سزا سے نہ بچا۔ بعض کو قتل کی سزا ملی۔ بعض اندھے ہو گئے اور جو لوگ برسراقتدار تھے بہت تھوڑی مدت میں ان کا اقتدار جاتا رہا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں "حضرت حسین ؑ کی شہادت کے بعد جو فتنے برپا ہوئے اور جن کا ذکر کتب تاریخ میں آتا ہے ان میں اکثر بالکل صحیح ہیں۔ آپ ؑ کے قاتلوں میں سے کوئی شخص ایسا نہ بچا جو کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوا۔ بعض لوگ خطرناک امراض میں مبتلا ہو گئے اور اکثر لوگ مجنون اور مخبوط الحواس ہو گئے۔۔۔

عبدالملک بن مروان کے زمانے میں جب مختار بن ابوعبید ثقفی کوفہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے چن چن کر ایسے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا، جنہوں نے حضرت امام حسین ؑ کی شہادت میں حصہ لیا تھا اور اس فوج میں شامل تھے جو آپ سے لڑنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔۔۔۔۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے ایک دن میں دو سو چالیس قاتلین حسین ؑ کو قتل کیا۔ عمرو الحاج زبیدی بھی آپ ؑ کے شہید کرنے والوں میں تھا، وہ کوفہ سے تو بھاگ گیا لیکن مختار کے آدمیوں سے بچ نہ سکا۔ شمر بن ذی الجوشن بھی بھاگ گیا اسے بھی مختار کے آدمیوں نے پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو کتوں سے پھڑوا دیا۔ قاتلین حسین ؑ مختار کے پاس لائے جاتے اور وہ انہیں نہایت اذیت سے قتل کرنے کا حکم دیتا، بعض کو آگ میں جلوا دیتا، بعض کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا اور وہ سسک سسک کر مر جاتے۔ بعض کو تیروں سے چھلنی کروا دیتا۔۔۔۔

خولی بن یزید مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد اس کی لاش جلا دی گئی۔ ابن زیاد کے لشکر کے قائد عمرو بن سعد کا بھی یہی حشر ہوا اور اسے بھی اس کے بیٹے کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔

قاتلین حسین ؑ میں سے جو لوگ جان بچا کر بھاگ گئے تھے بعد میں مختار نے ان کے گھروں کو منہدم کرنے اور آگ لگا دینے کا حکم دیا۔ کوفہ میں قاتلین کا کام تمام کرنے کے بعد مختار نے ابراہیم بن اشتر کو عبیداللہ بن زیاد سے لڑنے کے لئے بھیجا، ابن اشتر کے ساتھ بہترین آزمودہ کار افسر تھے۔ ابن زیاد بھی شام سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر اس کے مقابلہ کے لئے چلا۔ نہر خازر پر دونوں لشکروں میں زبردست مقابلہ ہوا جس میں ابن زیاد کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدان جنگ میں ابن اشتر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ابن زیاد کے علاوہ دوسرے شامی سردار حصین بن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع وغیرہ بھی مارے گئے۔ ابن اشتر نے ابن زیاد اور دوسرے شامی سرداروں کے سر کاٹ کر فتح کی خوش خبری کے ساتھ مختار کے پاس بھیج دئے۔ اسی قصر الامارۃ میں رکھے گئے جہاں حضرت امام حسین ؑ اور آپ کے ساتھیوں کے سر رکھے گئے تھے۔ مختار ابن زیاد اور عمر بن سعد کے سر امام زین العابدین ؑ کی خدمت میں بھیج دئے جب سر پیش کئے گئے تو وہ سجدے میں گر پڑے اور کہا:

"اللہ کا شکر ہے جس نے میرے لیے دشمنوں سے میرا انتقام لے لیا"۔

اس طرح اللہ نے ہر اس شخص کو ہلاک کر دیا جو شہادت کے وقت میدان جنگ میں موجود تھا اور اس نے حضرت امام حسین ؑ کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا۔

☆☆☆

# بنتِ رسول ﷺ کے آخری لمحات

صاحبزادہ محمد رفیق

آج کا دن چمنستانِ رسالت ﷺ کے لئے اپنے اندر خزاں لئے ہوئے طلوع ہوتا ہے۔ مولا مشکل کشا گھر آتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں، باغ رسالت ﷺ کی کلی مرجھانے کو ہے۔ حسن وحسین کو غم فرقت دینے کو ہے۔ آفتاب رسالت ﷺ کی کرن چھپنے کو ہے۔

حیدر کرار علیہ السلام: (دل مضطر کو سنبھالتے ہوئے) بنت رسول ﷺ! آقا ومولا ﷺ کی فرقت کو صرف ابھی چھ ماہ ہی گزرنے پائے ہیں۔ اب آپ کا کیا خیال ہے؟

بنت رسول ﷺ: اپنے اباجی سے ملنے کو بے قرار ہوں۔ ملک الموت کے انتظار میں ہوں۔ کب آئے اور اپنی ماں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جا کر گلے ملوں۔

حیدر کرار علیہ السلام: میرے حسن وحسین کا کیا بنے گا؟

بنت رسول ﷺ: خدا اور اس کے رسول ﷺ کے بعد آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ دیکھنا ان دونوں شاہزادوں پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔ چمنستان رسالت ﷺ کے پھولوں کو آپ کے ہوتے ہوئے کوئی تکلیف نہ پہنچے، ورنہ میں قبر میں بے چین ہو جاؤں گی۔ زہرہ رضی اللہ عنہا ابھی یہ گفتگو مشکل کشا علیہ السلام سے فرما رہی تھیں کہ باہر سے کھیلتے ہوئے دونوں بھائی آگئے۔ ایک دائیں پہلو سے چمٹ گیا اور دوسرا بائیں طرف لپٹ گیا۔ زہرہ رضی اللہ عنہا اپنے دونوں صاحبزادوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتیں اور آنکھیں ٹھنڈی کرتیں، کبھی حسین علیہ السلام کے گلے کو بوسہ دے کر اپنے والد ماجد ﷺ کی سنت کو زندہ کرتیں اور کبھی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے منہ کو چومتی ہیں۔

حسین علیہ السلام: ماں ہمیں نانا جان تو اکیلے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ کیا آپ بھی ہمیں تنہا چھوڑ کر جا رہی ہیں۔ میں تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا۔

زہرا رضی اللہ عنہا: بیٹا! اکیلا نہیں چھوڑ کر جا رہی ابھی باپ تمہارا سر پر ہے، گھبراؤ نہیں بیٹا، جب کبھی طبیعت بے چین ہو تو میری قبر پر آ کر دو آنسو بہا لیا کرنا۔ اچھا خدا کے سپرد، پھر زینب رضی اللہ عنہا کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ دیکھنا میرے حسین کا ہر طرح خیال رکھنا، اگر پانی مانگے تو ٹھنڈا پانی پلانا، اگر ضد کرے تو پیار سے سمجھانا۔ جب میرا حسین کسی وقت روتا تھا تو تمہارے نانا اسے چپ کرانے کے لئے اپنی مسجد سے دوڑتے ہوئے تشریف لاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ "بیٹی زہرا! حسین کیوں روتا ہے؟ اسے نہ رونے دیا کرو۔ جب یہ روتا ہے تو میں بے چین ہو جاتا ہوں"۔ حضرت زہر رضی اللہ عنہا یہ نصیحتیں فرماتی ہوئی مولا مشکل کشا علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتی ہیں۔ اے میرے مولا! ایک نصیحت کرتی ہوں۔

حیدر کرار علیہ السلام: کیا حکم ہے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی؟

زہرا رضی اللہ عنہا: میرا جنازہ رات کے اندھیرے میں اٹھایا جائے۔

حیدر کرار علیہ السلام: کیوں؟

زہرا رضی اللہ عنہا: اس لئے کہ جب سے میں بالغ ہوئی ہوں اس وقت سے لے کر آج تک میرے سر کی چادر کو کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا اور میں چاہتی ہوں میرے جنازے کی چادر کو بھی کوئی غیر محرم نہ دیکھ سکے۔ بس اتنا کہہ کر زہرا رضی اللہ عنہا نے ایک سانس لیا اور روح اقدس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دونوں بھائی اماں! اماں! کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات کرتے ہوئے سرد آہیں بھرتے باہر آئے، باپ نے گلے سے لگایا۔ ان اللہ مع الصبرین۔

☆☆☆

# شہادتِ عشق کے پروانے

مولانا محمد شریف شرقپوری

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جب محبوب کی خوشی مقصدِ حیات بن جاتی ہے تو انسان کی تمام تر توجہات اسی کے حصول کا مرکز بن جاتی ہے اور اپنی خوشی کا احساس تک مٹ جاتا ہے۔ اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا دامن اسی وقت تک دراز رہتا ہے جب تک محبوب کی ذات کعبۂ شوق نہیں بنتی اور اس کی رضا کو پر مقدم نہیں سمجھا جاتا۔ محبت کا خاصہ ہی یہی ہے کہ وہ اغراض سے پاک ہوتی ہے۔ اس کے پیش نظر تو صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ محبوب کو کس طرح راضی کیا جائے۔ سب کچھ نثار کرنے کے بعد بھی وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اسے خسارے کا سودا نہیں سمجھتی ہے کہ بامراد ہوں، کامیاب ہوں، محبوب کی رضا کا دامن ہاتھ آ گیا تو کیا غم ہے، جان و مال کی بھی کوئی حقیقت تھی ایسی حقیر پونجی دے کر یہ متاع ہاتھ آ گئی ہے تو یہ محض محبوب کا کرم ہے جو اس نے قیمتی متاع کے بدلے اس حقیر نذرانے کو قبول کرلیا ہے۔

جب ہم حضرت امام حسین ﷺ کے حالات کی طرف دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبت خدا میں اس قدر محو تھے کہ جو مصیبت بھی آئی اسے راہِ حق میں کمال خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا، اسی الفت و محبت کی وجہ سے مقامِ امن و امان (مکہ) کو چھوڑ کر آپ کربلا میں تشریف لائے۔ اس میدان میں آپ پر جو مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹے اس کا تصور ہی قیامت خیز ہے۔ اگر خلیل اللہ نے اپنا تمام مال الفتِ حق میں نثار کیا تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا، بلکہ اپنے سر تک کی قربانی پیش کی۔

نخشی عشق زلف خوں ریزی است
ہر کسے راچہ علم از شب عشق
عاشقاں را وضو زخون خود است
بو العجب مذہب است مذہب عشق

شیر بیشۂ عشق حسین منصور کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو اپنے ہاتھ میں اپنا خون لے کر منہ دھونا شروع کیا لوگوں نے استفسار کیا، آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا وضو کر رہا ہوں۔

لان فی العشق رکعتین لا یجوز وضوء هما الابدم صاحبه

''عشق میں دو رکعتیں ہیں ان دو رکعتوں کے لئے وضو عاشق کے خون سے ہی جائز ہے''۔

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں عیدالاضحیٰ کے دن جب لوگ قربانی میں مشغول ہوگئے۔ ایک عاشق میرے پاس چپ چاپ کھڑا یہ قربانی کا منظر دیکھ رہا تھا جب کچھ دیر ہوئی تو اس عاشق نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا الٰہی!

هنو لا تقربوا الیک بقرا بینهم وانا لا اجد هدیا سوا نفسی فاتقرب بذبحالم اشار بسبا بته الی حلقه فخط فیه خطاً کما یفعل بالسکین فخر میتاً۔

''یہ لوگ اپنی قربانیاں کر کے آپ کے قریب ہوگئے اور میں اپنی جان کے سوا کوئی قربانی نہیں رکھتا تو میں اپنی جانب کی قربانی کے ساتھ آپ کے قریب ہوتا ہوں پھر اس نے انگلی شہادت کو اپنے گلے کی طرف کیا اور چھری کی طرح ایک خط کھینچا اور شہید ہو گئے''۔

عاشق جان ہی کے ساتھ کھیلا کرتے ہیں، کہیں جانیں قربان ہیں اور کہیں مال قربان ہیں اور کہیں محمد اور ابراہیم جیسے لال قربان ہیں۔

جب ظالم نے دشمن الفت کے ان دو پھولوں کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو دونوں سجدے میں گر گئے۔ ظالم نے کہا کیا تمہارا سجدہ میں گر جانا ہمارے ستم کے زغہ سے بچالے گا؟

ان دو معصوموں کے دل دوز جواب کی شاعر نے اس طرح ترجمانی کی ہے:

وہ بولے یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

یہ قربانیاں ہیں، جسے تاقیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان قربانیوں میں عشاق بجائے غم و حزن کے خوشی محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ لوگ ملک الموت کی موجودگی سے خوش نہیں کیونکہ وہ ان کو اس ظاہری زندگی سے سبک دوش کر دیتا ہے، مگر ہم کہتے ہیں کہ ملک الموت کا وجود تو ہماری مسرت کا باعث ہے۔ لانہ یو صل الحبیب الی الحبیب کہ ''وہ تو دوست کے وصل کا ایک ذریعہ ہے''۔

چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے دروازے پر کھڑے تھے اور ہر گزرنے والے سے دریافت فرماتے ''آپ کون ہیں؟'' گزرنے

والے اپنا اپنا جواب دے کر گزرتے چلے جا رہے تھے۔ یہی استفسار تین دن تک جاری رہا۔ آخر تیسرے دن ایک ممتاز شخص گزرا جس سے اس بزرگ نے کہا: آپ کون ہیں؟ اس شخص نے جواب میں کہا میں عزرائیل ہوں۔ کہا پھر جلدی تشریف لائیے۔ میں تو آپ کا تین دن سے انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے وصل دوست میں بہت ہی تاخیر کر دی۔

آں کس کہ در خود نشان من نگذاشت
بر سر دار مرحبا گوید

☆☆☆

حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اترتی ہوئی

# علامہ سید ریاض حسین شاہ

کی فکرِ قرآن سے منور اور عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح پرور انقلاب انگیز تصانیف

خود پڑھیے دوسروں کو پڑھائیے

**تبصرہ** (سورہ یوسف، سورہ یٰس) — قرآن حکیم کی جمال آراء اور حکمت افروز تفسیر

**معجم اصطلاحات** — علمی و فنی اصطلاحات کا نادر مجموعہ

**سنابل نور** — مرشد الکریم حضرت لالہ جی محمد جمشید قدس سرہ العزیز کی محافلِ نور کی حکایاتِ مہر و محبت

**لوح و قلم تیرے ہیں** — اسلامی انقلاب کے لیے سلگتے جذبوں کا تحریری اظہار

**صبح زندگی** — اخلاقی اور روحانی زوال کی مہیب تاریکیوں میں ملتِ اسلامیہ کے لیے حیاتِ جاوداں کا پیغام

**صفیر انقلاب** — خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے افرادِ ملت کے لیے دعوتِ عمل

**پروقار محبت عزت نواز عشق** — حُبِ رسول ﷺ کی جاں نواز کیفیات کی ایمان افروز تفصیل

**سراغ زندگی** — فلسفۂ عبادت پر ایک منفرد تحریر

**حقیقت تقویٰ** — تقویٰ کی کیفیتوں اور تقاضوں پر مشتمل ایک حسین تصنیف

**میلاد النبی ﷺ بیان و برکت** — علامہ ابن جوزی محدث کی مشہور کتاب "بیان المیلاد النبوی" کا سلیس اردو ترجمہ

**سوچوں کی بارات** **نقوشِ صحبت**

- Philosphy of Taqwa
- Path to Eternity
- Dignified Love That Glorifies

- مفاہیم قرآن
- حسن السمت
- بار امانت
- معیار عمل
- ابو درداء رضی اللہ عنہ
- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
- معصب الخیر رضی اللہ عنہ
- عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
- صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ
- بلال حبشی رضی اللہ عنہ
- سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
- جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون: 35838038
ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، خیابان سرسید سیکٹر III، راولپنڈی۔فون: 4831112
ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد۔فون: 8713691

منجانب: ڈاکٹر محمد آصف ساہیوال

- تعلیماتِ اسلامیہ سے اپنی زیست میں فہم و دانش کی بہار لانے کیلئے
- زندگی کو عشقِ رسالت مآب ﷺ کے نور سے منور کرنے کیلئے
- باطنی صفائی کے حصول اور تقویٰ و پرہیزگاری کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کیلئے
- اخلاقی رزائل اور روحانی بیماریاں دور کرنے کیلئے

**{ شاہ جی کی تحریروں کے ساتھ ساتھ آپ کا سلسلۂ گفتگو }**

| سلسلہ وار دروسِ قرآن | سلسلہ وار دروسِ حدیث |
| --- | --- |
| **اُجالے قرآن کے** | **اُجالے حدیث کے** |

# "محراب" سماعت فرمایئے

- اخلاص کی برکات
- تدبر: اہمیت و فضیلت
- حج
- بلند نظری اور ایثار
- عبادت کے احکام اور آداب
- قوی مؤمن اور اس کی زندگی کا حسن
- خوف اور احساسِ ندامت
- پرسکون عائلی زندگی کی بنیادیں
- ذکر کی فضیلت اور معاذ بن جبل ؓ
- حصولِ برکت کے ذرائع
- استغفار کی برکات
- لاپرواہیوں کا تدارک
- دلوں کی تالیف
- معاملات میں حسن
- جلد بازی کے نقصانات
- قرآن اور اہلِ بیت
- باوقار زندگی کا تصور
- مدارات اور دل نوازی
- فکرِ آخرت
- دینی تربیت کی ٹھوس بنیادیں
- اسبابِ جرائم اور نجات کی راہ
- لفظ برکت کے اطلاقات
- عملی روحانی زندگی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں
- طبیعتوں کا کھلا اور وسیع رکھنا

■ عید میلاد النبی ﷺ ■ پیغامِ حسین کانفرنس ■ تقریبِ آغاز دورہ حدیث۔ ایک اہم خطاب

**سی ڈیز اور کتب حاصل کرنے کیلئے رابطہ:**

**ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ خیابانِ سرسید سیکٹر III راولپنڈی 0300-5141965**

**اتفاق اسلامک سنٹر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35838038**

www.daleelerah.info Email: aims58@gmail.com

عطیہ اشتہار: **بھائی جان سویٹس** بیرون لوہاری گیٹ لاہور

# رنگ گلہائے شہادت شام کے منظر میں ہے

کیا کہوں کیا کربلا کے خونچکاں منظر میں ہے
ہے زمیں سکتے کے عالم میں فلک چکر میں ہے

اصغر و عباس و اکبر کا الم گھر گھر میں ہے
گوہر اشک عزا جو میری چشم تر میں ہے

سرخی خون حسینی ہے کہ نیرنگ شفق
رنگ گلہائے شہادت شام کے منظر میں ہے

اللہ اللہ جن کو ہے خاتون جنت کا خطاب
وقت سے پہلے قیامت آج ان کے گھر میں ہے

خون کے چھینٹوں سے تازہ کی بہار اسلام کی
کہ بقائے دو جہاں پنہاں اسی جوہر میں ہے

واقعات کربلا عبرت بھری نظروں سے دیکھ
زندگی کا راز پوشیدہ اسی دفتر میں ہے

پھونک دی اک روح آزادی جہانِ شوق میں
آب حیات و موت رقصاں ایک ہی محور میں ہے

پھر ضرورت ہے مٹا دو آ کے باطل کا وجود
پھر وہی جبر یزیدی بانیان شر میں ہے

کون رکھتا ہے یہاں جامِ شہادت کی طلب
لیوں رضائے حق کا سودا آج کس کے سر میں ہے

ہے علاج کفر و باطل اب بھی مسلم کا جلال
اک قیامت آج بھی بگڑے ہوئے تیور میں ہے

عقل حیراں ہے نظر خاموشی زاہد عشق میں
آخری سجدہ حضورِ خالق اکبر میں ہے

صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی

# شبیر ہیں تنہا کوئی نہیں

مسجد میں اداسی چھائی ہے شبیر ہیں تنہا کوئی نہیں
کچھ رونے والے باقی ہیں اب مرنے والا کوئی نہیں

اسلام میں جن سے جان پڑی اسلام پہ جو بے جان ہوئے
کل ایسے بہتر غازی تھے آج ایک بھی ایسا کوئی نہیں

ساحل کی ہوائیں کہتی ہیں عباس جری کے لاشہ پہ
دریا پہ تمہارا قبضہ ہے اٹھو لب دریا کوئی نہیں

اکبر بھی فدا اصغر بھی فدا شبیر نے گھر بھر سونپ دیا
اک سر ہے جو زیر خنجر ہے اب دل میں تمنا کوئی نہیں

اسلام کا تن ایمان کی جان قرآن کا دل کعبہ کا جگر
ایک ایک نبی کا نور نظر ایسا ہے کہ ایسا کوئی نہیں

یہ سر ہے شہید اعظم کا نیزہ پہ جسے معراج ہوئی
اسلام کے لاکھوں جلووں میں اس شان کا جلوہ کوئی نہیں

دنیا کو مٹا کر سرور نے کس شان سے یہ پیغام دیا
اسلام ہے یکسر دین خدا اسلام کی دنیا کوئی نہیں

یہ آل نبی کی مدحت بھی رعنا ہے عبادت خالق کی
کرنا ہے تو کر لو نیک عمل جینے کا بھروسہ کوئی نہیں

رعنا اکبر آبادی

# حسین ہے!

نورِ خدا کے نور کا نور نظر حسین ہے
مولا علی کا لاڈلا لختِ جگر حسین ہے

باغِ بتول کی بہار دوشِ رسول کا سوار
رفعت کا در حسین ہے، رحمت کا گھر حسین ہے

سجدے میں سر نمازِ عشق سر ہے وجود سے الگ
اسلام کے وجود کا سر ہے تو سر حسین ہے

لاشے کہیں پڑے ہوئے پھولوں میں تیر اڑے ہوئے
اجڑے ہوئے دیار کا آباد گر حسین ہے

ظلمت کدہ پہ چھا گئی زہرا کے چاند کی چمک
شام کی سرزمین میں نورِ سحر حسین ہے

دائم ہے ضامنِ بہشت حُبِّ شہیدِ کربلا
اللہ ادھر نبی ادھر اللہ جدھر حسین ہے

دائم اقبال دائم

# سلام

ابن حیدر کی عظمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم شہادت پہ لاکھوں سلام

جس کا مرکب بنے آپ ختم رسل
اس کی بے مثل عزت پہ لاکھوں سلام

چھوڑ کر اپنا خطبہ لیا گود میں
عینِ نورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

پشتِ حضرت پہ بیٹھا جو وقتِ نماز
اس کی شان محبت پہ لاکھوں سلام

کرکے خوں سے وضو جس نے سجدہ کیا
اس کی شانِ عبادت پہ لاکھوں سلام

جس نے کربلا میں زندہ کیا دین کو
اس کی شانِ شجاعت پہ لاکھوں سلام

تم سے ہمدم ملائک کہیں ہاں پڑھو
ابن حیدر کی عظمت پہ لاکھوں سلام

ہمدم

WWW.NAATEIKRAM.COM

# مظلوم کربلا! تیرے رتبے بلند ہیں

جن کو حسینؑ! تیری ادائیں پسند ہیں
وہ لوگ واقعی بڑے اقبال مند ہیں
تیرے سرِ شہید کے ایک ایک بال میں
لاکھوں قلوب رشتہ الفت سے بند ہیں
ظلم و ستم کے تیر غضب کی کمان پر
بولے شمر سے!! اکبر و اصغر پسند ہیں؟
میدانِ کربلا کے ہیں ذرے جو خونچکاں
حور و ملک بھی آج بڑے فکر مند ہیں
صبرِ حسین و جبر یزید اے دل ملول
معلوم ہے انہیں جو حقیقت پسند ہیں
سمجھا نہ کچھ یزید نے جن کے مقام کو
اللہ کی نگاہ میں وہ ارجمند ہیں
سردارِ اہلِ خلد خدا نے کیا تجھے
مظلوم کربلا! ترے رتبے بلند ہیں
دو گھونٹ موشؔ جام شہادت کے پی تو لے
ظاہر میں ہیں جو زہر تو باطن میں قند ہیں

موشؔ ملتانی

# آج

ضرورت فساد روکنے والوں کی ہے

فساد کرنے والے قوم اور ملت کی کوئی خدمت نہیں کر رہے

بلکہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے در پردہ غلام بن چکے ہیں

ارتکاب جرائم کرنے والے حماقتوں کی دوزخ میں کھڑے ہیں

کیا وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیروں سے بے غم ہو چکے ہیں

جب وہ پکڑے گا تو پھر کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا

**گفتنی و ناگفتنی** سے ایک اقتباس

مجانب **عقیل صدیق کھوکھر**